شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

خطباتِ عثمانی

۳

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

خطاب : شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب : مولانا محمد عبداللہ میمن صاحب استاد جامعہ دارالعلوم کراچی۔

تاریخ اشاعت : 2013ء

باہتمام : محمد مشہود الحق کلیانوی : 0313-9205497

ناشر : میمن اسلامک پبلشرز

کمپوزنگ : خلیل اللہ فراز

جلد : **03**

قیمت : =/ روپے

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر

ملنے کے پتے

☆ میمن اسلامک پبلشرز، کراچی۔ 0313-920 54 97

☆ مکتبہ دارالعلوم، کراچی ۱۴۔ ☆ مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار، لاہور۔

☆ دارالاشاعت، اُردو بازار، کراچی۔ ☆ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

☆ ادارۃ المعارف، دارالعلوم، کراچی ۱۴۔

☆ مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم، کراچی ۱۴۔

☆ کتب خانہ اشرفیہ، قاسم سینٹر، اُردو بازار، کراچی۔

☆ مکتبۃ العلوم، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی۔

☆ مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، نزد جامعہ فاروقیہ، کراچی۔

عرضِ مرتب

الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے استاذ مکرم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم العالی کو ہر میدان میں جو بلند مقام عطا فرمایا ہے، وہ محتاج بیان نہیں، حضرت والا مد ظلہم کے ہفتہ واری دو بیانات ہوتے ہیں، ایک بیان جمعہ کے روز جمعہ کی نماز سے قبل جامع مسجد بیت المکرّم، گلشن اقبال کراچی میں ہوتا ہے، دوسرا بیان اتوار کے روز عصر کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی کی جامع مسجد میں ہوتا ہے، سالہا سال سے بیانات کا یہ سلسلہ جاری ہے، اور ''اصلاحی خطبات'' کے نام سے ۱۸ رجلدوں پر مشتمل ان بیانات کا پہلا مجموعہ آپ حضرات کے سامنے آچکا ہے۔

کچھ عرصہ سے حضرت والا مد ظلہم نے جامع مسجد بیت المکرّم، گلشن اقبال میں قرآن کریم کی مختلف سورتوں کی تفسیر اور تشریح کا سلسلہ شروع فرمایا ہے، جو بہت مفید سلسلہ ہے، اس سے تمام طبقہ کے حضرات کو فائدہ ہو رہا ہے، بہت سے حضرات کی خواہش تھی کہ تفسیر کے اس سلسلے کو نمایاں طور پر شائع ہونا چاہیے، تاکہ اس سے استفادہ کرنا آسان ہو جائے، چنانچہ اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ''خطبات عثمانی'' کے نام سے دوسرے مجموعہ کا آغاز انہی تفسیری بیانات سے کیا جا رہا ہے،

چونکہ ان تفسیری بیانات میں حضرت والا مدظلہم کے اسفار کی وجہ سے وقفات زیادہ ہو جاتے ہیں، اسلئے وقتی موضوعات اور دیگر موضوعات کے بیانات کو بھی "خطبات عثمانی" میں شامل کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو قبول فرمائے، اور آخرت کی نجات اور علم دین کی اشاعت کا ذریعہ بنائے، آمین

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

یکم ذوالقعدہ ۱۴۳۱ھ

اجمالی فہرست

خطبات عثمانی جلد نمبر : ۳

فہرستِ مضامین (تفصیلی فہرست)

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

ناموس رسالت کی حفاظت کیجئے

تفسیر سورۂ ہمزہ (۲)

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين

سورۃ قریش اور شکر کی تلقین

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط وترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

تاریخ خطاب : 22nd-May-2009

وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ

خطبات عثمانی : جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

سورۂ قریش اور شکر کی تلقین

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً. اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۞ اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۞ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۞ الَّذِيْ اَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ ۞ وَّاٰمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۞ آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولانا العظيم و صدق رسوله النبي الكريم و نحن على ذلك من الشّٰهدين و الشّٰكرين والحمد للّٰه رب العٰلمين .

تمہید

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز! پچھلے جمعہ میں، میں نے سورۃ فیل کی کچھ تشریح آپ کے سامنے پیش کی تھی، آج اس کے بعد جو متصل سورت ہے جس کو

سورہ قریش بھی کہتے ہیں اور سورہ ایلاف بھی کہا جاتا ہے، میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اور آج اس کی کچھ تشریح عرض کرنی ہے، اس سورۃ لایلف قریش کا الم تر کیف والی سورت سے بڑا گہرا تعلق ہے، اس لئے کہ الم تر کیف والی سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرب کے لوگوں کو اور خاص طور سے قریش کے لوگوں کو جو مکہ مکرمہ میں آباد تھے، اپنا یہ انعام اور یہ احسان یاد دلایا ہے کہ یمن کے بادشاہ ابرہہ کا اتنا زبردست لشکران پر حملہ آور ہوا تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے کعبہ کو بھی محفوظ رکھا اور مکہ مکرمہ کے بسنے والوں کو بھی ان کے شر سے نجات عطا فرمائی اور ان کے دشمن کو خائب وخاسر کر دیا، ناکام اور نامراد کر دیا، اب اس سورت میں قریش کے لوگوں پر، جو مکہ مکرمہ میں آباد تھے اور کعبہ کے پاسبان کہلاتے تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے دوسرا انعام جو کیا ہے وہ یاد دلا رہے ہیں۔

سورۃ کا ترجمہ

ترجمہ اس سورت کا یہ ہے: لِإِيلٰفِ قُرَيْشٍ ۞ إِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۞ چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں اس بات کے کہ وہ سردیوں میں ایک سفر کرتے ہیں اور گرمیوں میں دوسرا سفر کرتے ہیں: فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۞ ان کو چاہیے کہ اس بیت اللہ کے پروردگار کی عبادت کریں: الَّذِيْٓ أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوْعٍ ۞ جس نے انہیں بھوک کی حالت میں کھانا عطا فرمایا: وَّ اٰمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۞ اور خوف کی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو امن عطا فرمایا، ان کی حفاظت فرمائی۔

قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا

یہ دراصل اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے پورا جزیرۂ عرب قتل وغارت گری کا ایک بہت بڑا مرکز بنا ہوا تھا، کسی کی جان، مال، آبرو محفوظ نہیں تھی، دن دھاڑے ڈاکے پڑتے تھے اور کوئی شخص سفر کرنا چاہتا ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف تو اکیلا سفر نہیں کر سکتا تھا، کوئی قافلہ لے کر سفر کیا جاتا تھا کیونکہ ہر وقت اندیشہ تھا کہ راستے میں کوئی ڈاکو ان پر حملہ آور ہو جائیں گے، ان کی جانوں کو بھی خطرہ ہوگا، ان کے مال کو بھی خطرہ ہوگا اور عرب کے قبیلوں کا حال یہ تھا کہ ان کے درمیان مسلسل کشمکش اور لڑائی جاری رہتی تھی، ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا دشمن ہے جان کا دشمن، خون کا پیاسا ہے، لہٰذا اپنے دشمن قبیلے کا کوئی آدمی یا اس کا کوئی قافلہ گزرتے ہوئے مل جائے تو اس پر حملہ آور ہو جاتے تھے، اس کو جان سے مار دیتے تھے، اس کا مال لوٹ لیتے تھے، غرض قتل و غارت گری کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا جس کا بازار گرم تھا پورے جزیرۂ عرب میں، چنانچہ کوئی بھی شخص جو کوئی قافلہ لے کر جا رہا ہو، خاص طور سے جو تجارتی قافلہ ہے، جس میں سامان تجارت ہے تو اس کے بچنے کا تو بہت کم امکان ہوتا تھا، کیونکہ راستے میں کوئی بھی دشمن قبیلہ مل جائے گا اور اسے لوٹ کر لے جائے گا، سارے عرب میں یہ آگ بھڑکی ہوئی تھی۔

قبیلہ قریش کا امتیاز

لیکن اس زمانہ جاہلیت میں بھی قریش کے لوگوں کو یہ امتیاز اور خصوصیت

حاصل تھی کہ چونکہ قریش کے لوگ کعبہ کے آس پاس رہتے تھے، بیت اللہ کی حفاظت کرتے تھے، بیت اللہ کی نگرانی کرتے تھے، بیت اللہ کے قریب رہتے تھے اور بیت اللہ کے پاسبان کہلاتے تھے، اس کا انتظام کرتے تھے تو ان کی اس خصوصیت کی بنا پر سارے عرب کے قبیلے ان کا احترام کرتے تھے، ان کی عزت کیا کرتے تھے، کیونکہ عرب کے قبیلے جتنے بھی تھے، وہ چاہے کتنے ہی بداعمالیوں میں مبتلا ہو گئے ہوں، لیکن بیت اللہ کی عظمت ان کے دل میں تھی، اللہ کے گھر کی عظمت تھی اور جو لوگ اللہ کے گھر کی حفاظت کر رہے تھے، ان کی نگہبانی کر رہے تھے، ان کی تعظیم بھی ان کے دلوں کے اندر پیوست تھی، لہٰذا اگر قریش کے لوگوں کا کوئی قافلہ کہیں بھی جا رہا ہو تو اس کو نہیں چھیڑتے تھے، کسی بھی قبیلے سے گزر جائے، کسی بھی بستی سے گزر جائے، دشمنیاں ان کے ساتھ بھی تھیں، اس لئے چونکہ قریش کے لوگ ہیں، چونکہ بیت اللہ کے معاون ہیں، بیت اللہ کے پاسبان ہیں، اس واسطے کوئی بد سے بدتر دشمن بھی ان کے قافلوں پر حملہ نہیں کرتا تھا تو اس کا نتیجہ یہ تھا کہ سارے عرب کے لوگ تو ڈرے سہمے رہتے تھے، سفر کرنے سے گھبراتے تھے کہ سفر کریں گے تو کہیں ہمیں پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، لیکن قریش کے لوگ جب کوئی قافلہ لے کر سفر کرتے تو بے دھڑک کرتے تھے، کوئی خطرہ نہیں ہوتا تھا، امن وامان کے ساتھ جاتے اور امن وامان کے ساتھ واپس آجاتے تھے، چنانچہ قریش مکہ مکرمہ میں آباد تھے۔

مکہ کا علاقہ بے آب وگیاہ

آپ حضرات جانتے ہوں گے کہ مکہ مکرمہ کا جو علاقہ ہے، یہاں نہ کوئی کھیتی

ہے، نہ کوئی سبزہ ہے، نہ کوئی باغ ہے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ

رَبَّنَا اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ (ابراھیم : ۳۷)

اے پروردگار! میں اپنی اولاد کو ایک ایسی وادی میں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جہاں پر کوئی کھیتی نہیں ہوتی، آپ کے حرمت والے گھر کے پاس، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانی ہے کہ اس علاقے کو بالکل خشک رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے، نہ کوئی سبزہ، نہ کوئی باغ، نہ کوئی ایسا نظارہ دیکھنے کے اعتبار سے، نہ کوئی خوب صورت منظر، اگر کوئی خوب صورت منظر ہوتا، کوئی سبزہ ہوتا تو لوگ اس خوب صورت منظر کو دیکھنے کے لئے سفر کرتے، لیکن بے آب وگیاہ وادی ہے، سنگلاخ پتھروں کے پہاڑ ہیں، اور اسی میں یہ مکہ آباد ہے اور اسی میں یہ اللہ کا گھر ہے، اس کے باوجود ساری دنیا کے حسین ترین علاقوں کو دیکھ لو، اور اس بیت اللہ کی جگہ کو دیکھ لو، ہر مسلمان، ہر صاحب ایمان کے دل میں اس بیت اللہ کی کشش کتنی زیادہ ہے کہ ساری دنیا کے حسین ترین علاقے اس کے آگے ہیچ ہیں، حالانکہ کوئی خوب صورت نظارہ نہیں ہے لیکن ایسی کشش ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ ایسا بنا دیجئے کہ لوگوں کے دل کھنچ کھنچ کر اس کی طرف آئیں، اب دیکھئے کس طرح کھنچے ہوئے ہیں، کس طرح لوگ جوق در جوق دنیا کے ہر علاقے سے بیت اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

روزگار کا ذریعہ تجارت تھا

غرض یہ کہ وہ پورا علاقہ بالکل بے آب وگیاہ تھا، کوئی کھیتی باڑی نہیں، کوئی زراعت نہیں تو وہاں کے لوگوں کا ذریعہ روزگار کیسے ملے، کوئی زراعت نہیں، کوئی فیکٹری نہیں تو روزگار کیسے حاصل ہوگا؟ تو سارے مکہ کے لوگوں کے روزگار کا واحد ذریعہ تجارت تھا، تجارت بھی کہاں سے کریں، یہاں پر کوئی چیز اگتی ہو تو اس کو نکال کر بیچا کریں، اس لئے ساری تجارت موقوف تھی اس بات پر یہ کہ باہر سے سامان لاکر یہاں بیچیں اور یہاں سے سامان لے جاکر باہر بیچیں تو اس غرض سے ان کے تجارتی قافلے یمن اور شام جایا کرتے تھے، یمن اس زمانے میں بڑا سرسبز وشاداب علاقہ تھا اور شام بھی بڑا سرسبز وشاداب علاقہ تھا، وہاں بہت پیداوار ہوتی تھی، صنعتیں بھی تھیں، چنانچہ یہ لوگ ایسا کرتے کہ جب گرمی کا موسم آتا تو یہ شام کا سفر کرتے تھے، کیونکہ گرمی کے موسم میں شام ٹھنڈا ہوتا ہے، شام کا علاقہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سرسبز وشاداب بنایا ہے اور ٹھنڈا علاقہ ہے تو گرمی کے موسم میں شام جایا کرتے تھے اور سردی کے موسم میں چونکہ شام میں بہت سخت سردی پڑتی ہے، اس واسطے یہ سردی کے موسم میں یمن جایا کرتے تھے تو ان کی یہ تجارت کا سلسلہ اس طرح ہوتا تھا کہ گرمی میں شام گئے، وہاں سے سامان تجارت لے کر آئے اور آکر وہ پورے عرب میں وہ برآمد کرتے تھے اور بیچتے تھے، اور سردی کے موسم میں وہ یمن جاتے اور وہاں سے سامان لاکر بیچ دیتے تھے، اور اتنے زبردست قافلے ہوتے تھے کہ ابوسفیان کا وہ قافلہ جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے جس کے نتیجے میں جنگ

بدر ہوئی تھی، وہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا، ایک ہزار اونٹوں پر وہ سامان لاد کر شام گیا تھا اور شام سے واپس آ رہا تھا، اور سو فیصد منافع کے ساتھ واپس آ رہا تھا، ایک ایک قافلے میں ہزاروں اونٹ ہوتے تھے، اتنے زبردست قافلے تھے، اس پر ان کی معیشت کا دارو مدار تھا اور یہ سامان لاکر مکہ مکرمہ میں رکھتے اور عرب کے دوسرے علاقوں میں بھی اس کو برآمد کرتے اور بیچتے، جب وہ اس سامان کو بیچنے کے لئے عرب کے دوسرے علاقوں میں بھیجتے تو ان کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا، آرام سے ان کی تجارت کا سلسلہ جاری تھا۔

بیت اللہ کی وجہ سے دھرا فائدہ

دوسری طرف صورتحال یہ تھی کہ بیت اللہ وہاں پر موجود تھا، سارے عرب کے لوگ حج کے موسم میں وہاں پر آکر جمع ہوتے تھے اور عمرے کرنے کے لئے اور طواف کرنے کے لئے سارے سال آنے والوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا، جب باہر سے لوگ آتے تھے تو ان کے پاس شام سے لایا ہوا سامان ہوتا تھا، یمن سے لایا ہوا، وہ ان سے خریدتے تھے تو بیت اللہ کی وجہ سے ان کو دہرا فائدہ حاصل ہو رہا تھا، ایک یہ کہ ان کے تجارتی قافلے بڑے کامیاب تھے اور دوسرا یہ کہ ان کا جو شہر تھا وہ سارے عرب والوں کا مرکز بنا ہوا تھا، وہ یہاں سے سامان لے جاتے تھے، نتیجہ یہ ہے سارے قریش کے لوگ بڑے خوشحال تھے۔

شکرانہ میں رب البیت کی عبادت کریں

قرآن کریم نے یہ فرمایا ہے ذرا یہ سوچو یہ خوشحالی کہاں سے نصیب ہوئی؟

کس وجہ سے نصیب ہوئی؟ تمہارے اندر کون سا سرخاب کا پر تھا، جس کی وجہ سے سارے عرب کے تو بدامنی کی آگ میں جل رہے ہیں اور تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے امن وامان کی یہ فضا عطا فرمائی ہوئی ہے، لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ﴿ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ﴿ چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں، سردی اور گرمی میں سفر کرنے کے، فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ﴿ تو ان کو چاہیے کہ اس گھر کے پروردگار کی عبادت کریں، مطلب یہ کہ جو تمہیں امن وامان نصیب ہے اور تمہیں جو خوشحالی نصیب ہے وہ اسی بیت اللہ کی وجہ سے ہے کیونکہ تم بیت اللہ کے پاسبان ہو، اس وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہوئی ہیں تو اس نعمت کا شکر تو یہ ہونا چاہیے کہ تم اس گھر کے خدائے واحد کی عبادت کرو، اور کسی اور طرف نہ جھکو، لیکن تم نے کر یہ رکھا ہے کہ جس خدا نے تمہیں یہ امن وامان اور یہ خوشحالی عطا فرمائی، اس کا تو نام ہی نام ہے، تم نے اسی کعبہ کے اندر بت رکھے ہوئے ہیں، ان کی پوجا کرتے ہو، خدا کے ساتھ شرک کرتے ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ نہ جانے کتنے خداؤں کو اپنا خدا مان کر ان کی عبادت کرتے ہو، ان کے احکام کی اطاعت کرتے ہو۔

سارا عرب ہمارا دشمن ہو جائے گا

ایک اور آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان قریش کے لوگوں کو جب توحید کی دعوت دیتے تھے کہ بھئی بت پرستی چھوڑ دو، اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ایمان لاؤ تو وہ جواب میں

بعض اوقات یوں کہتے تھے کہ جی کیا کریں اگر ہم آپ کی بات مان لیں تو سارا عرب ہمارا دشمن ہو جائے گا، لوگ جو ہماری عزت کرتے ہیں، ہمارا احترام کرتے ہیں، سارے عرب کے اندر ہمارا بول بالا ہے وہ ختم ہو جائے گا، اس واسطے کہ سارا عرب بت پرست ہے تو اگر ہم بت پرستی چھوڑ دیں گے اور توحید کے قائل ہو جائیں گے تو سارا عرب ہمارا مخالف ہو جائے گا، اور ہمارا دشمن بن جائے گا۔

توحید کے بعد کیا ویسے ہی چھوڑ دے گا؟

قرآن کریم نے ایک آیت میں اس کے جواب میں فرمایا:

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (العنکبوت : ٦٧)

ارے کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ ہم نے انہیں جو امن وامان دیا ہے وہ اس حرم کی وجہ سے دیا ہے اور اس حرم کو امن والی چیز بنا دیا ہے، اور ان کے ارد گرد جتنے قبیلے کے لوگ ہیں وہ بدامنی کے اندر مبتلا ہیں، ان کو لوٹا جا رہا ہے، ان کو اغوا کیا جا رہا ہے، ان کو مارا جا رہا ہے، اب جبکہ تم شرک کر رہے ہو تب اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمت عطا کی ہوئی ہے، جب تم شرک چھوڑ دو گے اور صرف خدائے واحد کی عبادت کرو گے تو کیا پھر تمہیں اللہ تعالیٰ بے یار و مددگار چھوڑ دیگا؟ پھر تمہیں بدامنی میں مبتلا کر دیگا؟ خلاصہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورت میں قریش کے لوگوں کو خاص طور سے اس طرف متوجہ فرمایا ہے کہ ان کو جو کچھ نعمتیں دنیا میں ملی ہوئی ہیں وہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس گھر کی وجہ سے ہیں، بیت اللہ کی وجہ سے ہیں، تو ان کو چاہیے کہ اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کریں نہ یہ کہ بتوں کو بنا کر ان کی پوجا شروع

کردیں، شرک کا ارتکاب کرنا شروع کردیں۔

دین کے نام پر نعمت حاصل کرنے والوں کو سبق

چونکہ قرآن کریم صرف اہل عرب کے لئے نہیں آیا وہ تو رہتی دنیا تک پوری انسانیت کی رہنمائی کے لئے آیا ہے لہٰذا اس میں سبق درحقیقت یہ دیا گیا ہے کہ یوں تو سارے انسانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے سوا کسی کو معبود نہ مانیں، اس کے احکام کی اطاعت کریں لیکن خاص طور سے وہ لوگ جن کو اللہ کے دین کے نام پر دنیا میں کوئی نعمت ملی ہو تو ان کو تو خاص طور پر اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین پر پوری طرح عمل پیرا ہوں، جب کو دنیا کی نعمت کس وجہ سے ملی، دین کی وجہ سے ملی، دین کے نام پر ملی، ان کا خاص طور پر یہ فریضہ ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کی ٹھیک ٹھیک سچے دل سے پیروی کریں۔

عالم کا گناہ میں مبتلا ہونا

مثال کے طور پر ایک عالم ہے، اس کی اگر کوئی عزت کرتا ہے تو کیوں کرتا ہے؟ اور دوسروں کے مقابلے میں اس کی تعظیم کرتا ہے تو کیوں کرتا ہے؟ اس لئے کرتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کے پاس دین کا علم ہے، دین کی وجہ سے اس کی عزت کر رہے ہیں، اگر وہ عالم پھسل جائے اور وہ اپنی اکڑ میں آجائے اور یہ سوچ کر کہ یہ ساری دنیا میری تعظیم کر رہی ہے وہ تکبر میں مبتلا ہو جائے اور خود دین کے احکام کو چھوڑ بیٹھے تو یہ عام آدمی کے بگڑنے سے زیادہ برا ہے، زیادہ خطرناک ہے،

زیادہ سنگین ہے، ایسا شخص جو علم کے ساتھ نسبت رکھتا ہے اللہ بچائے وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے، یا گناہ کے کاموں میں مبتلا ہو جائے اور آدمیوں سے اتنی زیادہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی، لیکن دین کے ساتھ تعلق رکھنے والا ایسا کرے تو بہت برا ہے، کوئی آدمی ہے جس کو لوگ نیک سمجھتے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے نیکی کا اعتقاد ہے، وہ اگر کوئی گناہ کا کام کرے، ناجائز کام کرے تو یہ عام آدمی کے ناجائز کام کرنے سے زیادہ سنگین اور زیادہ قابل گرفت ہے۔

عالم کے ذریعہ جہنم دھکائی جائے گی

علم کی بڑی فضیلت حدیث میں آئی ہے لیکن ساتھ ساتھ ایک حدیث ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، اس کا تصور کر کے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، حدیث میں یہ ہے کہ سب سے پہلے جہنم جو دہکائی جائے گی وہ ایک عالم کے ذریعے دہکائی جائے گی- العیاذ باللہ- اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے، اپنی پناہ میں رکھے تو عالم تو تھا، علم تھا اس کے پاس، لیکن اس نے اپنے علم پر عمل نہ کیا اور ناجائز اور گناہ کے کام میں مبتلا رہا، اس واسطے اس کو دوسروں سے پہلے جہنم میں داخل کیا جائے گا، تو جو بھی نعمت اگر دین کی وجہ سے ملی ہے، اگر اس کی ناقدری کی جائے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی بڑا سخت ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا

دیکھو یہ ملک ہمارا پاکستان، یہ کس چیز کے نام پر حاصل ہوا، ابھی ایسے لوگ ہیں دنیا میں جنہوں نے پاکستان بننے کا وقت دیکھا ہے اور اس وقت کی فضا ان کے

ذہن میں ہے، وہ نعرے ان کے ذہنوں میں گونجتے ہیں، جن میں کہا گیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہ ،گلی گلی یہ نعرے لگ رہے تھے تو یہ پاکستان کی نعمت اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائی، حالانکہ اس پاکستان کے بننے میں ہندو ہمارا دشمن تھا، انگریز ہمارا دشمن تھا، سکھ ہمارے دشمن تھے اور کوئی بھی اسلام کے نام پر ملک کے قیام کا روادار نہیں تھا، لیکن ان تین چکیوں کی پاٹ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے غیب سے اپنے فضل وکرم سے یہ نعمت ہمیں عطا فرمائی، اسی لئے اس کو کہا جاتا ہے مملکت خداداد پاکستان، خدا کی دی ہوئی مملکت، یہ نعمت ہمیں ملی، کس لئے ملی، دین کے نام پر ملی، لاالہ الاالله کے نام پر ملی، مسلمان ہونے کے ناطے ملی، مسلمانوں کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے الگ علاقہ عطا فرمایا اور ایسی نعمت عطا فرمائی کہ اگر وسائل کے لحاظ سے دیکھو تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو وسائل ہمارے ملک کو عطا فرمائے ہیں، شاذ و نادر ہی کسی ملک کو ملتے ہیں، دریا اس میں ہیں، پہاڑ اس میں ہیں، سبزہ اس میں ہے، صحرا اس میں ہے، وسائل کے لحاظ سے مالا مال ملک اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اور دین کے نام پر عطا فرمایا، اب اگر یہ نعمت جو دین کے نام پر ملی، اس کی ہم ناقدری کریں اور دین ہی کے خلاف، دین ہی کی دشمنی میں یہاں کاروائیاں شروع کر دیں تو بتاؤ کہ اللہ کا عذاب آئے گا یا نہیں آئے گا۔

پاکستان اللہ کی عظیم نعمت ہے

اس لئے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ آج ساٹھ سال سے زیادہ کی مدت گزر چکی ہے، اور نہ جانے کتنے مواقع اس کے اوپر ایسے آئے ہیں کہ جہاں یہ معلوم

ہوتا تھا کہ اب گیا اور تب گیا، اس کے اوپر نہ جانے کتنے مشکل وقت آئے ہیں، کتنے کڑے وقت آئے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے نہ جانے کتنے بزرگوں کی دعائیں تھیں، نہ جانے کتنے مخلص مسلمانوں کی قربانیاں تھیں، جس کے نتیجے میں ان تمام مشکل اوقات سے اللہ تعالیٰ گزارتا چلا آرہا ہے، بحران آتے ہیں نکل جاتے ہیں، مشکلات آتی ہیں پھر دور ہوجاتی ہیں، یہ پوری تاریخ آپ دیکھ لو کہ ہماری تاریخ میں بحرانوں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ابھی تک قائم رکھا ہوا ہے کوئی کہتا ہے کہ جو خدا کے منکر ہیں انہوں نے بھی پاکستان میں آکر خدا کو دیکھ لیا کہ اگر اسے صرف انسان چلانے والے ہوتے تو اب تک یہ ختم بھی ہوچکا ہوتا لیکن خدا ہی چلا رہا ہے اس ملک کو، یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اس لحاظ سے ابھی تک موجود ہے، بہت بڑی نعمت اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے۔

یہ صورت بڑی خوفناک ہے

لیکن جس رفتار سے ہم بے دینی کی طرف جارہے ہیں، جس رفتار سے ہم نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کو اپنا شیوہ بنا رکھا ہے، وہ بڑی خوفناک ہے، اور جو اب صورتحال ہے سوات میں، اور شمالی علاقہ جات میں جو صورتحال بنی ہوئی ہے ایک آگ بھڑک رہی ہے اور اس آگ کے اندر مسلمان ہی مسلمان کے گلے کاٹ رہا ہے اور مسلمان ہی مسلمان کے اوپر حملہ آور ہورہا ہے، ایک دوسرے کی لاشیں گرا رہے ہیں، جو قوت دشمنوں کے خلاف صرف ہونی ہے وہ آپس میں ایک دوسرے کو مارنے میں صرف ہورہی ہے، یہ نتیجہ اس بات کا ہے کہ

اللہ نے دین کے نام پر جو ملک دیا تھا، ہم نے دین سے دوری اختیار کی، اور چاہیے تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ بنائیں لیکن ہم نے پتہ نہیں کتنے معبود بنا رکھے ہیں، یہ امریکہ ہے، یہ برطانیہ ہے، یہ روس ہے، بڑی سپر طاقتیں ہیں، ان کو عملاً اپنا معبود بنا رکھا ہے، ان کو خوش کرنے کے لئے سارے اقدامات ہو رہے ہیں، ان کی خوشامد کے لئے سارے کام ہو رہے ہیں، اور اپنے دین اور ملک کی فلاح و بہبود پس پشت بنی ہوئی ہے، ان کے سامنے بھیک کا پیالہ لئے ہوئے ہم ہر وقت کھڑے ہوئے ہیں، اور وہ بھیک دینے سے پہلے ہم پر شرطیں عائد کرتے ہیں، اور اپنے منصوبے ہم سے نافذ کرواتے ہیں، اور اس کے نتیجے میں ساری صورتحال ہمارے سامنے ہے۔

بنیادی سبق

بنیادی سبق ہم سب کے لئے اس سورت کریمہ سے ملتا ہے وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس نعمت کی قدر پہچانتے ہوئے ہم میں سے ہر شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے، اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔

پورا معاشرہ بے دینی کا شکار

اس وقت پورا معاشرہ ہمارا بے دینی کا شکار ہے، کرپشن، حرام خوری، ایک دوسرے کے اوپر ظلم، عیش، ایک دوسرے کے اوپر بہتان، اس کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے، عریانی اور فحاشی، گھر گھر میں ٹی وی کے ذریعے عریانی اور فحاشی کا ایک

مرکز بنا ہوا ہے، جو مناظر دیکھنے کا کسی کو موقع نہیں ملتا تھا وہ گھر گھر میں ہر لمحہ ہر آن ہر لحظہ موجود ہیں، اس ساری صورتحال کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو اپنا کرم فرمایا ہوا ہے، ورنہ نہ جانے کون سا عذاب نازل ہو جاتا، لیکن اس صورتحال کے نتیجے میں آج ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں جس پر آج ہر مسلمان کا دل بے چین ہے اور رو رہا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے موقع کے لئے فرمایا ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ اپنی اصلاح کی فکر کرے، اپنے گھر کے ماحول کو درست کرے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرے، اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے اور گڑگڑائے اور توبہ واستغفار کر کے اپنی بھی اور تمام مسلمانوں کے گناہوں کی معافی مانگے، حرام خوری کو چھوڑے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اس کے سوا کوئی اس مشکل کا حل نہیں۔

آج وہ ماحول ختم ہو گیا

ایک زمانہ تھا کہ جب کبھی اس قسم کے حالات پیدا ہوا کرتے تھے تو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے تھے، گھر گھر آیت کریمہ کا ختم ہوتا تھا، گھر گھر دعائیں مانگی جاتی تھیں، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا تھا، لیکن آج وہ ماحول بھی ختم ہو گیا اور اب تبصرے تو ہیں، مجلسوں میں بیٹھ کر تبصرے ضرور کریں گے، اس کے لئے جتنا وقت تبصرے میں صرف کر رہے ہیں، جتنا وقت گپ شپ میں صرف ہو رہا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رجوع میں صرف کریں، اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں، اس سے توبہ استغفار کریں تو کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم

سے ہمارے حالات پر رحم فرما کر ہمیں اس مشکل سے نکال دے۔

حکمران تمہارے اعمال کا آئینہ

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے حکمران خود تمہارے اعمال کا آئینہ ہوتے ہیں، اگر تم ٹھیک ہو جاؤ تو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے اوپر حکمران بھی اچھے عطا فرما دیں گے اور پھر اس صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی، بھائی یہ پیغام ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کو پہنچائے، یہ توبہ کا وقت ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا وقت ہے، اس کا جہاں تک اہتمام ہو سکے ایک دوسرے کو پہنچائیں اور زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں توفیق عطا فرمائے اور اس مشکل وقت سے ہمیں نکال دے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین

سورۃ الفیل اور اسکا پس منظر

(۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	:	جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	:	24th-Apr-2009
وقت خطاب	:	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	:	جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

سورۃ الفیل اور اس کا پس منظر

(۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا،مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَھَادِیَ لَہ،وَ اَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ،وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَ نَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ،صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً. اما بعد: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٭ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ٭ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَظْلِیْلٍ ٭ وَّ اَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ٭ تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ٭ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ٭ آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولا نا العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذلک من الشٰھدین و الشٰکرین والحمد للّٰہ رب العٰلمین .

تمہید

بزرگان محترم اور برادران عزیز! پچھلے عرصے سے میں نے یہ سلسلہ شروع

کیا تھا کہ قرآن کریم کی جو سورتیں ہم بکثرت پڑھتے اور سنتے ہیں ان کی کچھ تشریح اور تفسیر آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں تا کہ جب وہ سورتیں ہم قرآن کریم میں پڑھیں، یا نمازوں میں پڑھیں، یا سنیں تو کم از کم ان کا اجمالی مفہوم اور ان سے ملنے والے سبق ہمارے ذہنوں میں آئیں، اور اس سے نمازوں کی خشوع میں اضافہ ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورۃ الفاتحہ اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کی تفسیر اور تشریح بقدر ضرورت آپ حضرات کی خدمت میں پہلے عرض کر چکا ہوں، آج ایسی ہی ایک سورت کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، یہ سورت بھی اکثر مسلمانوں کو یاد ہوتی ہے، یہ سورۃ الفیل کہلاتی ہے، اور جو لوگ تراویح کی نماز جماعت سے نہ پڑھ سکیں، یا قرآن کریم تراویح میں ختم نہ کرسکیں تو عام طور سے الم ترکیف سے آخر قرآن تک دس سورتیں ہیں، ان کو پڑھتے ہیں اور ان سے تراویح میں بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

سورۂ فیل کا ترجمہ

اس سورت کا میں پہلے ترجمہ کرتا ہوں، اس کے بعد اس کا پس منظر، اس کی تشریح انشاء اللہ عرض کروں گا، باری تعالیٰ نے اس چھوٹی سی سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: اَلَمْ تَرَ. کیا آپ نے نہیں دیکھا؟ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ. کہ آپ کے پروردگار نے اصحاب فیل یعنی ہاتھی والوں کے لشکر کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ. کیا ایسا نہیں ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی ساری تدبیریں ناکام

بنادیں: وَاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْل. اوران کے اوپر ایسے پرندے چھوڑ دیے جو ابابیل کی شکل میں تھے: فَجَعَلَهُمْ کَعَصْفٍ مَّأْکُوْل. پھران کو ایسا بنادیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ، یعنی جیسے کوئی مویشی گائیں بیل بھینس چارہ کھانے کے بعد اس کا بھوسا اگل دیں تو وہ ایسا ہوگیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ، یعنی وہ سب کے سب تباہ ہوگئے اور برباد ہوگئے یہ ہے اس سورت کا ترجمہ:.

اس سورت کا پس منظر

پس منظر اس کا یہ ہے کہ قرآن کریم نے جس واقعہ کی طرف اس سورت اشارہ فرمایا، یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے کا واقعہ ہے، اور یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے شمار ہوتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ معجزات ایسے ہیں جو آپ کی تشریف آوری کے بعد ظاہر ہوئے، اور کچھ معجزے ایسے ہیں جو آپ کی تشریف آوری سے پہلے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ظاہر فردئے تھے، اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے، جیسے جب سورج نکلنے والا ہوتا ہے، ابھی نکلا نہیں ہوتا، لیکن نکلنے والا ہوتا ہے تو اس کی روشنی اور سفیدی افق پر پھیلنے لگتی ہے، وہ سفیدی اور سرخی، شفق کی سرخی وہ اس بات کا پیغام دیتی ہے، اس بات کی خبر دیتی ہے کہ سورج نکلنے والا ہے، اسی طرح جب کوئی جلیل القدر پیغمبر دنیا میں تشریف لانے والے ہوتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کی کچھ نشانیاں دنیا کو دکھاتے ہیں، جو اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ایک پیغمبر بھیجنے والے ہیں، جو اس

دنیا میں نور پھیلائیں گے، یہ جو معجزات نبی کے آنے سے پہلے بھیجے جاتے ہیں انہیں اصطلاح میں ارحاق کہتے ہیں، معجزہ تو اس کو کہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ظاہر ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے کی نشانیاں

اور ارحاق اس کو کہتے ہیں کہ آپ کے آنے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کی کچھ نشانیاں دنیا کو دکھائیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ کسریٰ کے محل کے کنگرے اچانک گر گئے تھے جو اس بات کی پیشن گوئی اور اس بات کی علامت تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے تو قیصر وکسریٰ کا غرور خاک میں مل جائے گا، ایران کا وہ آتش کدہ جس میں سینکڑوں سال سے آگ جل رہی تھی اور لوگ اس کی پوجا کیا کرتے تھے وہ آگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اچانک ٹھنڈی ہوگئی، یہ سینکڑوں سال سے جلی ہوئی تھی، یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارحاقات میں سے ایک معجزہ تھا اور ایک معجزہ یہ ہے جو اس سورت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

بیت اللہ کی ضرورت

اس کا پس منظر یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ کعبہ شریف بیت اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس دنیا کے اندر ایسا گھر بنایا جسے اپنی طرف منسوب فرمایا کہ یہ میرا گھر ہے، حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی گھر کے محتاج نہیں، ایسا نہیں ہے کہ وہ اس گھر میں رہتے ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ تو سارے عالم پر محیط ہیں، ان کو

کسی گھر کی ضرورت نہیں، انکو کسی رہائش گاہ کی ضرورت نہیں، لیکن چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ انسان کو نظر نہیں آتے اور انسان کی فطرت یہ ہے کہ جب وہ اللہ کو پکارے تو کوئی ایسی چیز اس کے سامنے ہو کہ جس سے آدمی لگ لپٹ کر اپنے پروردگار کو پکار سکے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مقصد کے لئے بیت اللہ تعمیر فرمایا، اور یہ بیت اللہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے تعمیر ہوتا چلا آرہا ہے، حضرت آدم علیہ السلام ہی نے اس کی سب سے پہلی تعمیر کی، کچھ عرصے بعد انبیاء علیہم السلام میں سے کچھ انبیاء علیہم السلام آتے، اور اس کا طواف کرتے، اور عبادت کرتے، لیکن کچھ عرصے بعد وہ عمارت برقرار نہ رہی، روایتیں مختلف ہیں کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت جو طوفان آیا، اس کے اندر اس بیت اللہ کی عمارت باقی نہ رہی۔

حضرت ابراہیم اور بیت اللہ تعمیر

جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو اس وقت بیت اللہ کی عمارت موجود نہیں تھی، بنیادیں موجود تھیں، اور جگہ موجود تھی، لیکن عمارت نہیں تھی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی تعمیر کریں، چنانچہ انہوں نے تعمیر فرمائی اور قرآن کریم نے اسکا ذکر کیا:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْل. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ . (البقرة: ۱۲۷)

اس وقت کو یاد کرو جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کو اٹھا رہے

تھے، اس میں اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ نئی تعمیر نہیں تھی، بنیادیں پہلے سے موجود تھیں، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر اس کی بنیادیں اٹھا رہے تھے، اور یہ دعا کر رہے تھے کہ اے میرے پروردگار! ہماری یہ خدمت اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے، غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا۔

لوگوں میں حج کا اعلان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَأْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّأْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ. (الحج : ۲۷)

اب تم نے کعبہ تعمیر کر دیا اب ایک اعلان عام کرو سارے انسانوں کے لئے کہ اب اللہ کا گھر تعمیر ہو گیا ہے، اب حج کرنے کے لئے اس میں عبادت کرنے کے لئے آؤ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ٹیلے پر چڑھ کر آواز دی انسانوں کو کہ اے آدم کے بیٹو! اے انسانوں! یہ اللہ کا گھر تعمیر ہو چکا ہے، اب اس کے پاس عبادت کرنے کے لئے اور حج کرنے کے لئے آؤ، یہ آواز لگائی، اور آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب کوئی حاجی یا عمرہ کرنے والا احرام باندھ کر جاتا ہے تو کیا کہتا ہے: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ. کے معنی ہیں، میں حاضر ہوں، یہ جواب ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز کا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لگائی گئی تھی: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ. اے اللہ! میں حاضر ہوں، آپ کے ارشاد کی تعمیر کے لئے

حاضر ہوں: لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ . آپ کے سوا کوئی شریک نہیں ہے، آپ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے میں حاضر ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آواز ساری دنیا تک پہنچا دی اور اس کے جواب میں ہر سال لوگ حج کے لئے جاتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے بیت اللہ شریف قائم ہے، اور اطراف عالم کے لوگ اس کا حج کرنے کے لئے آتے ہیں، یہ سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کے بعد ٹھیک ٹھیک چلتا رہا۔

زمانہ جاہلیت اور بیت اللہ کی اہمیت

بعد میں عرب کے اندر بت پرست پیدا ہوگئے، انہوں نے بت پرستی شروع کردی، لیکن بیت اللہ کے حج کرنے کا سلسلہ پھر بھی جاری رہا یعنی جاہلیت کے زمانے میں بھی جب لوگ شرک کرنے لگے تھے، بتوں کو پوجتے تھے، لیکن بیت اللہ کی عظمت کے قائل تھے، بیت اللہ کی حرمت کے قائل تھے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کے لئے بیت اللہ کے پاس آیا کرتے تھے، ہر سال حج ہوا کرتا تھا، جاہلیت کے زمانے میں بھی حج ہوتا تھا، اس بیت اللہ کی مرکزیت کی وجہ سے مکہ مکرمہ اور اس میں رہنے والے لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک اعزاز بخشا تھا، سارے عرب کے قبیلے حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آتے تھے، چونکہ قریش کے لوگ اس بیت اللہ کے پاسبان تھے اور اس کی نگرانی کیا کرتے تھے، اس واسطے لوگ ان قریش والوں کی عزت بھی کرتے تھے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ہر سال پورے عرب کے لوگ بیت اللہ کے پاس جمع ہوتے، اجتماعی اتحاد کا مظاہرہ ہوتا، لوگ قریش کی عظمت اور

ان کی تعظیم وتوقیر کا مظاہرہ کرتے تھے، یہ صوتحال چلی آرہی تھی۔

ابرھہ کے دل میں حسد

جزیرہ عرب میں ایک دوسرا بڑا ملک ''یمن'' تھا جو آج بھی ہے، ا[illegible]ن کہلاتا ہے، یمن یہ جزیرہ عرب کے جنوب مشرق میں واقع ہے اور یہ اس زمانے میں ایک بڑی سلطنت تھی اور وہاں کا جو بادشاہ تھا وہ ابرہہ کہلاتا تھا، اس نے یہ دیکھا کہ سارے عرب کے لوگ یہاں تک کہ یمن کے لوگ بھی حج کے موسم میں حج کرنے کے لئے بیت اللہ جاتے ہیں، اور اس کی وجہ سے مکہ مکرمہ کو زبردست مرکزیت حاصل ہے، قریش کے لوگوں کا بڑا احترام کیا جاتا ہے تو اس کے دل میں حسد پیدا ہوئی، جلن پیدا ہوئی کہ یہ سارے عرب کے لوگ یہ مکہ مکرمہ کو اپنا مرکز بنائے ہوئے ہیں، اور جاکر عبادت کرتے ہیں، قریش کے لوگوں کو فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں تو کیوں نہ ہم ایک ایسا گھر یمن میں بنالیں، چنانچہ وہ عیسائی بادشاہ تھا، اس نے اپنے یمن کے اندر بڑا شاندار کلیسا تعمیر کیا، بیت اللہ کو اگر آپ دیکھیں کہ یہ اندر پتھروں سے بنا ہوا ہے، پلاسٹر بھی نہیں ہے، اس پر غلاف ضرور چڑھایا جاتا ہے لیکن جہاں تک تعمیر کا تعلق ہے اس کے اوپر پلاسٹر بھی نہیں ہے، وہ پتھروں کو جوڑ کر بنایا گیا ہے، لیکن ابرھہ نے یمن کے اندر جو کلیسا بنایا وہ بڑا عالیشان، سنگ مرمر کی تعمیر تھی، اور اس کے اوپر بڑا پیسا خرچ کیا، بڑا شان وشوکت والا کلیسا بنایا، اور یمن کے لوگوں سے یہ کہا کہ خبردار! اب آج کے بعد کوئی شخص حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ گیا، اب سارے لوگ یہاں پر کلیسا میں حج کریں گے، جب یہ بات اس نے

پھیلائی کہ میں نے کعبہ بنادیا ہے، لوگوں کو چاہیے کہ یہاں پر عبادت کریں تو ظاہر ہے کہ اس سے اہل عرب میں اشتعال پیدا ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے بیت اللہ کی حرمت نا قابل انکار رہی ہے، اور ہر دور کے لوگ یہاں پر آ کر حج کرتے رہے ہیں، اچانک ابرہہ نے یمن کے اندر ایک گھر بنادیا ہے تو لوگوں میں اشتعال پیدا ہوا۔

کلیسا میں نجاست

اور یہ روایات میں آتا ہے کہ مکہ مکرمہ سے کوئی شخص یمن گیا اور یمن جا کر اس نے اس کلیسا کے اندر نجاست پھیلا دی، بعض روایات کے اندر آتا ہے کہ اس نے وہاں جا کر پاخانہ کردیا، اس سے وہاں اشتعال پیدا ہوگیا اور ایک روایات میں آتا ہے کہ اس کلیسا کو آگ لگانے کی کوشش کی، جب یہ خبر ابرہہ بادشاہ کو ہوئی تو اس نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا، جب تک مکہ مکرمہ کے بیت اللہ کو اپنے ہاتھ سے منہدم نہ کردوں، اور اس غرض کے لئے اس نے لشکر تیار کرنا شروع کیا، جو مکہ مکرمہ پر چڑھائی کرے اور چڑھائی کر کے معاذ اللہ بیت اللہ کی عمارت کو منہدم کردے۔

ہاتھیوں کا لشکر

یہ لشکر جو اس نے تیار کیا، یہ بڑے بڑے ہاتھیوں پر مشتمل تھا، اور خود ابرہہ ایک بڑے ہاتھی پر سوار تھا، وہ ہاتھیوں کا لشکر یمن سے بیت اللہ کو ڈھانے کے لئے روانہ ہوا، اور پوری شان وشوکت کے ساتھ روانہ ہوا، بڑا زبردست لشکر تھا، سازو

سامان، اسلحہ، ہتھیار، سب چیزیں لے کر یہ یمن سے روانہ ہوا، راستے میں عرب کے کچھ قبیلے پڑتے تھے، جب وہ راستے سے گزرتا تو عرب کے قبیلے اس کی مزاحمت کرنا چاہتے کہ ہم اس کو روکیں، کئی جگہ عرب کے لوگوں نے اس کو روکنے کی کوشش کی، لڑائیاں ہوئیں، لیکن ابرہہ کا جو لشکر تھا، وہ اپنی قوت اور تعداد کے لحاظ سے سب پر بھاری تھا، جتنے راستے کی مزاحمتیں تھیں ان کو کچلتا ہوا وہ آگے بڑھتا گیا، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے طائف تک پہنچ گیا، طائف مکہ مکرمہ سے کچھ ہی فاصلے پر مشہور شہر ہے، آج تو ایک گھنٹے کی ڈرائیو پر آدمی پہنچ جاتا ہے، اُس وقت وہاں پہنچنے میں دو تین دن لگا کرتے تھے، طائف کے قریب پہنچ گیا، اور پورا ارادہ کیا ہوا تھا بیت اللہ کے اوپر حملہ آور ہونے کا، یہاں تک بات پہنچی ہے، لیکن ٹائم ختم ہو رہا ہے، اور واقعہ کے اجزا باقی ہیں، اور اس سلسلہ میں کچھ باتیں میں نے عرض کرنی ہیں، وہ بھی باقی ہیں، لیکن چونکہ وقت ختم ہو رہا ہے اس لیے میں آج یہیں پر ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے زندگی عطا فرمائی تو اگلی مرتبہ اس کی تفسیر اور تکملہ پیش کروں گا۔

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کی حفاظت

اتنی بات یہاں عرض کر دوں یہاں یہ جو کلیسا کو جا کر آگ لگائی قریش کے لوگوں نے، یہ اس زمانہ جاہلیت کی بات تھی کہ لوگوں نے غصہ میں آ کر ایسا کر دیا، ہمارے دین نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ جو لوگ غیر مسلم ہیں، لیکن ہمارے ملک میں امن و امان کے ساتھ رہتے ہیں اور کوئی غداری نہیں کرتے، ان کی جان، ان کے مال اور ان کی عبادت گاہوں کا تحفظ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، یہاں تک کہ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے لوگ جو مسلمان ریاست میں معاہدے کے ساتھ رہتے ہیں، ان کو اہل ذمہ کہتے ہیں، یعنی ان کی ذمہ داری مسلمانوں نے لی ہوئی ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہیں تو غیر مسلم، لیکن چونکہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کی جان اور مال کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، لہٰذا جو شخص اس ذمہ داری کی خلاف ورزی کرے گا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگے گا۔ تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

حضرت فاروق اعظم کی آخری وصیت

اور حضرت فاروق اعظم نے جو آخری وصیتیں فرمائیں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو اس وصیت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جتنے اہل ذمہ ہیں، یعنی غیر مسلم ہمارے ملک میں رہتے ہیں ان کی ہم نے جان، مال اور آبرو کی ذمہ داری لی ہوئی ہے، اس بات کا پورا خیال کرنا کہ اس ذمہ داری کی خلاف ورزی نہ ہو، اور ان کی جان پر، اور ان کے مال پر اور ان کی آبرو پر، حملہ کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں، اور جو عبادت گاہیں انہوں نے اپنی بنائی ہوئی ہیں ان عبادت گاہوں کو بھی چھیڑنا مسلمانوں کے لئے درست نہیں، سنا ہے کوئی واقعہ کراچی میں اس طرح کا پیش آیا ہے کہ جس میں کچھ لوگوں نے کلیسا پر حملہ کر کے آگ لگائی، خوب سمجھ لیجئے! اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں، اور ایسا کرنا شریعت میں ہرگز جائز نہیں، جن لوگوں نے یہ کیا وہ شریعت کی خلاف ورزی ہے، ہم اس کی پوری مزمت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو چاہیے کہ اس معاملے میں جو دین کی صحیح تعلیمات ہیں، ان کو خود سمجھیں

اور دوسروں کو بھی سمجھانے کی کوشش کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

سورۃ الفیل اور اسکا پس منظر

(۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	:	جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	:	15th-May-2009
وقت خطاب	:	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	:	جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفیل اور اس کا پس منظر

(۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ نَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً. اما بعد: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۞ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۞ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۞ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۞ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۞ آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولا نا العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذلک من الشٰھدین و الشٰکرین والحمد للّٰہ رب العٰلمین ۔

تمہید

بزرگان محترم اور برادران عزیز! یہ سورۃ الفیل ہے جو میں نے ابھی آپ

کے سامنے تلاوت کی ہے اور اس کی مختصر تشریح اس وقت پیش نظر ہے، اس سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قدرت کے عظیم مظاہرے کی طرف توجہ دلائی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے کچھ پہلے پیش آیا تھا، یہ اس زمانے کی بات ہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب اس وقت مکہ مکرمہ کے سردار سمجھے جاتے تھے، واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ کعبہ شریف حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعمیر کیا ہوا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ آواز لگائی تھی کہ یہ اللہ کا گھر ہے، لوگ حج کرنے کے لیے ہر سال اس کے پاس آیا کریں، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کیا کریں، چنانچہ اہل عرب جزیرۂ عرب کے باشندے دور دور سے ہر سال حج کرنے کے لیے آیا کرتے تھے۔

یمن کا حاکم ''ابرھہ'' کا حسد

دوسری طرف یمن میں رہنے والے لوگ بھی عربی زبان بولتے تھے، لیکن ان پر ایک عیسائی حاکم کی حکومت تھی جس کو ابرہہ کہتے تھے، وہ درحقیقت حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف سے یہاں پر گورنر کے طور پر مقرر تھا، اور عیسائی مذہب کا پیروکار تھا، اس نے یہ دیکھا کہ سارے عرب کے لوگ ہر سال مکہ مکرمہ جاتے ہیں، اور وہاں عبادت کرتے ہیں، جس کی وجہ سے مکہ مکرمہ کو ایک مرکزیت حاصل ہوگئی ہے، اور سارے عرب کا ایک بنیادی شہر مکہ مکرمہ بن گیا ہے، اور جب لوگ وہاں جاتے ہیں تو تجارتی فوائد بھی اہل مکہ کو حاصل ہوتے ہیں، لوگ وہاں کا مال خریدتے

ہیں تو اس سے ان کو مالی فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے، اس نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے یمن کے شہر صغاء میں ایک ایسا عبادت کدہ بنائیں جس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جاسکے، اس نے ایک بڑا اونچا اور بڑا شاندار کلیسا تعمیر کرایا، جو وقت کے لحاظ سے فن تعمیر کا ایک بہترین شاہکار تھا، کہتے ہیں کہ اتنا اونچا تھا کہ اگر کوئی شخص اس کی جڑ میں کھڑے ہوکر اس کی چوٹی دیکھنا چاہے تو مشکل سے دیکھ پاتا تھا، اتنا اونچا کلیسا تعمیر کیا جب وہ تعمیر ہوگیا تو اس نے سارے یمن والے لوگوں پر پابندی عائد کردی کہ اب کوئی شخص حج کرنے کے لیے مکہ مکرمہ نہیں جائے گا، بلکہ یہاں پر حج کرے گا، وہاں کچھ لوگ تو عیسائی تھے ان کیلئے وہ کلیسا تو عبادت گاہ تھی، لیکن بہت سے لوگ عیسائی نہیں تھے اور بیت اللہ کی حرمت اور عظمت کے قائل تھے لیکن ابرہہ نے ان کے اوپر بھی پابندی عائد کردی کہ وہ حج کرنے کے کیلئے مکہ مکرمہ نہیں جائینگے۔

قریش میں غم وغصہ کی لہر

جب قریش کے لوگوں کو جو مکہ مکرمہ کے پاسبان تھے یہ بات معلوم ہوئی تو ان میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی کہ لوگوں کو بیت اللہ کی طرف آنے سے منع کیا جارہا ہے، سارے عرب کے لوگ بھی اور یمن کے لوگ بھی سارے بیت اللہ کی تعظیم کرتے تھے، بیت اللہ کو اپنی عبادت گاہ سمجھتے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور وہاں پر حاضر ہوکر عبادت کیا کرتے تھے، اس لئے ابرہہ کی طرف سے یہ اعلان ان سب کو بہت ہی برا لگا اور کچھ لوگوں نے انتقام کے طور پر یمن کا سفر کیا، بعض روایات میں آتا ہے کہ کسی شخص نے اس کلیسا کے اندر گندگی پھیلادی، بعض

روایتوں میں آتا ہے کہ آگ لگائی واللہ اعلم، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کیا صورت پیش آئی کہ اس کلیسا کو خراب کرنے کے لیے ناپاک کرنے کے لیے یا اس کو آگ لگانے کے لیے کسی نے کوئی کام کیا۔

بیت اللہ پر حملہ کی تیاری

ابرہہ کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے قسم کھائی کہ چونکہ کچھ لوگوں نے یہاں پر میرے کلیسا کو خراب کرنے کی کوشش کی ہے، لہٰذا جب تک میں کعبہ کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجادوں گا اور کعبہ کو نہیں ڈھادوں گا اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا، چنانچہ اس نے کعبہ کے اوپر حملہ کرنے کی تیاری شروع کی اور اس غرض کے لیے ہاتھی اکھٹے کیے، اور ایک ہاتھی تو صرف اس کا اپنا تھا، اس کا نام بھی اس نے "محمود" رکھا ہوا تھا، کہتے ہیں کہ یہ ہاتھی بہت ہی غیر معمولی قسم کی طاقت کا ہاتھی تھا، اس کے ساتھ اس نے نجاشی حبشہ کے بادشاہ کو خط لکھا کہ میں اس غرض سے کعبہ پر حملہ کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا آپ میرے پاس ہاتھیوں کی فوج بھیج دیں، چنانچہ حبشہ سے متعدد ہاتھی ابرہہ کے پاس پہنچ گئے، پروگرام اس نے یہ بنایا کہ وہاں پہنچنے کے بعد ان ہاتھیوں کے پاؤں میں زنجیریں ڈال کر اور بیت اللہ سے ان زنجیروں کو باندھ کر ہاتھیوں کو جب چلائیں گے تو معاذ اللہ کعبہ کے پتھر گر پڑیں گے اور کعبہ شہید ہو جائے گا یہ پروگرام بنا کر ایک بڑا لشکر تیار کیا، اور یمن سے بیت اللہ کی طرف روانہ ہوا، سوچو اس وقت نجاشی حبشہ بڑی طاقت سمجھی جاتی تھی، اور اس کا لشکر بڑے ساز و سامان سے آراستہ تھا، اس لیے لوگ سمجھ رہے تھے کہ یہ لشکر ایسا ہے جس کا مقابلہ کرنا

آسان نہیں، لیکن پھر بھی راستے میں جو عرب کے مختلف قبیلے پڑتے تھے انہوں نے بیت اللہ کی حرمت کی خاطر اس لشکر کا راستہ روکنے کی کوشش کی، کئی لڑائیاں راستے میں ہوئیں، لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلانا منظور تھا، تو جن جن قبیلوں نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی ان کو شکست ہوتی چلی گئی، اور یہ لشکر ان تمام قبیلوں پر فتح پاتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔

طائف کے لوگوں کا صلح کرنا

یہاں تک کہ طائف پہنچ گیا جو مکہ مکرمہ کے قریب ایک شہر ہے، پہاڑی علاقے پر واقع ہے، آج تو گاڑی سے ایک گھنٹے کا فاصلہ رہ گیا ہے، لیکن اس وقت تین دن کی مسافت ہوا کرتی تھی، طائف کے لوگوں نے یہ دیکھا کہ یہ سارے لشکروں کو پامال کرتا ہوا آرہا ہے، اور ہم نے بھی اس کا مقابلہ کیا تو ہمیں بھی شکست ہو جائے گی، لہٰذا طائف کے لوگوں نے اس کے ساتھ صلح کرلی، اور اپنا ایک آدمی راہنمائی کے لیے اس کے ساتھ بھیج دیا کہ یہ آپ کو راستہ بتائے گا بیت اللہ تک پہنچنے کا، چنانچہ اس شخص کی راہنمائی میں یہ لشکر اور آگے بڑھا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ سے کچھ فاصلے پر ایک جگہ آتی تھی، جب یہ لشکر وہاں پہنچا تو وہاں اہل مکہ کے اونٹ چر رہے تھے، جن میں سے دو سو اونٹ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبد المطلب ؓ کے بھی تھے، وہ ان کے ذاتی اونٹ تھے، لشکر نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اونٹوں پر قبضہ کرلیا، اس زمانے میں اونٹ کی بڑی قدر و قیمت تھی، اہل عرب کے یہاں اونٹ سب سے بڑی دولت سمجھی جاتی تھی، دو سو اونٹ وہاں پر چر رہے تھے، ان پر قبضہ جمالیا۔

اہل مکہ کو پیغام بھیجا

اور اس کے بعد انہوں نے اہل مکہ کے پاس پیغام بھیجا کہ اے مکہ کے باشندو! ہمیں تمہیں ہلاک کرنا پیش نظر نہیں ہے، ہم تمہیں مارنا نہیں چاہتے، لیکن ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم بیت اللہ کو ڈھانا چاہتے ہیں، کعبہ کو منہدم کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ لوگ رکاوٹ نہ ڈالو تو ہم آپ کو کچھ نہیں کہیں گے، آپ خاموش بیٹھے رہو، ہم بیت اللہ کو ڈھا کر واپس چلے جائیں گے، یہ پیغام لے کر جب ایک شخص حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے، اور مکہ مکرمہ کے سردار سمجھے جاتے تھے تو حضرت عبدالمطلب نے ان سے کہا کہ دیکھو بھئی! جہاں تک مقابلہ کرنے کا تعلق ہے، تو اتنے بڑے لشکر کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے، لیکن اگر وہ مقابلہ نہ کرنے کا اطمینان چاہتا ہے تو ہم اطمینان دلاتے ہیں کہ ہم کوئی مقابلہ نہیں کریں گے، لیکن ایک بات سمجھ لو کہ ہم تو مقابلہ نہیں کریں گے، لیکن یہ گھر میرا تیرا گھر نہیں ہے، یہ اللہ کا گھر ہے، اللہ کے حکم سے بنا ہے، میں یہ وارنگ ضرور دیتا ہوں کہ اگر وہ اس کے اوپر حملہ کرنے کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ خود حفاظت کریں گے، ہمیں حفاظت کرنے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت کرنے کے محتاج نہیں اور اس کے نتیجے میں کوئی عذاب آئے تو ہمارے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے ہاں ٹھیک ہے ہم خود مقابلہ نہیں کریں گے، جو شخص یہ پیغام لے کر گیا تھا اس نے کہا کہ اچھا آپ یہ بات براہ راست جا کر ''ابرہہ'' سے کہہ دو، اور آپ کی ملاقات کا ہم انتظام کراتے ہیں، حضرت عبدلمطلب ابرہہ کے پاس پہنچے تو ابرہہ نے دیکھا کہ

نہایت ہی نورانی چہرہ، بڑے خوب صورت اور بڑے باوقار شخص تشریف لائیں ہیں، تو ان کو دیکھ کر ابرہہ متاثر ہوا، اور کہا کہ میں آپ سے مل کر بہت متاثر ہوا ہوں، لیکن میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم اس کام کے لئے آئے ہیں، اور یہ کام کر کے جانا چاہتے ہیں، آپ ہم سے مقابلہ نہ کرو تو ہم آپ سب کو امان دیتے ہیں کہ کسی کا کچھ بال بیکا بھی نہیں ہوگا، لیکن ہمارے بیت اللہ کو ڈھانے میں آپ کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں۔

اپنے اونٹوں کی فکر ہے بیت اللہ کی نہیں

حضرت عبد المطلب نے کہا کہ میں جو آپ کے پاس آیا ہوں، وہ آپ کو صرف ایک بات کہنے کے لئے آیا ہوں، اور کوئی میرا مقصد نہیں ہے، وہ یہ کہ آپ نے میرے اور میرے دوستوں کے جو اونٹ پکڑ لئے ہیں، ان میں سے دوسو اونٹ میرے ہیں، اور کچھ میرے دوستوں کے ہیں، ان پر قبضہ کر لیا ہے، وہ اونٹ ہمیں واپس کر دو، پھر ہم آپ کو کچھ نہیں کہیں گے، تو ابرہہ نے کہا کہ آپ کو جو سب سے پہلے دیکھا تھا تو آپ کی بڑی قدر و منزلت میرے دل میں پیدا ہوئی تھی کہ آپ بڑے شریف آدمی ہیں، لیکن یہ بات سن کر مجھے بڑی مایوسی ہو رہی ہے کہ آپ کو تو اپنے اونٹ کی تو بڑی فکر ہے کہ اونٹ واپس کر دو۔

یہ میرا گھر نہیں اللہ کا گھر ہے

اور جس گھر کو آپ اللہ کا گھر کہتے ہو، اور اس کو اپنی عبادت گاہ مانتے ہو، اس کی کوئی فکر نہیں، اس کے بارے میں آپ نے مجھ سے ایک لفظ بھی نہیں کہا کہ اس پر حملہ نہ کرو، تو اس کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ کو اپنے اونٹ کعبہ سے بھی زیادہ عزیز

ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دنیا دار آدمی ہیں اور اپنے خدا اور اپنے مذہب اور اپنے دین کی کوئی فکر آپ کو نہیں، میں پہلے تو آپ کو بہت اچھا سمجھ رہا تھا، اب معلوم ہوا کہ آپ تو بہت گھٹیا ذہن کے آدمی ہیں، حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا کہ بات دراصل یہ ہے کہ جس گھر پر آپ حملہ کرنے آئے ہو، وہ میرا گھر نہیں ہے، کسی انسان کا گھر نہیں ہے، وہ اللہ کا گھر ہے، لہٰذا اس کو ہماری حفاظت کی کوئی محتاجگی نہیں ہے اور نہ اس کو اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ کی منت سماجت کی جائے، اور اس کو بچانے کے لئے حفاظت کی جائے، جس کا گھر ہے، وہ اس کو خود بچائے گا، اور اس صورت میں آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عذاب آیا تو آپ خود اس کا نشانہ بنو گے، میری ملکیت میں اونٹ تھے، اس لئے میں نے اونٹ کے بارے میں آپ سے بات کرلی، اونٹ واپس کرنے کے بعد آپ اگر چاہو حملہ کر کے دیکھ لو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت ہونی ہے، اور ہو کر رہے گی، اس لئے مجھے کعبہ کے بارے میں بات کرنے کی ضرورت نہیں، وہ اس بات سے کچھ متاثر ہوا، اور بالآخر اس نے اونٹ واپس کردیئے، حضرت عبدالمطلب اونٹ لے کر آئے۔

کعبہ شریف پکڑ کر دعا کرنا

اور کعبہ شریف کی چوکھٹ پکڑ کر اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے، ہم اس کے آگے بے بس ہیں، آپ ہی اپنے فضل وکرم سے اپنی قدرت کاملہ کا مظاہرہ فرمائیں، اور اس لشکر کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملائیں، ہم اس کا تحمل نہیں کرسکتے، آپ اپنے فضل وکرم سے اس

کی حفاظت فرمائیں، دعا کرنے کے بعد مکہ مکرمہ کے آس پاس جو پہاڑ تھے، ان کی چوٹیوں کے اوپر کھڑے ہو گئے، کیونکہ ان کو اس بات کا تو یقین تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا، اور جب عذاب آتا ہے تو اس میں ہر ایک ہی نشانہ بن جاتا ہے، لہٰذا سب اپنے گھروں کو خالی کر کے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو گئے۔

ابرھہ کے لشکر پر عذاب

ادھر جب ابرہہ نے مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا تو جس محمود نامی ہاتھی پر وہ بیٹھا تھا، جب اس کو آگے چلاتا ہے تو وہ ہاتھی بیٹھ جاتا ہے اور اس کو کوڑے مارے جا رہے ہیں، لیکن اٹھتا ہی نہیں، یہاں تک کہ لوہے کی سلاخوں سے اس کو مارا گیا، اس کے باوجود بھی اٹھنے کو تیار نہیں، لوگوں نے ہزار کوشش کر لی لیکن مکہ کی سمت نہیں اٹھتا، دائیں موڑتے ہیں تو چل پڑتا ہے، بائیں موڑتے ہیں تو چل پڑتا ہے، لیکن مکہ کی سمت چلنے کے لئے تیار نہیں، سارے حربے آزما لئے مگر وہ آگے نہیں بڑھتا، اسی شش و پنج میں تھے کہ اتنے میں دریا کی طرف سے پرندوں کا ایک غول آیا، اور پرندے بھی عجیب وغریب قسم کے تھے جو دنیا میں اس سے پہلے نہیں دیکھے گئے اور نہ بعد میں دیکھے گئے، روایات میں آتا ہے کہ کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے، اور چڑیا سے کچھ بڑے تھے، ایسے پرندے تھے اور ان کا پورا غول آیا دریا کی طرف سے اور ہر ایک پرندے کی چونچ میں مسور کے دانے کے برابر کنکریاں تھیں، اور جب وہ غول اس لشکر کے اوپر آیا تو اس نے وہ کنکریاں پھینکنی شروع کیں، چھوٹی چھوٹی کنکریاں جو مسور کے چنے کے دانہ کے برابر تھیں، وہ پھینکنی شروع کیں، اس کا اثر یہ

ہوا کہ جو کنکری جس کے سر پر آکر گرتی وہ پورے جسم سے نکلتی ہوئی پاؤں سے نکل جاتی، اور جس شخص کو بھی وہ کنکری لگتی تو پستول کی گولی سے بھی زیادہ طاقت کے ساتھ اس کے جسم کو پھاڑ دیتی، نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے ہاتھی کے لئے ایک ایک کنکری کافی ہوگئی اور ان میں سے بعض ہاتھی پیٹھ موڑ کر واپس بھاگنے لگے اور سارے لشکر میں افراتفری پھیل گئی اور بیشتر افراد ان کنکریوں سے ہلاک ہوئے اور کچھ لوگ جو کسی طرح بچ نکل کر کامیاب ہوگئے تھے وہ خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہوکر کچھ راستے میں مر گئے، کوئی یمن جا کر مرا، اور خود یہ ابرہہ، اس کو اللہ پاک نے زیادہ بڑی سزا دینی تھی، تو یہ اس وقت تو نہیں مرا، لیکن یہ واپس روانہ ہوا تو راستے میں سخت بیماریوں کا شکار ہوا، اور اس کا جسم گلنے سڑنے لگا، یہاں تک کہ صنعاء جو اس کا دارالحکومت تھا، وہاں پہنچا تو اس کا جسم گل سڑ گیا، اسی میں ہلاک ہوا۔

دو آدمی بچے

ان میں سے دو آدمی اس طرح بچے کہ وہ اندھے ہو چکے تھے، اور اپاہج بھی ہو چکے تھے، نہ چلنے پھرنے کے قابل تھے اور نہ دیکھنے سننے کے قابل تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے مکہ میں ان دو آدمیوں کو دیکھا ہے، وہ نابینا تھے، اپاہج تھے، اور بھیک مانگتے پھرتے تھے، اس طرح وہ آدمی باقی رہے، باقی سارا لشکر تباہ ہو گیا۔

اس سورت کا ترجمہ

یہ ہے وہ واقعہ جو اصحاب الفیل کا واقعہ کہلاتا ہے، اور اس کا تذکرہ اللہ تبارک

وتعالیٰ نے اس سورت میں فرمایا ہے، الم ترکیف فعل ربك بااصحاب الفیل کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا، الم یجعل کیدھم فی تضلیل ، کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے منصوبوں کو بے کار نہیں کر ڈالا ، وارسل علیھم طیرا ابابیل ، اوران کے اوپر پرندے بھیجے مختلف ٹولیوں کی شکل میں، ابابیل کے معنیٰ ٹولیاں، غول، جھنڈ پرندوں کے، ابابیل اردو میں ایک خاص پرندے کو بھی کہتے ہیں، وہ یہاں مراد نہیں ہے یہاں پر، ابابیل کے معنیٰ ہیں ان کے جھنڈ، ان کے لشکر، ترمیھم بحجارۃ من سجیل ، جو پرندے ان ہاتھی والوں پر ٹھیکری کے بنے ہوئے پتھر برسا رہے تھے، مٹی کو پکا کر جو ٹھیکری بنائی جاتی ہے اس کو سجیل کہتے ہیں، فجعل ھم کعصف ما کول، اللہ تعالیٰ نے اس سارے لشکر کو جو سارے عرب کے لوگوں کو شکست دیتا ہوا چلا آ رہا تھا، اور جس کا ایک رعب پھیلا ہوا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو ایسا بنا دیا جیسے کھایا ہوا بھوسا! جیسے جانور بھوسا کھاتے ہیں تو جیسے کھانے کے بعد وہ بھوسا بالکل ہی بے جان ہو جاتا ہے، اس طرح ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح بنا دیا، یہ ہے اس سورت کریمہ کا ترجمہ اور اس کا پس منظر۔

حقیقی طاقت اللہ کی ہے

بتلانا یہ مقصود ہے کہ اس کائنات میں حقیقی طاقت صرف ایک ہے جو اللہ جل جلالہ کی طاقت ہے اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی مشیت ہوتی ہے، اپنی اس طاقت کے مظاہرہ کی، تو دنیا کے بڑے سے بڑے طاقتور لشکر اس کے آگے کھائے ہوئے

بھوسے کی طرح ہو جاتے ہیں، ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ڈھیل دیتا ہے تو قرآن کریم کا فرمان ہے کہ:

فَذَرْنِیْ وَمَّنْ یُکَذِّبُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ۞ وَاُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ. (القلم: ٤٤-٤٥)

بعض اوقات جب ہماری مشیت ہوتی ہے تو دشمن کو بھی ڈھیل دیتے چلے آتے ہیں، کہ کرتا رہے جو تیرے سمجھ میں آرہا ہے اور اس کو ڈھیل دیتے ہیں، کَیدی متین، اور میرا منصوبہ بڑا مستحکم ہے، کچھ عرصے تک اس کا داؤ چل جاتا ہے، کچھ عرصے تک وہ اپنا زور جمالیتا ہے لیکن بالآخر ایک وقت آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ساری طاقت وقوت خاکستر بنا کر چھوڑ دیتا ہے، دنیا کی ساری تاریخ اس کی گواہ ہے، بڑی بڑی طاقتیں، بڑی بڑی قوتیں اپنے اپنے زمانے میں فتح کے شامیانے بجاتے ہوئے آئی ہیں، اپنی شان وشوکت کا سکہ جمایا ہے، لوگوں کے اوپر اپنا رعب مسلط کیا ہے، لیکن ایک وقت آتا ہے، جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی ڈھیل کی مہلت ختم ہوتی ہے تو اس طرح اس کو پکڑ لیا جاتا ہے، اور اس طرح اس کو تباہ کردیا جاتا ہے جیسے کھایا ہوا بھوسا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت پر مکمل ایمان رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس ایمان کے تقاضے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین

غیبت کرنا حرام ہے

تفسیر سورۃ الہمزۃ (۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط وترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	:	جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	:	14th-May-2010
وقت خطاب	:	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	:	جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غیبت کرنا حرام ہے

تفسیر سورہ ہمزہ : ا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَاوَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَهَادِىَ لَهٗ، وَاَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً۔اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٭ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٭ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ٭ الَّذِى جَمَعَ مَالًاوَّعَدَّدَهٗ ٭ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ ٭ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ٭ وَمَااَدْرٰكَ مَاالْحُطَمَةِ ٭ نَارُاللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ٭ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ ٭ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ٭ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٌ ٭ آمنت باللّٰہ صدق اللّٰہ مولا نا العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذلک من الشٰھدین و الشٰکرین والحمد للّٰہ ربّ العٰلمین ۔

سورت کا شان نزول

بزرگان محترم اور برادران عزیز! یہ سورۂ ہمزہ ہے، جو میں نے ابھی آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے، یہ مکی سورتوں میں سے ہے، یعنی یہ ان سورتوں میں سے ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں، اور مفسرین کرام نے اس سورت کا شان نزول یہ بیان فرمایا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں اسلام کا آغاز فرمایا، اور اسلام کی حقانیت لوگوں کے دلوں میں گھر کرنے لگی، اور بہت سے لوگ مسلمان بھی ہو گئے تو قریش کے جو بڑے بڑے سردار تھے، ان کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کے میلان کی وجہ سے ان کی چودھراہٹ خطرہ میں ہے، لہٰذا وہ ہر طرح سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت، دشمنی، عناد اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پروپیگنڈے کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

کفار اور مشرکین کا مشغلہ

ان میں سے بعض لوگوں کے نام بھی روایات میں آئے ہیں، جیسے اخنس ابن شریق اور ولید بن مغیرہ وغیرہ، ان لوگوں نے اپنے اٹھنے بیٹھنے کا یہ مشغلہ بنایا ہوا تھا کہ جس کسی مجلس میں یہ بیٹھتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی کرتے، وہ صحابہ کرام جو آپ پر ایمان لائے تھے، ان کی مذمت کرتے، اور اگر کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کا سامنا ہو جاتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور

صحابہ کرام کو طرح طرح کے طعنے دیا کرتے تھے، اور اس گھمنڈ میں مبتلا تھے کہ ہمارے پاس مال و دولت کی فراوانی ہے، ہم امیر ہیں، دولت مند ہیں، ہم جو کچھ بھی کرلیں، ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، تو دولت کے نشہ میں چور ہو کر اپنا یہ مشغلہ یہ بنایا ہوا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی پیٹھ پیچھے بھی برائیاں کرتے تھے، اور سامنے آنے پر بھی طعنہ دیا کرتے تھے، اس سورت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے طریقہ کار کی طرف اشارہ عام لفظوں میں کیا۔

سورت کا ترجمہ

پہلے میں اس سورت کا ترجمہ کرتا ہوں، اس کے بعد اس کی کچھ تشریح عرض کروں گا، اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ فرمایا۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ۔ بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کی جو پیٹھ پیچھے لوگوں کی برائیاں کرنے کا عادی ہو، اور منہ پر طعنہ دینے کا عادی ہو۔ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہ۔ اور جس نے مال جمع کیا ہو، اور اسکو ہر وقت گنتار رہتا ہو۔ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ۔ اور وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اسکا یہ مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا، ایسے آدمی کی بڑی خرابی ہے، باری تعالیٰ فرماتے ہیں۔ كَلَّا۔ ہرگز نہیں۔ لَيُنبَذَنَّ فِى الْحُطَمَة۔ اس کو ضرور بالضرور پھینک دیا جائے گا ایک چورا چورا کرنے والی آگ میں، یعنی ہڈیوں کو توڑ پھوڑ کر چورا بنا دیگی، پھر باری تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَا اَدْرٰكَ مَاالْحُطَمَة۔ آپ کو کیا معلوم وہ چورا چورا کر دینے والی چیز کیا ہے۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ۔ وہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے۔ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَة۔ یہ وہ آگ ہے جو انسانوں کے

دلوں تک جا پہنچے گی۔ اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّؤْصَدَۃٌ۔ اور اس آگ کو ان پر بند کر دیا جائے گا، یعنی اس آگ سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ۔ اور وہ آگ لمبے لمبے ستونوں کی شکل میں اس آدمی کو گھیرے ہوئے ہوگی، جہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں پائے گا، یہ ہے اس سورت کا ترجمہ۔

دلوں تک پہنچنے والی آگ

اس سورت میں اللہ جل شانہ نے ان کافروں کی طرف خاص طور پر اشارہ فرمایا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کیا کرتے تھے، غیبت کرتے تھے، طعنے دیتے تھے، اور یہ بتا دیا کہ اس دنیا میں یہ لوگ جتنا چاہیں مزے اڑالیں، ان کی یہ دولت ان کو ہمیشہ زندہ نہیں رکھے گی، بلکہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ لوگ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دنیا سے جائیں گے، اس وقت ان کو آگ میں پھینکا جائے گا، اور اس آگ کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ آگ ایسی ہوگی جو دلوں تک جا پہنچے گی، جبکہ دنیا میں یہ صورت ہوتی ہے کہ اگر آگ کسی کے جسم کو لگ جائے تو وہ آگ پہلے اس کی کھال کو جلاتی ہے، پھر گوشت کو جلاتی ہے، پھر ہڈیوں کو جلاتی ہے، اور پھر آخر میں دل تک پہنچتی ہے، لیکن دل تک پہنچنے سے پہلے ہی انسان کا خاتمہ ہو چکا ہوتا ہے، دنیا کی آگ کا معاملہ تو یہ ہے، لیکن آخرت کی آگ کے بارے میں فرمایا کہ اس کے جلانے کے نتیجے میں موت واقع نہیں ہوگی، بلکہ وہ آگ دل کو بھی اس حالت میں جلائے گی کہ وہ انسان زندہ ہوگا، اور اس آگ کی تکلیف کو جو دل کو پہنچے گی، انسان اس کو محسوس کرے گا۔

اللہ کی سلگائی ہوئی آگ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جو بڑے درجے کے علماء کرام میں سے گزرے ہیں، اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں، انہوں نے اپنی تفسیر میں یہ بات لکھی ہے کہ دیکھو، اللہ تعالیٰ نے جب یہ فرمایا کہ وہ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ہے تو آگ کو تو ہر ایک جانتا ہے کہ کیسی ہوتی ہے، لیکن یہاں جب اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ۔ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحُطَمَةُ۔ آپ کو کیا پتہ، یعنی آپ کو اس آگ کی سنگینی کا پورا اندازہ نہیں ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک جا پہنچے گی۔

تین قسم کی گرمیاں

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آگ کی صفت میں یہ جملہ اس لئے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں انسان جو گرمی محسوس کرتا ہے، وہ تین قسم کی ہوتی ہے، ایک گرمی آگ سے حاصل ہوتی ہے، دوسری گرمی وہ ہے جو سورج سے حاصل ہوتی ہے، جب سورج قریب آجاتا ہے تو اس کی حرارت اور گرمی انسان کو پہنچتی ہے، جیسے آج کل خوب گرمی ہو رہی ہے، تو اب یہاں کوئی آگ نہیں بھڑک رہی ہے، بلکہ درحقیقت سورج کی گرمی ساری فضا پر پھیلی ہوئی ہے، اور اس کی تپش انسان محسوس کر رہا ہے، تیسری قسم کی گرمی وہ ہے جو انسان کے اپنے جسم میں پیدا ہوتی ہے، جیسے بخار کی گرمی، کسی کو بخار چڑھ جاتا ہے تو اس کو

گرمی کا احساس ہوتا ہے، لیکن وہ گرمی نہ آگ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، نہ سورج کے قریب ہونے سے پیدا ہوتی ہے، بلکہ انسان کے اپنے جسم میں ایک آگ اور ایک حرارت پیدا ہو جاتی ہے، جو انسان کو بے چین کر دیتی ہے، بہر حال! یہ تین قسم کی گرمیاں انسان اپنی زندگی میں محسوس کرتا ہے۔

چوتھی قسم کی گرمی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جہنم کی جو گرمی ہے وہ ان تینوں قسموں میں سے کسی میں داخل نہیں، بلکہ یہ چوتھی قسم کی گرمی ہوگی، جو اللہ کی سلگائی ہوئی ہے، جو انسان کے دلوں تک جا پہنچے گی، اس سے اشارہ اس بات کی طرف فرمایا کہ جہنم کی وہ آگ اصل میں تو تینوں قسموں سے علیحدہ ہے، لیکن اس میں کچھ کچھ مشابہت بخار والی گرمی سے ہوگی، جس میں بظاہر آگ نظر نہیں آرہی ہے، لیکن بخار کی وجہ سے وہ آگ جسم کے اندر محسوس ہو رہی ہے، اس قسم کی گرمی سے کچھ مشابہت ہوگی۔

اس گرمی سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا

لیکن بخار کی گرمی میں یہ ہوتا ہے کہ جب تیز بخار چڑھتا ہے تو اس کے نتیجے میں اندر ہی اندر گرمی سلگتی رہتی ہے، پھر وہ گرمی بعد میں کسی وقت مسامات کے ذریعہ بدن سے خارج ہونا شروع ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں پسینہ آتا ہے، اور پھر اس کے بعد گرمی کا احساس کم ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ وہ جہنم والی گرمی دلوں تک پہنچی ہوئی ہوگی، لیکن اس گرمی سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا،

بلکہ -اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ- وہ گرمی ان کے اندر بند کردی گئی ہے، یعنی جس طرح بخار کی گرمی جسم کے اندر بند نہیں ہوتی، بلکہ مسامات کے ذریعہ باہر نکل جاتی ہے، اور پسینہ آجاتا ہے، اور بخار اتر جاتا ہے، لیکن وہاں ایسا نہیں ہوگا، بلکہ وہ گرمی ان کے اندر بند کردی گئی ہے -فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ- اور وہ گرمی ایسی ہوگی جیسے آگ کے شعلے جو چاروں طرف سے ستونوں کی شکل میں انسان کا محاصرہ کرلیں گے، اور اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا، العیاذ باللہ العلی العظیم، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس آگ سے پناہ میں رکھے، آمین۔

کافروں کے اوصاف کا بیان

جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ اصل میں تو یہ سورت ان کافروں کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جو ہر وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبتیں کرتے، آپ کو طعنے دیتے تھے، اور مال و دولت کے گھمنڈ میں مبتلا تھے، لیکن ان کافروں کا نہ تو نام لیا گیا، اور نہ ہی کافروں کا ذکر کیا، بلکہ ان کے اوصاف ذکر فرمائے کہ ان کے یہ یہ اوصاف ہیں، کہ وہ غیبت کرنے والے ہیں، طعنہ دینے والے ہیں، مال و دولت جمع کرنے والے ہیں، اور مال کو گن گن کر رکھنے والے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مال ان کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔

اپنے آپ کو تین اوصاف سے بچاؤ

یہ اس لئے کیا تاکہ مسلمانوں کو بھی تنبیہ ہوجائے کہ یہ اوصاف درحقیقت

کافروں کے اوصاف ہیں، اور مسلمانوں کو ان اوصاف سے بالکل پاک صاف ہونا چاہیے، لہٰذا اس قسم کا عذاب اس شخص کو بھی ہوسکتا ہے جو ہو تو مسلمان، لیکن ان برائیوں میں مبتلا ہو، خاص طور پر تین برائیاں ذکر کی گئی ہیں، جن سے اس سورت میں مسلمانوں کو بھی متنبہ کیا گیا ہے کہ تم اپنی زندگی میں اپنے آپ کو ان تین باتوں سے بچاؤ۔

غیبت کی سنگینی

پہلی چیز ہے - ھُمَزَۃ - اس کے معنی ہیں وہ شخص جو غیبت کا عادی ہو، یعنی کسی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کرے، اس کو غیبت اور ہمزہ کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں فرمایا کہ اس شخص کے لئے بڑی خرابی ہے، اس میں مسلمانوں کو بھی متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیبت سے بچانے کی کوشش کریں، غیبت ایسا گناہ ہے کہ قرآن کریم میں اس کے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، جو اور کسی گناہ کے بارے میں نہیں فرمائے گئے۔ قرآن کریم میں سورۂ حجرات میں فرمایا:

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا، اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (الحجرات : ۱۲)

یعنی تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے، ایک تو انسان کا گوشت کھانا، اللہ بچائے جو انسان کا گوشت کھاتا ہے وہ آدم خور کہلاتا ہے، اور آدم خور کسی بھی مخلوق کی بدترین صفت ہے، اور انسان بھی کون مردہ لاش، اور مردہ انسان بھی اپنا بھائی، کون

ہے جو اپنے بھائی کی لاش کو نوچ کر کھانا پسند کرے گا، تم سب اس کو ناپسند کرتے ہو کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ، یہ غیبت بھی ایسی ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھالیا، مردہ بھائی اس لئے کہ وہ ابھی سامنے موجود نہیں ہے، اور پیٹھ پیچھے آپ اس کی برائی کر رہے ہیں، یہ بڑا ہی سخت گناہ ہے۔

غیبت بدکاری سے بھی بدتر

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔ اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا. اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فرمایا کہ غیبت بدکاری سے زناکاری سے بدتر اور سخت تر گناہ ہے، اس کو زنا سے بھی زیادہ بڑا جرم قرار دیا، افسوس یہ ہے کہ یہ غیبت جتنا بڑا گناہ تھا، ہمارے معاشرے میں اس کو معمولی سمجھ کر اس کا مشغلہ بنایا ہوا ہے، شاید ہی کوئی مجلس ایسی ہوتی ہو، جس میں کسی نہ کسی کی غیبت نہ ہو جاتی ہو، یہ بڑی خطرناک بات ہے، اور اس سورت میں فرمایا کہ اس کے لئے بڑی خرابی ہے، اور بڑے سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

غیبت کی تعریف

ایک صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ غیبت کیا چیز ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ۔ یعنی غیبت اسے کہتے ہیں کہ اپنے کسی بھائی کا اس طرح تذکرہ کرنا کہ اگر اس کو معلوم ہو تو اس کو ناگوار ہو، بھائی سے مراد کوئی بھی مسلمان بھائی، اس کا تذکرہ اس کی غیر موجودگی

میں کرر ہے ہیں، اور اس انداز سے کرر ہے ہیں کہ اگر اس کو پتہ چلے کہ میرا تذکرہ اس طرح سے کیا گیا تھا تو اس کو ناگوار ہو، اور برا لگے کہ میرا تذکرہ اس برائی کے ساتھ کیا گیا، یہ ہے غیبت کی تعریف۔

غیبت بھی اور بہتان بھی

ان صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اور سوال کرلیا، وہ یہ کہ یارسول اللہ، آپ نے فرمایا کہ غیبت اسے کہتے ہیں کہ کسی بھائی کا ذکر اس کی غیر موجودگی اس انداز سے کرو جو اسے ناگوار ہو، تو ان صحابی نے پوچھا کہ -اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَااَقُوْلُ- یارسول اللہ، میں اپنے اس بھائی کی جو برائی بیان کرر ہا ہوں، اگر وہ برائی واقعی اس کے اندر موجود ہو تو کیا پھر بھی میرا اس برائی کو بیان کرنا غیبت کہلائیگا؟ اور گناہ ہوگا؟ آپ نے جواب میں فرمایا-اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ اِغْتَبْتَہٗ. وَاِلَّا فَقَدْ بَھَتَّہٗ- آپ نے فرمایا اگر واقعۃً وہ برائی اس کے اندر موجود ہے، یعنی تم اس کی غلط برائی بیان نہیں کرر ہے ہو، بلکہ صحیح برائی بیان کرر ہے ہو تو اس وقت بھی یہ غیبت ہوگی، اور گناہ ہوگا، اور اگر وہ برائی جو تم بیان کرر ہے ہو، تمہارے بھائی کے اندر موجود نہیں ہے، اور تم خواہ مخواہ جھوٹ اور غلط طریقے پر وہ برائی اس کی طرف منسوب کرر ہے ہو، تو پھر یہ غیبت بھی ہے، اور بہتان بھی ہے، ڈبل گناہ ہے، یعنی اگر تم کسی شخص کی ایسی برائی بیان کرر ہے ہو، جو حقیقت میں اس کے اندر موجود نہیں ہے، فرض کریں کہ آپ نے کسی کے بارے میں بیان کیا کہ وہ شخص رشوت لیتا ہے، اور حقیقت میں وہ رشوت نہیں لیتا، تو فرمایا کہ اس میں دوہرا

گناہ ہے، ایک غیبت کرنے کا گناہ، اور دوسرے بہتان لگانے کا گناہ، ڈبل گناہ ہے، اگر وہ برائی اس کے اندر موجود ہے، یعنی واقعی وہ رشوت لیتا ہے، تو اس صورت میں بہتان تو نہیں، لیکن غیبت پھر بھی ہے۔

یہ غیبت میں داخل نہیں

ہاں: صرف ایک صورت میں یہ غیبت نہیں ہوتی، مثلاً ایک سرکاری کارندہ ہے، وہ رشوت لیتا ہے، اور آپ کو قوی امید ہے کہ اگر میں اس کے افسر کو یہ بات پہنچاؤں گا تو وہ اس کی رشوت ستانی کو بند کر دے گا، اور لوگوں کو اس کے رشوت لینے سے جو تکلیف ہو رہی ہے، وہ تکلیف بند ہو جائے گی، اگر اس غرض سے کسی ذمہ دار افسر سے جا کر یہ کہیں کہ دیکھو، فلاں شخص رشوت لیتا ہے، آپ اس کو روکیں تو اس صورت میں یہ غیبت تو ہے، مگر جائز ہے، کیونکہ اس کا مقصد اس کو تکلیف پہنچانا نہیں ہے، بلکہ مقصد اس کی اصلاح ہے تاکہ اس کی اصلاح ہو جائے، اور تاکہ دوسرے لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں، لیکن اگر آپ محض مجلس آرائی کے لئے یا تفریح طبع کے لئے بیان کر رہے ہیں کہ فلاں شخص رشوت لیتا ہے تو یہ غیبت ہے، اور ناجائز ہے اور حرام ہے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب واضح طور پر بتا دیا کہ اگر کسی میں وہ برائی پائی جاتی ہو تب بھی اس کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا جس سے اس کو ناگواری ہو، یہ غیبت میں داخل ہے، ناجائز اور حرام ہے۔

غیبت سے بچنا ممکن ہے

اب ہم اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ ہم اپنی مجلسوں میں اپنی گفتگوؤں میں کس درجہ اس گناہ کے اندر مبتلا ہیں، اور جب تک اس گناہ کی برائی دل میں نہ بیٹھے، اور جب تک اس گناہ کا وبال ذہن میں نہ آئے، اس وقت تک اس سے بچنا بڑا مشکل ہے، آج لوگ کہتے ہیں کہ کیسے بچیں، اس لئے کہ ہر مجلس کے اندر غیبت ہو رہی ہے، ارے بھائی اگر یہ بچنا ناممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچنے کا حکم نہ دیتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَھَا (البقرة : ٢٨٦)

اللہ تعالیٰ کسی کو ایسی تکلیف نہیں دیتا جو اس کی وسعت سے باہر ہو، اس وجہ سے لازماً اس سے بچنا ہمارے اختیار میں ہے، لیکن ہم چونکہ غیبت کرنے اور غیبت سننے کے عادی ہو چکے ہیں، اس وجہ سے اس کو چھوڑنا مشکل نظر آتا ہے، لیکن اگر انسان عزم کرلے، اور دل میں ٹھان لے کہ میں غیبت نہیں کروں گا تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد بھی ہوتی ہے۔

شیطان گفتگو کا رخ موڑ دیتا ہے

شیطان بڑی خراب چیز ہے، یہ انسان کو بہکاتا ہے، بعض اوقات کسی آدمی کا اچھائی کے بارے میں ذکر ہو رہا ہوتا ہے، تو شیطان ایک دم سے رخ موڑ دیتا ہے، کہ یہ آدمی ویسے تو بڑا اچھا آدمی ہے، مگر اس کے اندر فلاں خرابی ہے، لفظ مگر سے

پھر غیبت شروع ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس شیطان کے شر سے اور اس کے اغواء سے بچائے۔ آمین،

آپ پر کیا گزرے گی؟

میں نے ایک مرتبہ ایک مضمون غیبت کے خلاف لکھا تھا، اس مضمون کو پڑھ کر میرے ایک دوست نے مجھے خط میں لکھا کہ آپ نے تو ایسی بات لکھ دی ہے کہ اس کی وجہ سے ہماری زندگی کا سارا مزہ ہی جاتا رہے گا، کیونکہ جب ہم مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو اس میں سب طرح کی باتیں ہوتی ہیں، آپ نے تو ہماری مجلسوں کا مزہ ہی ختم کر دیا، میں نے ان سے عرض کیا کہ بھائی: آپ دوسروں کی برائی بیان کر کے مزہ لے رہے ہو، اگر آپ کو یہ پتہ چلے کہ لوگ آپ کی برائی بیان کر کے مزہ لے رہے ہیں تو پھر بتائیے کہ آپ پر کیا گزرے گی؟

دو پیمانے

دراصل ہم نے دو پیمانے بنا رکھے ہیں، اپنے لئے کچھ اور، دوسروں کیلئے کچھ اور، اگر کوئی ہماری غیبت کرے، اور ہمیں پتہ چلے کہ فلاں شخص نے ہماری غیر موجودگی میں ہماری برائی بیان کی تھی، بتاؤ: اس وقت تمہارے دل پر کیا گزرے گی؟ بتاؤ: تمہیں کتنا افسوس ہوگا، کتنی تکلیف ہوگی، کتنا صدمہ ہوگا، لیکن دوسروں کی برائی بیان کرتے ہوئے ہمیں یہ خیال نہیں آتا کہ ان کو بھی یہ صدمہ پہنچ سکتا ہے، ان کو بھی یہ تکلیف پہنچ سکتی ہے، اس وجہ سے جب کسی کا تذکرہ کرو تو اپنے آپ کو اس

جگہ کھڑا کر کے دیکھو کہ اگر میرا کہیں اس طرح تذکرہ ہو رہا ہو تو اس کا کیا انجام ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اور اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو اس برائی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

ناموس رسالت کی حفاظت کیجئے

تفسیر سورۃ الہمزۃ (۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا **مفتی محمد تقی عثمانی** مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	:	جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	:	01st-May-2010
وقت خطاب	:	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	:	جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناموس رسالت

کی حفاظت کیجئے

تفسیر سورۃ الہمزۃ : ۲

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَاوَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَهَادِىَ لَهٗ، وَاَشْهَدُاَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً۔اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۞ الَّذِى جَمَعَ مَالًاوَّعَدَّدَهٗ ۞ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ ۞ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِ ۞ وَمَا اَدْرٰكَ مَاالْحُطَمَةِ ۞ نَارُاللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۞ الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ۞ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۞ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ۞ آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولا نا العظيم. و صدق رسوله النبى الكريم. و نحن على ذلك من الشٰهدين و الشٰكرين. و الحمد للّٰه رب العٰلمين .

ہمزہ کے معنی

یہ سورۂ ہمزہ ہے جس کی میں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی، اس کی

تشریح کا بیان پچھلے جمعہ کو شروع کیا تھا، یاددہانی کے لئے اس سورت کا ترجمہ ایک مرتبہ پھر پیش کرتا ہوں، باری تعالیٰ فرماتے ہیں۔وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ۔ بڑی خرابی اور تباہی ہے اس شخص کے لئے جو پیٹھ پیچھے لوگوں کی برائی کرنے والا ہو، اور منہ پر لوگوں کو طعنے دینے والا ہو، ھمزة. کے معنی وہ شخص جو غیبت کرنے کا عادی ہو، یعنی لوگوں کے پیٹھ پیچھے ان کی برائیاں بیان کرتا ہو، مزے لینے کے لئے اور مجلس آرائی کی خاطر اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے دوسروں کی برائی بیان کرنے والا ہو۔

لمزة کے معنی

اور لمزة کے معنی وہ شخص جو لوگوں کے منہ پر ان کو طعنے دینے والا ہو، دیکھیں ایک یہ کہ کسی شخص کو خیر خواہی کے تحت اس کی کوئی غلطی اس کو بتا دینا، تا کہ وہ اپنی اصلاح کر لے، یہ تو خیر خواہی کی بات ہے، لیکن منہ پر طعنے دینا، اور اس کی وجہ سے لوگوں کا دل دکھانا، یہ بہت بڑا گناہ ہے، اور ۔ لُمَزَة۔ ایسے ہی شخص کو کہتے ہیں ۔الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ۔ وہ شخص جس نے مال جمع کر کے رکھا ہے، اور اس کو گنتا رہتا ہے کہ آج میرا مال اتنا ہو گیا، آج اتنا ہو گیا۔يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا، یعنی میرا مال مجھے موت سے نجات دلوا دے گا، اور میں ہمیشہ اس مال کی بدولت زندہ رہوں گا۔

ایسے شخص کا انجام

كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: ایسا ہرگز نہیں ہوگا، بلکہ ایسا شخص جو غیبتیں کرتا ہو، لوگوں کو طعنے دیتا ہو، اور مال کو جمع کر کے اس کو گنتا رہتا

ہو، اس کے اوپر جو حقوق و فرائض اللہ تعالیٰ نے عائد کئے ہیں، ان کو ادا نہ کرتا ہو، ایسے شخص کو ضرور بالضرور ایسی آگ میں پھینکا جائے گا جو ہڈیاں توڑ دیگی۔ پھر فرمایا۔ **وَمَا اَدْرٰکَ مَاالْحُطَمَۃ**۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا کہ آپ کو کیا پتہ کہ وہ توڑ پھوڑ کرنے والی آگ کیسی ہے۔ **نَارُاللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃ**۔ وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہے، جو انسانوں کے دلوں تک جا پہنچے گی۔ یہ اس سورت کا ترجمہ ہے۔

سورت کا موقع نزول

یہ سورت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت کا آغاز فرمایا تو بہت سے لوگ آپ کے دشمن ہو گئے، اور دشمنی میں حد سے تجاوز کرنے لگے، اسی دشمنی کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ وہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پیچھے برائیاں بھی کرتے تھے، اور آپ کو برا بھلا بھی کہتے تھے، اور اگر کبھی سامنے آجاتے تو سامنے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنے دیا کرتے تھے۔

مُحَمَّدٌ کے بجائے مُذَمَّمْ نام پکارنا

طعنے بھی اس طرح دیتے تھے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ان کافروں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرح طرح کے نام رکھے ہوئے تھے۔ العیاذ باللہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی تو محمد تھا، اور ماں باپ کا رکھا ہوا تھا، اور محمد کے معنی ہیں تعریف کیا ہوا شخص، یعنی ایسا شخص جس کی سب تعریف کریں، اور

درحقیقت یہ نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھا گیا تھا، ایسا نام ہے کہ نام کے اندر ہی تعریف داخل ہے، یعنی وہ ذات جس کی سب تعریف کریں، وہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، لیکن کفار قریش اپنی جلن کے مارے، حسد کے مارے آپ کو محمد کے بجائے مذمم کہتے تھے، مذمم کے معنی محمد کے بالکل الٹ ہے یعنی وہ ذات جس کی مذمت اور برائی کی جائے، اس کو مذمم کہتے ہیں، کفار قریش کا طوطی بولتا تھا، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا تھوڑی تھے، اس کے علاوہ وہ کفار قریش بری بری بددعائیں دیتے تھے، برے برے کلمات آپ کے لئے استعمال کرتے تھے، بعض اوقات لعنت کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔

اللہ نے مجھے بچالیا

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی بددعاؤں اور لعنتوں سے کس طرح بچایا ہے کہ جب لعنت کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مذمم پر لعنت ہو، اور میں محمد ہوں، لہٰذا یہ لوگ مذمم کی لعنت کرتے ہیں، میں تو مذمم نہیں ہوں، ماں باپ کی طرف سے بھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی میرا نام محمد ہے، لہٰذا ان کی لعنت مجھ پر نہیں پڑتی، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرح ان کی لعنت سے بچایا ہوا ہے، غرض یہ کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کا ہر طریقہ اختیار کیا ہوا تھا، ان میں ایک یہ بھی تھا کہ پیٹھ پیچھے بھی آپ کی برائیاں بیان کرتے اور سامنے آکر بھی طعنے دیا کرتے تھے، جس پر یہ سورت ہمزہ نازل ہوئی۔

عبادت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے

بہر حال یہ سلسلہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی ایسے بد باطن، ایسے پست ذہنیت رکھنے والے موجود تھے، جن کے پاس دلیل سے اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا تھا، جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اور آپ کی رسالت پر، آپ کی سچائی پر، آپ کی امانت اور دیانت پر ساری دنیا گواہ ہے، اور ان بد باطن پست ذہنیت رکھنے والے دشمنان اسلام کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو رد کرنے کے لئے کوئی راستہ نہیں تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے کہ اللہ ایک ہے، اور یہ پتھر کے بت جو تم نے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے ہیں، تمہارے پیدا کئے ہوئے ہیں، ان کو تم نے اپنا خالق اور اپنا معبود مان لیا؟ یہ ایسی بات تھی کہ اس کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں تھا، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ فلاں بت ہمیں رزق دیتا ہے، فلاں بت ہمیں اولاد دیتا ہے، فلاں بت فلاں مقصد کے لئے ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے کہ کس نے آکر تمہیں بتا دیا کہ یہ فلاں بت تمہیں رزق دے رہا ہے؟ حالانکہ یہ رزق دینے والا بت خود تم نے اپنے ہاتھوں سے بنا کر یہاں رکھا ہے، یہ تمہیں رزق کیسے دے گا؟ یہ تمہیں اولاد کیسے دے گا؟ وہ ذات جس نے زمین پیدا کی، جس نے آسمان پیدا کیا، جس نے دریا پیدا کئے، جس نے بادل اٹھائے، وہی ذات خالق و مالک ہے، وہی عبادت کے لائق ہے، ان باتوں کا کوئی معقول جواب دلیل کے ساتھ ان کے پاس نہیں تھا۔

کھسیانی بلی کھمبا نوچے

جب آدمی دلیل کے میدان میں شکست کھا جاتا ہے، لیکن ہٹ دھرم ہوتا ہے، اس وقت وہ ہٹ دھرمی پر اتر آتا ہے، جیسے ہمارے یہاں مثال مشہور ہے کہ ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' جب اس کو کہنے کے لئے کوئی بات نہیں ملتی تو وہ گالی گلوچ پر اتر آتا ہے، وہ سب وشتم کرنے لگتا ہے، وہ طعنے دینے لگتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور بعد کے زمانے میں قوت اور شوکت عطا فرمائی، تو جو لوگ اسلام کے آگے ہر طرح سے مغلوب ہو گئے تھے، دلیل سے بھی مغلوب، اور قوت سے بھی مغلوب، تو اس وقت وہ لوگ اوچھی حرکتوں پر اور اوچھے ہتکنڈوں پر اتر آئے تھے، اور برا بھلا کہنا شروع کر دیتے تھے۔

جدید تہذیب کے علمبرداروں کا حال

آج بھی جدید تہذیب اور جدید ثقافت کے دعویدار جنہوں نے اپنی تہذیب اور تمدن کا ڈھنڈورا پیٹا ہوا ہے، جنہوں نے یہ ڈھنڈورا پیٹا ہوا ہے کہ ہم انسانوں کے حقوق کے علمبردار ہیں، ان میں اور ان بد باطن کافروں میں آج ذرہ برابر فرق نہیں رہا، آج ان کے پاس بھی اسلام کے خلاف کوئی دلیل نہیں، دلیل کے میدان میں یہ شکست کھا چکے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام کی حقانیت ساری دنیا میں اپنا لوہا منوا رہی ہے، ان دشمنان اسلام کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر کے چاند پر تھوکنے کی کوشش کریں، یہی وطیرہ آج انہوں نے اپنایا ہوا ہے۔

پست ذہنیت والوں کے اوچھے ہتکنڈے

یہ درحقیقت ان کی پستی کی، ان کی شکست کی، ان کی مغلوبیت کی دلیل ہے کہ ان کے پاس دلیل کے میدان میں پیش کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے، اس وجہ سے اپنا غصہ، اپنی حسد، اور اپنی جلن کا مظاہرہ ان اوچھے ہتکنڈوں کے ذریعہ کررہے ہیں کہ کبھی ۔معاذ اللہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنی شروع کردیں، کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ۔معاذ اللہ۔ کارٹون بنانا شروع کردیے، اور اب سارے اسلام دشمنوں کو دعوت دے کر عالمی سطح پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کارٹونوں کا مقابلہ کرایا جارہا ہے۔

دلیل کے میدان میں شکست خوردگی

یہ ساری باتیں درحقیقت دلیل کے میدان میں شکست خوردگی کی علامت ہیں، جس کے پاس دلیل ہوتی ہے، وہ کبھی گالی نہیں دیتا، وہ کبھی دوسروں کو طعنے نہیں دیتا، وہ دلیل سے بات کرتا ہے، اور دلیل کے ذریعہ اپنی بات دوسروں کو سمجھاتا ہے، دلیل کے ذریعہ دوسروں کی بات کی تردید کرتا ہے، لیکن جس کے پاس دلیل نہیں ہوتی، وہ ان اوچھے ہتکنڈوں پر اتر آتا ہے کہ کبھی اس کو برا بھلا کہہ دیا، کبھی اس کی تصویر شائع کردی، کبھی اس کے کارٹون نکال دیے، یہ تو خود ان کی طرف سے اس بات کا اعتراف ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل کا کوئی جواب نہیں رکھتے، سوائے اس کے کہ اپنے غصے کی آگ کو ان اوچھے ہتکنڈوں سے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کریں، چنانچہ یہ کررہے ہیں، حقیقت میں یہ شکست

خوردگی کا اعتراف ہے۔

مسلمانوں کی غیرت کو چیلنج

دوسری طرف مسلمانوں کی غیرت کو چیلنج بھی ہے کہ جو لوگ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں، اور جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویدار ہیں، وہ ان اوچھے ہتکنڈوں کے جواب میں کیا کرتے ہیں، یہ ایک چیلنج ہے، میں سمجھتا ہوں کہ پوری امت مسلمہ کو غیرت ایمانی کے ساتھ اس چیلنج کو قبول کرنا چاہیے کہ پوری امت مسلمہ اس بات کا مظاہرہ کرے کہ وہ اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کس درجہ کی ہو؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ۔لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ نَفْسِهٖ وَوَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب میں اس کو اپنی جان سے، اپنے والدین سے، اپنی اولاد سے، اور ساری دنیا کے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد سن کر عرض کیا کہ یارسول اللہ، الحمدللہ! آپ مجھے والدین سے بھی زیادہ محبوب ہیں، آپ مجھے اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں، ساری دنیا کے انسانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں، لیکن مجھے شک ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ مجھے اپنی جان زیادہ پیاری لگتی ہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا، اور فرمایا کہ جب

تک اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہیں سمجھ لوگے اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، اس کے فوراً بعد ایک دم سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں انقلاب آگیا، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ۔ اَلْاٰنَ۔ اب مجھے یقین ہے کہ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ایک مثال

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے قول وفعل سے اپنے عمل سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعشق کی وہ مثالیں پیش کی ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم، کوئی ملت اپنے مقتدا، اپنے پیغمبر اور اپنے رہنما کی محبت کی ایسی مثال پیش نہیں کی، حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، بچپن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک رکھ دیا تھا، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمادی، تو جس جگہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھا تھا، انہوں نے ساری زندگی اس جگہ سے بال نہیں کٹوائے کہ یہ وہ بال ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ چھوا ہے۔ صحابہ کرام کے عشق ومحبت کا یہ حال تھا۔

آج مسلمانوں کی آزمائش ہے

میرے بھائیو، آج ایک چھوٹی سی آزمائش ہے کہ تم ربیع الاول کے مہینے میں عید میلاد النبی بھی مناتے ہو، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویٰ بھی کرتے ہو، آج تمہارا یہ چھوٹا سا امتحان ہے، کہ جو لوگ دریدہ دھنی کے ساتھ حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں، ان کے بارے میں تمہارا رویہ کیا ہے؟ کیا پھر بھی تم ان کے ساتھ دوستی کا تعلق رکھو گے؟ کیا پھر بھی تم ان کو معاشی فوائد پہنچانے کی کوشش کرو گے؟

فیس بک کا بائیکاٹ کریں

آج معلوم ہوا کہ فیس بک، جس کے اوپر یہ ناپاک مقابلہ کرایا جارہا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کو بند کر دیا گیا، لیکن پتہ نہیں یہ بندش کب تک باقی رہتی ہے، لیکن اگر کسی شخص کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واقعی تعلق اور محبت ہے تو اگر فرض کرو یہ بندش دوبارہ کھل بھی جائے تو اس کی غیرت ایمانی کو یہ بات گوارہ نہیں ہونی چاہیے کہ وہ آئندہ اس ناپاک سائٹ کو استعمال کرے، جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گئی ہے، اس سائٹ کے بارے میں سنا ہے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ دوستیاں گانٹھ رہے ہیں، اور دین و مذہب کی تعلیمات کو اس کے ذریعہ پامال کیا جارہا ہے، وہ سائٹ تو ویسے ہی بند کرنے کے لائق ہے، اور اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی خاطر آدمی اس کو چھوڑ دے تو یہ یقین رکھو کہ یہ لوگ پیسوں کے بھوکے ہیں، ان کی جان پیسہ ہے۔

پیسوں کی مار مارو

جیسا کہ قرآن کریم نے اس سورۂ ہمزہ میں فرمایا کہ یہ طعنہ دینے والے، یہ غیبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو مال جمع کر کے گن گن کر رکھتے ہیں، ان لوگوں کا

بھی یہی حال ہے کہ ان کا سب سے بڑا محبوب، ان کا سب سے بڑا خدا پیسہ ہے، اور اگر ان کو ایک مرتبہ پیسے کی مار پڑ جائے تو ان کے دماغ درست ہو جائیں، یہ معلوم ہوا کہ اس فیس بک کی سائٹ کو کوئی شخص ایک مرتبہ کھولے تو ان کو ڈھائی ڈالر کا فائدہ پہنچتا ہے۔

ان کا فائدہ نہ ہونے دو

میرے بھائیو: جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں، کیا آپ ان کے سائٹ پر جا کر ان کو ڈھائی ڈالر کا انعام دو گے؟ کیا ان کو اس کا فائدہ پہنچاؤ گے؟ آج ایک ارب سے زیادہ مسلمان دنیا میں آباد ہیں، اگر تمام دنیا کے مسلمان اس بات کا تہیہ کر لیں کہ ان سائٹوں کا بائیکاٹ کیا جائے گا تو چند دنوں کے اندر ان کو تارے نظر آ جائیں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند

دیکھئے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہماری تعریف اور ہماری تقدیس سے بے نیاز ہیں، ان کے بارے میں خود اللہ جل شانہ نے یہ فرما دیا کہ –وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ– کہ ہم نے تمہارے تذکرے کو بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ دیکھ لو۔ ایسا بلند مقام کے چوبیس گھنٹے میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ دنیا میں کہیں نہ کہیں –اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ– کی صدا بلند نہ ہوتی ہو، ہر وقت اور ہر لمحہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی بلند بانگ سے دی جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے تو آپ

کے ذکر کو اتنا بلند فرمایا، یہ لوگ ہزار بدزبانیاں کیا کریں، لیکن کائنات کی ساری قوتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور تقدیس کے گیت گاتی ہیں، اور آپ پر درود بھیجتی ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

اللہ جل شانہ ان پر رحمت بھیجتے ہیں، فرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں، ان کو نہ ہمارے تمہارے درود کی حاجت ہے، ان کو نہ ہماری اور تمہاری تعریف کی حاجت ہے، اور نہ بدباطن لوگوں کی طرف سے کسی تعریف کی حاجت ہے، وہ ذات تو اس سے بلند و برتر و بالا ہے، ان تمام تعریفات سے بلند ہے۔

پیدائش کے وقت سے تعریف

اس کو تو پیدائش کے وقت سے اللہ تعالیٰ نے ''مُحَمَّدْ'' قرار دیا، یعنی جس کی تعریف کی گئی ہے، جس کی تعریف زمین و آسمان میں ہے، جس کی تعریف فرشتوں میں ہے، جس کی تعریف کائنات میں ہے، اس ذات کو آپ کی اور ہماری تعریف کی حاجت نہیں، لیکن یہ ایک مسلمان کی خوش بختی ہوگی کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعریف کو اور آپ کی عظمت اور تقدیس کو، آپ کی حرمت کو برقرار رکھنے کے لئے وہ ایسا اقدام کرے جس سے ان بدباطنوں کو نقصان پہنچے۔

غیرت ایمانی ہے تو یہ مشغلہ چھوڑ دو

کم سے کم اتنا تو ہو کہ ان کو پیسے کی چوٹ لگے، ایک مرتبہ ان کو پتہ چلے کہ

الحمدللہ مسلمانوں کی غیرت ابھی سوئی نہیں ہے، خاص طور پر میں اپنے نوجوانوں سے یہ گزارش کروں گا کہ آجکل انٹرنیٹ کے استعمال کا جو سیلاب ہر طرف جاری ہے، جو لوگوں کی دلچسپی کا ایک مشغلہ ہے، جو لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے، لیکن کیا تم اس ذراسی قربانی کو گوارہ نہیں کر سکتے کہ اپنی دلچسپی کا ایک مشغلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس خاطر چھوڑ دو، تم سے جان دینے کا مطالبہ نہیں کیا جارہا ہے، تم سے مال لینے کا مطالبہ نہیں کیا جارہا ہے، تم سے صرف یہ کہا جارہا ہے کہ اپنی دلچسپی کا ایک مشغلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر قربان کردو، اتنا بھی کرلو گے تو انشاءاللہ کم از کم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں میں تمہارا نام لکھا جائے گا، آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تم سرخ رو ہوکر یہ کہہ سکو گے کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کرنے والوں کا بائیکاٹ کیا تھا، اگر یہ تحریک چلائی جائے تو آپ دیکھئے گا کہ انشاءاللہ اس کے اثرات کیا ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آخرت میں یہ لوگ برباد ہوں گے

اس سورۂ ہمزہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ -وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ- ان کے لئے بربادی ہے، آج یہ لوگ خوب خوش ہوجائیں کہ ہم نے اپنا منصوبہ پورا کرلیا، اور اس پر ناز کریں، لیکن ان کا انجام بربادی ہے، وہ بربادی یہ ہے کہ -لَيُنبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ- ان کو اس آگ میں پھینک دیا جائے گا، جو ہڈیوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گی -وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ • نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ-

یہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہے، جس میں یہ داخل ہوں گے، جو آگ ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی، یہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے، میری طرف سے نہیں ہے، کسی بندے اور کسی انسان کی طرف سے نہیں ہے، یہ تو ہو کر رہے گا، جن بدبختوں نے یہ کاروائی کی ہے، ان بدبختوں کو بالآخر اپنے اس انجام کا سامنا کرنا ہی پڑے گا، وہ اس دنیا میں چاہے کامیابی کے جھنڈے گاڑیں، یا اس پر خوشیاں منائیں، لیکن آخرت میں یہ ہو کر رہے گا، لیکن دنیا کے اندر بھی ہمارا کچھ فریضہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اور اپنی رحمت سے ہمیں اس فریضہ کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

سورۃ شمس

آفتوں سے حفاظت کا ذریعہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی : جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۂ شمس آفتوں سے حفاظت کا ذریعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِاَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً. اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ اللشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔وَالشَّمْسِ وَضُحٰھَا ۔ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا ۔ وَالنَّھَارِ اِذَا جَلّٰھَا ۔ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰھَا ۔ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰھَا ۔ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰھَا ۔وَنَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰھَا ۔ فَاَلْھَمَھَا فُجُوْرَھَا وَتَقْوٰھَا ۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ۔ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا ۔ آمنت باللہ صدق اللہ مولا نا العظیم. و صدق رسولہ النبی الکریم. و نحن علی ذلک من الشٰھدین و الشٰکرین والحمد للہ رب العٰلمین .

تمہید

حضرات علماء کرام، میرے محترم بزرگو اور دوستو! یہ میرے لئے بڑی

سعادت کا موقع ہے کہ آج آپ کے شہر میں اور اس مبارک مسجد میں آپ حضرات سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ملاقات کا شرف عطا فرمایا جو ہماری تاریخ کے بڑے اکابر کی مسجد رہی، اور مجھے بتایا گیا کہ اس مسجد میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب قدس سرہ، یہ اکابرین امت تشریف لائے اور یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور سجدہ گزار بھی ہوئے، اور اپنے مواعظ حسنہ سے بھی لوگوں کو مستفید فرمایا، آج اس مسجد میں بھائی عمار صاحب کے والد ماجد کے تعزیتی جلسے کے طور پر یہ اجتماع منعقد ہوا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کی مکمل مغفرت فرما کر ان کو درجات عالیہ عطا فرمائے، ان کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

مرنے والوں کے حق میں دعا کریں

لیکن کسی جانے والے کا ذکر کر کے صرف اس کی تعریف کر دینے سے اس کا کوئی فائدہ نہیں، اس کا فائدہ ایک تو اس میں ہے کہ اس کے حق میں دعا کی جائے، لوگ عام طور سے یہ سمجھتے ہیں کہ ایصال ثواب ہی ایک راستہ ہے جس سے کسی وفات یافتہ شخص کو فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے، لیکن حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرماتے ہیں کہ ایصال ثواب سے بھی زیادہ فائدہ دنیا سے جانے والے کو اس کے حق میں دعا کرنے سے ہوتا ہے، چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے جو بات فرمائی وہ یہ کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سارے اعمال ختم ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزیں ایسی ہیں جس کا فائدہ اس کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے، اس میں سے ایک نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرتی رہے، تو دعا کا ذکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، ایصال ثواب کا ذکر نہیں فرمایا، اس لئے اس کا فائدہ زیادہ ہے، جب ان کی خدمت کا خیال آئے تو ہر مسلمان کے ذمے ان کا حق ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرے اور درجات کی بلندی کے لئے دعا کرے اور یہ تعزیتی جلسے جو منعقد ہوتے ہیں اس میں بھی اصل فائدہ یہ ہے کہ اس تعزیتی جلسے کے نتیجے میں ہم کوئی سبق لے کر جائیں، اور اس سبق سے اپنی عملی زندگی میں فائدہ حاصل کریں، میں حافظ عمار صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہیں بڑی محبت سے یہاں آنے کی دعوت دی ہے اور مولانا قاری محمد حنیف صاحب، اللہ تعالیٰ ان کی عمر، ان کے علم، ان کے عمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین...... ان کا تو خاص طور سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہی درحقیقت مجھ کم ہمت دلائی، بار بار یہاں آنے پر اصرار کرتے رہے، اللہ تعالیٰ ان کے اس جزبے کو قبول فرمائے اور اس آمد کو بھی قبول فرمائے۔ آمین

اس کو عذاب بنادیں

اس موقع پر کیا بات آپ سے عرض کروں، مجھے خیال آیا کہ آج پاکستان کا کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس کا دل ملک کے مضطرت حالات سے بیچین نہ ہو، کہیں کا رہنے والا ہو، لیکن یہ تصور کرتا ہے کہ سوات میں اور ہمارے شمالی علاقوں

میں خانہ جنگی کی کیسی آگ بھڑک رہی ہے جو اسلحہ اور جو طاقت اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف استعمال ہوتی تھیں وہ مسلمان مسلمان کے خلاف استعمال کر رہا ہے، اور دونوں طرف مسلمانوں کی لاشیں گر رہی ہیں اور اس کا سارا فائدہ دشمنان اسلام کو پہنچ رہا ہے، جو ہتھیار کفر اور شرک کے خلاف استعمال ہونے چاہیے تھے، مسلمان مسلمان کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اور پچیس لاکھ کے قریب مسلمان، کلمہ توحید پڑھنے والے، وہ اپنے گھروں سے بے گھر ہو کر، خانہ برباد ہو کر کس مپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں، اس صورتحال سے کونسا مسلمان ہے جس کا دل بے چین نہ ہو۔

ایک خاتون کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا

اس صورتحال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس کے بارے میں ایک نیک خاتون نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، اور ان خاتون نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر تشویش اور پریشانی کے آثار دیکھے اور یہ دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پاکستان کے حالات کی وجہ سے تشویش اور پریشانی میں ہیں اور یہ فرمایا کہ پاکستان کے اوپر عذاب آنے کا اندیشہ ہے، اور اگر عذاب سے بچنا ہے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ سورۃ : والشمس و ضحھا، کو کثرت سے پڑھیں اور خواب دیکھنے والی خاتون نے یہ بھی فرمایا کہ آپ نے پچھتر ہزار مرتبہ پڑھنے کی تلقین فرمائی، جس کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ کئی افراد مل کر پچھتر ہزار مرتبہ پڑھ لیں، اس خواب کی تصدیق متعدد علماء نے کی، میں نے اس خاتون سے براہ راست سن کر تصدیق کی۔

خواب شرعاً حجت نہیں

یہاں میں پہلے آپ کو یہ عرض کر دوں کہ خواب شریعت میں حجت نہیں ہوتے، لہٰذا خواب سے کوئی ایسی بات ثابت نہیں کی جاسکتی جو بیداری کے حالات میں ثابت نہ ہو، کوئی چیز جو پہلے فرض نہیں تھی، واجب، سنت، مستحب نہیں ہوسکتی، جو چیز پہلے ناجائز اور حرام نہیں تھی، خواب کی وجہ سے اس کو ناجائز اور حرام نہیں کہا جاسکتا، شریعت نے خواب کو سوائے انبیائے علیہم السلام کے، کہ ان کا خواب وحی ہوتا ہے لیکن انبیاء کرام کے علاوہ کسی اور کا خواب حجت نہیں ہوتا، اس سے کوئی نیا حکم ثابت نہیں ہوسکتا، آج کل یہ بھی ایک گمراہی پھیلی ہوئی ہے کہ خوابوں کو دین میں حجت قرار دے کر اس سے نئے نئے احکام نکالے جارہے ہیں، اس کی شریعت میں اجازت نہیں ہے۔

خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور حکم

لیکن اگر کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی ہو اور آپ کے حلیہ شریف کے مطابق زیارت کی ہو تو اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری زیارت کرے گا خواب میں اس نے مجھ ہی کو دیکھا، شیطان میری صورت میں آکر دھوکہ نہیں دے سکتا، اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے کوئی ایسی بات بیان فرمائی جو دلائل شرعیہ کے خلاف نہیں ہے تو اس پر مسلمانوں کو عمل کرنا چاہیے لہٰذا اس خواب میں جو بات فرمائی گئی ہے کہ اس موقع پر سورۃ: والشمس وضحھا، کی تلاوت کثرت سے کی

جائے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کا اہتمام کریں ایک تو یہ پیغام آپ حضرات تک پہنچانا ہے۔

اس سورت میں گیارہ چیزوں کی قسم

اس سورت میں گیارہ چیزوں کی قسم یہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر اس سورت کی کثرت سے تلاوت کا جو حکم دیا ہے اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ موجودہ حالات میں شاید اس سورت کے اندر کوئی خاص پیغام ہے جو امت کو پہنچانا ہے، اس لئے خیال ہوا کہ آج اس مجلس میں اس سورت کی تھوڑی سی تشریح آپ حضرات کے سامنے پیش کروں، اسی غرض سے میں نے یہ سورت آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، یوں تو قرآن کریم کی ہر سورت، اس کی ہر آیت عظیم الشان ہے اور عظیم الشان ہدایات پر مشتمل ہے لیکن ہر سوبت کا ایک نرالہ انداز ہوتا ہے، نرالہ اسلوب ہوتا ہے، اس سورت کا بھی عجیب رنگ ہے، اس سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ ے گیبارہ چیزوں کی قسمیں کھائیں، گیارہ چیزوں کی قسمیں کھا کر ایک جملہ ارشاد فرمایا، آپ اندازہ لگایئے اول تو کسی بات کا یقین دلانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کو قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کا جو لفظ ہے وہ برحق ہے اور جو ایمان رکھتا ہے اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بات فرمائی، لیکن اللہ تعالیٰ مزید اس کی تاکید کے لئے اس میں زور پیدا کرنے کے لئے بعض اوقات مختلف چیزوں کی قسمیں بھی قرآن کریم میں کھائیں ہیں، ایک چیز کی قسم کھالیتے، دو کی کھالیتے، تین کی کھالیتے، بلکہ پہلے گیارہ چیزوں کی قسمیں کھائی

ہیں اور پھر ایک جملہ ارشاد فرمایا اور وہ جملہ ہے جو درحقیقت پیغام ہے ساری امت کو اور قسمیں بھی بڑی عجیب وغریب ہیں۔

سورۃ الشمس کا ترجمہ

ترجمہ اس سورت کا یوں ہے کہ: والشمس والضحھا، قسم ہے سورج کی اور سورج کی پھیلی ہوئی دھوپ کی: والقمر اذا تلھا، اور قسم ہے چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے پیچھے آئے: والنھار اذا جلھا، اور قسم ہے دن کی جب وہ سورج کا جلوہ دکھادے: واللیل اذا یغشھا، اور قسم ہے رات کی جب وہ سورج کو ڈھانپ لے، چھپادے: والسماء وما بنھا، قسم ہے آسمان کی اور اس کی جس نے اسے بنایا: والارض وما طحھا، اور قسم ہے زمین کی جس نے اسے بچھایا: ونفس وما سوھا، اور قسم ہے انسانی جانوں کی اور قسم ہے اس کی جس نے ان جانوں کو ٹھیک ٹھیک انداز ے سے بنایا: فالھمھا فجورھا وتقوی ھا، اور ٹھیک ٹھیک بنا کر ہر انسان کے دل میں گناہ کی خواہش بھی پیدا کردی اور تقوی کا جذبہ بھی پیدا کردیا، یہ گیارہ قسمیں ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کھائیں۔

گیارہ قسموں کے جواب میں اہم بات

پھر جملہ یہ فرمایا: قد افلح من ذکھا وقد خاب من دسھا، فلاح اس نے پائی جس نے اس جان کو پاک صاف بنایا، اور نامراد وہ ہوا جس نے اس جان کو پھنسادیا، یعنی گناہ میں پھنسادیا، گیارہ قسمیں کھا کر یہ بتایا کہ کامیاب اور فلاح یافتہ وہ ہے جو اس جان کو پاک صاف بنائے اور نامراد وہ ہے جو اس جان کو گناہ میں

پھنسا کر دوزخ کا مستحق بنائے۔

ان چیزوں کی قسمیں کیوں کھائیں؟

پہلے تو ذرا سمجھنے کی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو یہ قسمیں کھائیں سورج کی، اس کی دھوپ کی کھائی، چاند کی کہ اس کے پیچھے پیچھے چلا آتا ہے اور دن کی جب وہ سورج کا جلوہ دکھا دیتا ہے اور رات کی جب وہ اس سورج کو ڈھانپ لیتی ہے، یہ قسمیں جب اللہ تبارک وتعالیٰ کھاتے ہیں تو مفسرین نے کہا ہے کہ ہر قسم میں کچھ راز ہوتا ہے کہ اس چیز کی قسم خاص طور سے یہاں کیوں کھائی جارہی ہے، مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں جو قسمیں کھائی ہیں وہ اس بات کی کھائی ہیں کہ دیکھو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو اس کائنات کا نظام بنایا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ اس میں روشنی بھی ہوتی ہے اور تاریکی بھی ہوتی ہے، روشنی بھی ہوتی ہے اور اندھیرا بھی ہوتا ہے اور ایک وقت ہوتا ہے کہ سورج نکلتا ہے اس کی دھوپ پھیل جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں پورا جہاں منور ہو جاتا ہے، روشن ہو جاتا ہے پھر ایک وقت آتا ہے کہ سورج تو جا کر غروب ہو گیا، اس کی روشنی ختم ہو گئی، اندھیرا آنے لگا، اندھیرے کی جگہ اس سورج کی جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس چاند کی روشنی پیدا فرما دیتے ہیں، سورج چلا جاتا ہے چاند آجاتا ہے، اس کی روشنی آجاتی ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ پورا پھیلا ہوا دن ہے، اس میں روشنی پھیلی ہوئی ہے سورج نظر آرہا ہے لیکن بارہ چودہ گھنٹے کے بعد وہ سورج ختم ہو گیا اور رات کے اندھیرے نے آکر سورج کو چھپا لیا، اور چاند بھی ظاہر نہیں ہوا بلکہ مکمل تاریکی چھا گئی۔

ان قسموں میں انقلابات دنیا کی طرف اشارہ

ان ساری قسموں کے اندر دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے، ایک تو یہ کہ دنیا کے اندر اتار چڑھاؤ، انقلابات، سرد و گرم آتا ہی رہتا ہے، اگر کسی وقت کسی انسان کو اندھیرا محسوس ہو، حالات میں ظلمت محسوس ہو، ایسا لگے جیسے کہ تاریکی چھا گئی ہے تو اس کو مایوس نہیں ہونا چاہیے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر اندھیرے کے بعد روشنی آتی ہے،

اے ظلمت حالات سے جی چھوڑنے والو
پو پھٹتی ہے ہر روز اسی سینۂ شمس سے

اسی ظلمت کے سینے سے پو پھٹتی ہے اور روشنی چھا جاتی ہے ایک تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان قسموں کے ذریعے یہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ یہ دنیا جو ہے یہ دھوپ چھاؤ کی کائنات ہے، کبھی دھوپ ہے کبھی چھاؤ ہے، کبھی روشنی ہے کبھی اندھیرا ہے تو کسی تکلیف کی صورتحال میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْراً (الم نشرح : ۳)

ہر تنگی کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی آتی ہے۔

ایک تنگی اور دو آسانیاں

اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ نے یہ بتایا کہ تنگی ایک آئے گی تو آسانیاں دو آئیں گی تو موجودہ حالات میں مایوس نہ ہوں ایسے حالات میں جس سے آج ہم گزر رہے ہیں، دماغ میں بعض اوقات مایوسی پیدا ہونے لگتی ہے، بعض

اوقات اللہ بچائے تقدیر کا شکوہ دل میں پیدا ہونے لگتا ہے، یہ کیا ہو رہا ہے کہ دشمنوں کی گدی چڑھی ہوئی ہے دشمنوں کا بول بالا ہے، ان کو عروج نصیب ہے اور مسلمان پس رہا ہے، مسلمانوں کے اندر زوال کے آثار نظر آ رہے ہیں، اس کی وجہ سے بعض اوقات لوگوں کے دلوں میں تقدیر کا شکوہ پیدا ہونے لگتا ہے، اللہ بچائے ایمان کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے تو قرآن یہ کہتا کہ میاں! یہ دنیا ہے، جنت نہیں ہے۔

تین عالم پیدا فرمائے ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین عالم پیدا فرمائے ہیں ایک عالم وہ ہے جس میں خوشی ہی خوشی ہے، راحت ہی راحت ہے، آرام ہی آرام ہے، اور وہ ہے جنت، اور ایک عالم وہ ہے جس میں غم ہی غم ہے، صدمہ ہی صدمہ ہے، تکلیف ہی تکلیف ہے اور وہ ہے دوزخ، اور ایک عالم وہ ہے جس میں خوشی بھی ہے اور غم بھی ہے، راحت بھی ہے تکلیف بھی ہے، اچھے حالات بھی ہیں، برے حالات بھی ہیں، وہ یہ دنیا ہے، دنیا میں تکلیف ضرور آنی ہے، اگر کوئی شخص یہ سوچنے لگے کہ اسے دنیا کے اندر راحت ہی ملنی چاہیے، اور اسے خوشی ہی محسوس ہونی چاہیے، کبھی تکلیف کے حالات نہیں آنے چاہیں تو اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوسکتی، بڑے سے بڑا حاکم، بڑے سے بڑا بادشاہ، بڑے سے بڑا سرمایہ دار، بڑے سے بڑا دولت مند ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس کو کبھی تکلیف نہ پہنچے، کبھی صدمہ نہ آئے، کبھی غم نہ آئے، یہ دنیا ہے، لہٰذا اس میں دن بھی ہے اور رات بھی ہے، دھوپ بھی ہے اور چھاؤں بھی ہے، ظلمت بھی ہے اور روشنی بھی ہے، ایک تو اشارہ ہے ان قسموں سے اس حقیقت کی طرف اللہ

تعالیٰ فرمانا چاہتے ہیں۔

اس دنیا میں تمہیں کیا کرنا ہے؟

اور دوسرا اشارہ یہ ہے کہ اس میں پیغام یہ دیا ہے کہ میاں! اس دھوپ چھاؤں اور سرد گرم حالات سے متاثر ہونے کے بجائے یہ دیکھو! کہ اس دنیا میں تمہیں کرنا کیا ہے، اچھی حالت ہو، یا بری حالت ہو، مصائب کے طوفان ابل رہے ہوں، یا خوشحالی کا دور دورہ ہو، تمہیں کرنا کیا ہے؟ اس بات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو جملوں میں بتا دیا کہ:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۞ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا

جو جان اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہے اس کو اپنے طور پر پاک صاف بنانے کی کوشش کرو، اللہ کی اطاعت کے اندر لگاؤ، اور اس کو معصیتوں اور گناہوں میں مت پھنساؤ، کام تو یہ کرنا ہے اور ہم نے تمہارے دل میں یہ دونوں قسم کے جزبات رکھ دیئے ہیں، ہم نے تمہیں گناہ کی بھی صلاحیت بخشی ہے، اور تقوی کی بھی صلاحیت بخشی ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا.

کہ تمہارے دل میں گناہ کی خواہشیں بھی پیدا ہوتی ہیں اور تقوی کا جزبہ بھی پیدا ہوتا ہے وہ بھی ہم نے ہی پیدا کیا ہے، جس طرح دن اور رات کو پیدا کیا ہے، روشنی اور تاریکی پیدا کی ہے، اسی طرح تقوی کی روشنی بھی تمہارے دل میں پیدا کی ہے، معصیت اور گناہ کے تقاضوں اور خواہشات کو میری خاطر کچل کر میری اطاعت

کے کام کروگے تو تمہارا مقام فرشتوں سے اونچا ہو جائے گا۔

فرشتوں کی خاصیت

فرشتوں کو ہم نے اس لئے بنایا کہ وہ خالص ہماری اطاعت کریں، ہمارا ذکر کرتے رہیں، ہماری حمد وثناء کرتے رہیں اور ہمارا ذکر کرتے رہیں، ان کو نہ بھوک لگتی ہے، نہ پیاس لگتی ہے اور نہ ان کے دل میں جنسی خواہشات پیدا ہوتی ہیں اور نہ ان کے دل میں گناہ کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، اس لئے اگر وہ گناہ سے بچے ہوئے ہیں تو اس میں ان کا کوئی کمال نہیں، ان کا کوئی کمال نہیں ہے کہ گناہ سے بچے ہوئے ہیں، ان کو ہم نے پیدا ہی اسی کام کے لئے کیا تھا، ان میں گناہ کا داعیہ ہی ہم نے پیدا نہیں کیا، لیکن آدمؑ کے اندر دونوں تقاضے رکھ دیئے، گناہ کی صلاحیت بھی دی، اور تقوی کی صلاحیت بھی دی، تا کہ جب یہ گناہ کی خواہش دبا کر تقوی کی طرف جائے گا، اور ہماری اطاعت کرے گا، گناہ سے بچے گا تو اس کا مقام فرشتوں سے اونچا ہو جائے گا، فرشتوں سے اعلیٰ مقام ہوگا۔

حضرت یوسف علیہ السلام

دیکھو! حضرت یوسف علیہ الصلوۃ السلام کا واقعہ ہر شخص جانتا ہے، قرآن کریم میں آیا ہے کہ ایک عورت نے انہیں گناہ کی دعوت دی، گناہ کی پیشکش کی، دروازے بند کر دیئے، دروازوں پر تالے ڈال دیئے اور کہا کہ آؤ، گناہ کے اقدام کے لئے آؤ، اب حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام انسان ہیں، بشر ہیں، بھرپور جوانی ہے، خلوت ہے، تنہائی ہے، دروازوں کے اوپر تالے پڑے ہوئے ہیں اور

دل میں خیال بھی آرہا ہے، قرآن کہتا ہے:

ولقد همت به وهم بها.

ذلیخا کے دل میں تو خیال تھا ہی پکا کہ گناہ کرے، قرآن کہتا ہے کہ حضرت یوسف کے دل میں بھی خیال آچلا تھا کیونکہ بشر تھے، انسان تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے دل میں جزبہ پیدا فرمایا تھا، اسی لئے خیال ان کے دل میں بھی آچلا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل نہ دیکھ لیتے تو مبتلا ہو جاتے، چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دل میں فجور کے ساتھ تقوی کا جزبہ بھی عطا فرمایا تھا اس واسطے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے دو کام کیے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا کہ یا اللہ! اس میں پھنس گیا ہوں، اس مصیبت سے اپنے فضل و کرم سے مجھے نکال دے، اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور جتنا اپنے بس میں ممکن تھا وہ کیا، چنانچہ دروازہ کی طرف بھاگے، حالانکہ جانتے تھے کہ آگے دروازے پر تالے پڑھے ہوئے ہیں، آگے جانے کا راستہ نہیں ہے، لیکن سوچا کہ میرے بس میں اتنا ہی ہے کہ میں دروازے تک بھاگ کر چلا جاؤں پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ میرے بس میں اتنا تھا کہ دروازے تک بھاگ کر چلا جاؤں، آگے دروازے کھولنا آپ کی قدرت میں ہے تو اے اللہ! اپنی رحمت سے اس سے مجھے بچا لیجئے، دروازے کی طرف بھاگ کر چلے گئے، تو بھاگنے کے نتیجے میں یہ ہوا کہ جب دروازے پر پہنچے تو نہ صرف یہ کہ دروازے کے تالے ٹوٹ گئے بلکہ اس عورت کا شوہر کھڑا ہوا ملا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کرشمہ دکھایا، یہ کمال حضرت یوسف علیہ السلام کا تھا، اگر کوئی فرشتہ ہوتا اور اس کے دل میں معصیت کی خواہش ہی نہ ہوتی

اور گناہ کا داعیہ ہی نہ ہوتا تو اس کا بچنا کوئی کمال نہ تھا لیکن حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے اندر خواہش پیدا کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہ سے بچنے کی توفیق دی، یہ کمال ہے۔ بہر حال! جب انسان اپنے آپ کو بچا کر تقوی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا مقام فرشتوں سے آگے نکل جاتا ہے۔

ایمان کی حلاوت

اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی شخص کے دل میں کسی نامحرم عورت کی طرف دیکھنے کا جزبہ پیدا ہو، خواہش پیدا ہو، موقع بھی ہو اور یہ وہ فتنہ ہے جس میں عام ابتلا ہے کہ نامحرم کی خوب صورت شکل کو دیکھنے کا دل میں جزبہ پیدا ہوا کہ میں اس کو دیکھ کر لذت حاصل کروں، اگر کوئی اللہ کا بندہ اس خواہش اور جزبہ کو دبا کر اپنی نگاہ ہٹالے تو اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ ایمان کی ایسی حلاوت عطا فرماتے ہیں کہ اس کے سامنے ساری حلاوتیں ہیچ ہیں۔

دل تو ٹوٹنے کے لئے ہے

یہ دل تو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی اسی لئے ہے کہ اس پر چوٹیں مار مار کر اس کو اللہ کی تجلی گاہ بنا دیا جائے، اقبال مرحوم نے بعض اوقات بڑی عارفانہ باتیں کہی ہیں، ایک شعر میں وہ کہتے ہیں:

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے کہ یہ آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے، نگاہ آئینہ ساز میں

یہ دل جو ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنایا ہی اس لئے ہے، تو بچا بچا کر رکھنا

چاہتا ہے اسے، اس کو چوٹ نہ لگے، اس کو صدمہ نہ ہو، اس کو تکلیف نہ ہو، ارے یہ تو بنایا ہی اس لئے گیا ہے کہ اس پر چوٹیں پڑیں، اس پر ضربیں لگائی جائیں اور جتنا جتنا یہ ٹوٹے گا، اتنا ہی آئینہ ساز یعنی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عظیم ہوگا۔

اب جو شخص اس طرح اپنے دل کو توڑتا ہے یعنی خواہشات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاطر کچلتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کے دل کو اپنی تجلی گاہ بنالیتے ہیں۔

ایک اور شعر

میرے شیخ حضرت عارفی قدس اللہ سرہ ایک شعر پڑھا کرتے تھے، پہلے کبھی اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا، حضرت کے فرمانے سے سمجھ میں آیا فرمایا کہ:

یہ کہہ کہ کاسہ ساز نے پیالہ پٹخ دیا
اب اور کچھ بنائیں گے اس کو بگاڑ کے

جب پیالہ بنانے والے نے پیالہ بنایا اور بنا کر توڑ دیا، کیوں توڑا؟ تو وہ کہتا ہے کہ اب اور کچھ بنائیں گے اس کو بگاڑ کے، جب یہ بگڑے گا، ٹوٹے گا، تو ٹوٹنے کے نتیجے میں اس کی ایک نئی صورت پیدا ہوگی، اس پر جمال آئے گا، اس پر رونق آئے گی اور یہ اللہ تعالیٰ کی تجلی گاہ بنے گا، اور کبھی میں بھی شعر کہہ دیا کرتا تھا تو ایک شعر میں نے اسی مضمون پر کہا تھا کہ:

درد دل دے کہ مجھے اس نے یہ ارشاد کیا
اب ہم اسی گھر میں رہیں گے جسے برباد کیا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے دل بنایا اس لئے کہ جتنا تم اس کو توڑو گے اور اس کی خواہشات کے خلاف کام کر کے توڑو گے اتنا ہی میں اس کو اپنا گھر بناؤں گا، ہم اسی گھر میں رہیں گے جسے برباد کیا۔

اللہ تعالیٰ ٹوٹے دلوں کے پاس ہیں

اور یہی مفہوم ہے اس حدیث کا:

ان اللّٰہ مع المنکسرۃ قلوبھم

اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جن کے دل ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں، وہ اپنے دل کو اللہ کے خاطر توڑتے ہیں، گناہوں کی خواہشات اس کو اپنی طرف بلا رہی ہیں، لیکن وہ اللہ کی خاطر ان خواہشات کو کچلتا ہے، ان کو دباتا ہے اور اس کے بدلے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اپنی معیت عطا فرماتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ساتھی بن جاتے ہیں، تو بھائی یہ پیغام ہے اس سورت کا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر خواب میں یہ فرمایا کہ یہ سورت پڑھو تو اس کے ذریعہ یہ پیغام دیا ہے کہ اللہ کے عذاب سے بچنے کا راستہ سوائے اس کے کوئی اور نہیں کہ، قد افلح من ذکھا ، میں داخل ہو جاؤ یعنی ان لوگوں میں داخل ہو جاؤ جو اپنی جان کو پاک صاف رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی خاطر، اور گناہوں سے بچو، ارے یہ گناہ ہیں جو عذاب کو دعوت دیتے ہیں، یہ معصیت تو ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا قہر بلاتی ہے، یہ منکرات ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے غصے کو دعوت دیتے

ہیں تم تو یہ چاہتے ہو کہ ہم کام تو سارے وہ کرتے رہیں جس پر پچھلی امتیں ہلاک کی گئیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ تم پر رحمتیں نازل کریں، قرآن کا ارشاد تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو ان گناہوں سے پاک صاف بناؤ: وقد خاب من دسها ، نامراد ہے وہ شخص جو اپنی جان کو ان گناہوں کے جال میں پھنسا لے، یہ پیغام ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت میں دیا ہے۔

قوم ثمود سے عبرت پکڑو

پھر اس کا نمونہ بھی بتا دیا کہ دیکھو! قوم ثمود حضرت صالح علیہ الصلوۃ والسلام کی قوم تھی، اس نے سرکشی اختیار کی، اس کا نتیجہ کیا ہوا، آخر میں قرآن کریم کہتا ہے،

فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا.

ان کے پروردگار نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی، ان کے گناہ کی وجہ سے تو اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورۃ : والشمس پڑھو تو درحقیقت تلاوت تو اپنی جگہ باعث اجر وثواب ہے لیکن اس میں مجھے تو پیغام یہ نظر آتا ہے کہ اللہ کے بندو! یہ جو دن رات بیٹھے ہوئے تبصرے کرتے رہتے ہو، مجلسیں جمی ہوئی ہیں، تبصرے ہو رہے ہیں، فلاں نے یہ کر دیا، فلاں نے یہ کر دیا، بتاؤ! ان تبصروں سے کیا حاصل؟ جتنا وقت ان تبصروں میں گزار رہے ہو، مجلس آرائی میں گزار رہے ہو، اتنا وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اپنے گناہوں پر استغفار کرو، توبہ کرو، امت کے سابقہ اعمال کی معافی مانگو۔ اللہ تعالیٰ سے امت کی شامت اعمال رفع کرنے کی دعائیں مانگو، اللہ تعالیٰ سے رجوع کرو اور اپنے حالات

کیا تم نے اپنا جائزہ لیا؟

اگر چہ ہم زبان سے یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہے، ہماری شامت اعمال ہے، یہ ہمارے گناہوں کا وبال ہے تو اگر اس نقطہ نظر سے دیکھو کہ یہ جو کہہ رہے ہیں کہ یہ ہمارے گناہوں کا وبال ہے تو کسی گناہ کو چھوڑنے کا ارادہ بھی کیا؟ کسی گناہ کو ترک کرنے کا کوئی اقدام بھی کیا؟ کبھی اس طرح جائزہ لے کر بھی دیکھا؟ کہ میری زندگی میں کون کون سے گناہ ہو رہے ہیں، اور میں ان میں سے جن کو چھوڑ سکوں چھوڑ دوں، کبھی اپنا جائزہ لے کر دیکھا اگر نہیں دیکھا تو پھر یہ تو باتیں ہی باتیں ہیں کہ یہ ہمارے گناہوں کا وبال ہے، یہ ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔

اپنی فکر کرو

قرآن کریم ایسے موقعوں پر فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ

اے ایمان والو! اپنی جانوں کی فکر لو، اپنی اپنی خبر لو، ہر ایک انسان جائزہ لے کر دیکھے کہ میں صبح سے لے کر شام تک جو زندگی گزارتا ہوں تو اس میں کہاں کہاں مجھ سے گناہ ہو رہے ہیں؟ جھوٹ کتنا بول رہا ہوں؟ غیبتیں کتنی کر رہا ہوں؟ نگاہ کا غلط استعمال کتنا کر رہا ہوں اور کانوں کا غلط استعمال کتنا زیادہ کر رہا ہوں؟ زبان کا استعمال کتنا زیادہ غلط کر رہا ہوں؟ اس کا جائزہ لے کر اپنی فکر کرو اگر تم نے اپنی اصلاح کر لی تو جو لوگ گمراہی کی طرف جا رہے ہیں وہ تمہیں نقصان نہیں

پہنچا سکیں گے۔

چراغ سے چراغ جلتا ہے

ہوتا یہ ہے کہ جب ایک شخص اپنی اصلاح کرلے تو ایک چراغ جل گیا، اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ چراغ سے چراغ جلتا ہے تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ روشنی کو اور پھیلا دیتا ہے لہٰذا میرے بھائیو اور بزرگو! اس سورت کے پیغام کے طور پر کہ آج ہم لوگ یہ ارادہ لے کر اٹھیں کہ اس عذاب کو دور کرنے کے لئے، حالات کی سنگینی سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اپنے گناہوں سے استغفار کریں اور توبہ کریں، میں عرض کرتا ہوں کہ ہم سب اس بات کا ارادہ کریں کہ جا کر دو رکعتیں صلوۃ توبہ کی نیت سے پڑھ کر پچھلی ساری زندگی کی توبہ اللہ تعالیٰ سے مانگیں، استغفار کریں اور آئندہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ عہد کریں کہ یا اللہ! اب ہم آپ کے دین کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور گناہوں سے بچنے کا ارادہ کرتے ہیں، اپنی رحمت سے اس کی توفیق عطا فرما، یہ دعا کر کے اور پھر عزم کو تازہ کر کے اپنے آپ کو ہر طرح کے گناہوں سے بچانے کی فکر کریں تو کچھ بعید نہیں کہ یہ رات کی تاریکی ختم ہو کر سورج کی پھیلی ہوئی دھوپ میں تبدیل ہو جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ پھر امن وامان کا نور، ایمان کا نور، اسلام کا نور، اطاعت کا نور اپنے فضل وکرم سے ہمیں عطا فرمائے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے بھی اور آپ کو بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

إن الله مع الصابرين

رمضان رخصت ہورہا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ا۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی : جلد نمبر ۳

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

رمضان رخصت ہو رہا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۞
یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا۞ (التحریم : ۸)
آمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَاالْعَظِیْم.وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمِ. وَ نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَ الشَّاکِرِیْنَ.
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ .

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس

نے ہمیں اپنی زندگی میں رمضان المبارک کے یہ مقدس لمحات عطا فرمائے، اور آج رمضان المبارک کا جمعہ ہے، جو آخری جمعہ بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ اگلے جمعہ میں عید الفطر ہونے کا بھی احتمال ہے، اور اگر ۲۹ ر کا چاند نہ ہوا تو اگلا جمعہ رمضان کا آخری دن ہوگا۔ آخری جمعہ کو لوگ عام طور پر جمعۃ الوداع کے نام سے تعبیر کرتے ہیں، اور اس آخری جمعہ کے بارے میں کچھ مخصوص احکام بھی لوگوں میں مشہور ہوگئے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ جمعۃ الوداع کی اس حیثیت میں قرآن وحدیث میں کوئی بات مذکور نہیں ہے، بلکہ رمضان المبارک کا ہر دن مقدس اور مبارک دن ہے، اور خاص طور پر جمعہ کا دن رمضان المبارک کے اندر آجائے تو اس کا تقدس اور زیادہ بڑھ جاتا ہے، اس کے تقدس میں اور زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے، اور آخری جمعہ کے بعد کوئی اور جمعہ کا رمضان المبارک کے اندر آنا نہیں ہوتا، اس واسطے اس آخری جمعہ کی اہمیت کسی درجے میں اور بڑھ جاتی ہے۔

رمضان المبارک کا آخری جمعہ

لیکن رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو کوئی تہوار سمجھنا، اور اس کے بارے میں کوئی خاص احکام مقرر کر لینا کہ جمعۃ الوداع میں خصوصی طور پر اتنی رکعتیں پڑھی جائیں گی، یا اس دن فلاں عبادت انجام دی جائے گی، قرآن وحدیث میں ایسی کوئی چیز ثابت نہیں۔ ہاں! رمضان المبارک کا ہر دن قیمتی ہے، اس کا ہر لمحہ قیمتی ہے، اور خاص طور پر جمعہ قیمتی ہے، اور آخری جمعہ اور زیادہ قیمتی ہے کہ اس کے بعد کوئی اور جمعہ رمضان المبارک میں نہیں آئے گا۔

اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے

البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب رمضان المبارک کا آخری جمعہ آتا ہے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ رمضان رخصت ہونے والا ہے، آدمی کو اس وقت میں دو قسم کے کام کرنے چاہئیں، ایک یہ کہ اس وقت آدمی کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے رمضان المبارک کی دولت عطا فرمائی، اور اس بات پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اس ماہ میں اپنی بارگاہ میں حاضری کی توفیق بخشی، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمادی، نمازیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمادی، تراویح پڑھنے کی توفیق عطا فرمادی، اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، یہ اس کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں ان عبادتوں کی کسی نہ کسی درجے میں توفیق عطا فرمادی۔

یہ سب اللہ کی توفیق سے ہوا

ورنہ کتنے گھرانے ایسے ہیں جن میں پتہ بھی نہیں چلتا کہ رمضان المبارک کب آیا تھا، اور کب نکل گیا، نہ روزے کا اہتمام، نہ نمازوں کا اہتمام، عام مہینوں کی طرح یہ مہینہ بھی گزار لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور شکر ہے کہ ہمیں ایسے لوگوں میں داخل نہیں فرمایا، بلکہ ہمیں روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائی، نمازیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی، تراویح پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی، یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، اور یہ امید رکھنی چاہیے کہ انشاء اللہ وہ ان عبادتوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں گے، اور ہماری کوتاہیوں کے باوجود، اور ہماری ناقدریوں کے باوجود اللہ

تعالیٰ اپنے فضل کا معاملہ فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہر مؤمن کو یہی امید رکھنی چاہیے۔

توبہ اور استغفار کرنا چاہیے

دوسرے یہ کہ استغفار اور توبہ کرنی چاہیے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے فضل سے عبادات کی توفیق عطا فرمائی، لیکن ہم نے کس طرح عبادتیں انجام دیں، ان میں نجانے کتنی کوتاہیاں، کتنی غلطیاں، کتنی خامیاں تھیں، اس پر اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرنا چاہیے، قرآن کریم میں آتا ہے:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَايَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

(الذریت : ۱۷،۱۸)

یہ اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو رات کو بہت کم سوتے ہیں، بلکہ رات کے وقت عبادت میں لگے رہتے ہیں، کھڑے ہو کر نمازیں پڑھتے ہیں، رکوع کرتے ہیں، اور سجدے کرتے ہیں، لیکن سحری کے وقت وہ لوگ استغفار کرتے ہیں۔

حق ادا نہ کر سکنے پر استغفار

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا کہ یارسول اللہ! استغفار تو کسی گناہ سے ہوتا ہے، جب انسان سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس گناہ پر استغفار ہوتا ہے، اس سے معافی مانگی جاتی ہے، لیکن یہاں تو صورت یہ ہے کہ رات کو عبادت میں کھڑے ہیں، اور صبح کے وقت استغفار کر رہے ہیں، یہ لوگ کس چیز سے استغفار کر رہے

ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ استغفار اس بات پر کر رہے ہیں کہ اے اللہ! آپ کی عبادت کا جیسا حق تھا، وہ حق ہم سے ادا نہیں ہو پایا:

مَاعَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ مَاعَرَفْنٰکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ

اے اللہ! آپ کی عبادت کا جو حق تھا، وہ ہم ادا نہ کر پائے، اے اللہ! آپ کی معرفت کا جو حق تھا، وہ ہم ادا نہ کر پائے۔

ہر عبادت کے بعد الحمد للہ اور استغفر اللہ

اللہ کی دی ہوئی توفیق پر شکر کرو کہ اس نے ہمیں ان عبادتوں کی توفیق عطا کی، اور ان عبادتوں کے انجام دینے میں ہم سے جو کوتاہیاں، غلطیاں، خامیاں ہوئیں، ان پر اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرو، رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں یہ کام کرنا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی کسی عبادت کی توفیق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے حضور دو کام کرو، یعنی یہ کہو: الحمد للہ، استغفر اللہ۔ الحمد للہ کے ذریعہ اللہ کی تعریف اور شکر ادا کریں کہ اس عبادت کی توفیق مل گئی، اور استغفار اس بات پر کہ جیسی عبادت کرنی چاہیے تھی، ویسی عبادت نہ کر پائے، یہ دو کام کریں۔

بڑی سخت وعید

تیسری بات یہ کہ ایک بڑی اہم حدیث ہے جو ہر مؤمن کو یاد رکھنی چاہیے، وہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ منبر پر چڑھتے ہوئے جبرئیل امین علیہ السلام کی ایک دعا پر آمین کہی، بعد میں صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ نے کس بات پر آمین کہی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میں منبر پر چڑھنے لگا تو میرے سامنے جبرئیل امین علیہ السلام آگئے، انہوں نے ایک دعا کی اور میں نے اس پر آمین کہی، وہ دعا یہ کی کہ برباد ہوجائے وہ شخص جس پر پورا رمضان المبارک کا مہینہ گزر گیا، اور وہ اپنے گناہوں کی معافی نہ کراسکا۔ العیاذ باللہ۔آپ اندازہ کریں کہ یہ کتنی سخت بات ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام دعا کررہے ہیں، کہاں پر دعا کررہے ہیں؟ مسجد نبوی میں منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دعا کررہے ہیں، اور دعا پر آمین کہنے والے کون ہیں؟ نبی کریم، سرور دو عالم، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ایسی دعا کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ہوسکتا درحقیقت یہ دعا نہیں، بلکہ بددعا ہے کہ برباد ہوجائے وہ شخص جس پر پورا رمضان المبارک گزر جائے، اور وہ اپنے گناہوں کی مغفرت نہ کرالے۔

اللہ کی رحمت برس رہی ہے

بھائی! رمضان المبارک کے گزرنے سے پہلے اس حدیث کو اپنے ذہن میں رکھنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس بددعا سے محفوظ رکھے، آمین۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ رمضان المبارک میں قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت مغفرت کے بہانے تلاش کررہی ہے، روزہ رکھ لو تو گناہ معاف، تراویح پڑھ لو تو گناہ معاف، روزہ کی حالت میں توبہ کرلو تو گناہ معاف، غرض قدم قدم پر اللہ تعالیٰ نے معافی کے دروازے کھولے ہوئے ہیں، اور حدیث میں بھی فرمایا کہ رمضان المبارک

میں جنت کے سارے دروازے کھلے ہیں، اور جہنم کے سارے دروازے بند ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہانے ڈھونڈ رہی ہے، اس کے باوجود کوئی شخص اپنے گناہوں کی معافی نہ کراسکے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور رہ کر گزار دیا، اس لئے استغفار اور توبہ کے ساتھ بقیہ رمضان المبارک کا وقت گزارنا چاہیے۔

پورا ملک مصائب کا شکار ہے

خاص طور پر آجکل آپ حضرات سب جانتے ہیں کہ ہم کن حالات سے گزر رہے ہیں، ہمارے ملک میں کیا کچھ طوفان برپا ہے، مصائب کا ایک سلسلہ ہے، جس میں پوری قوم گھری ہوئی ہے، سیلاب ایسا آیا ہے کہ پاکستان کی پوری تاریخ میں ایسا سیلاب کبھی نہیں آیا، آپ اندازہ کریں کہ پانی کے اندر جو چشمے تھے، وہ محفوظ رہے، اور دریائے کابل جو افغانستان سے نکلتا ہے، لیکن افغانستان میں کوئی سیلاب نہیں، پاکستان میں سیلاب ہے، پانچ دریا جو انڈیا اور کشمیر سے نکلتے ہیں، وہاں کوئی سیلاب نہیں، لیکن پاکستان آکر سیلاب کی شکل اختیار کرلی، یہ سیلابوں کا ایک طوفان اپنی جگہ، دوسری طرف بدامنی، خانہ جنگی، خودکش حملے، دہشتگردی، لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنے ہوئے ہیں، ٹارگٹ کلنگ اور ان سب مصائب اور آلام کے ساتھ حکمران ایسے کہ ساری قوم پریشان ہے، قوم کو بھروسہ نہیں، کسی کو اعتماد نہیں، دیکھو تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ سب کچھ ہماری بداعمالیوں کا وبال تو نہیں ہے؟ جو ہم پر مسلط ہے، اللہ اپنی رحمت سے ہمارے اوپر رحم فرمائے۔

جیسے اعمال ویسے حکمران ہوں گے

لوگ حکمرانوں کو برا بھلا کہتے ہیں، ان کو گالیاں دیتے ہیں، حالانکہ حدیث میں فرمایا کہ حکمرانوں کو گالیاں مت دو، بلکہ اپنے اعمال کو درست کرو، جو کچھ مصائب آرہے ہیں تمہارے اعمال کے سبب آرہے ہیں، ارے جن کو گالیاں دے رہے ہو، تم ہی تو لے کر آئے ہو، تم ہی نے اپنے ووٹوں سے ان کو وہاں تک پہنچایا ہے، تو گالیاں دینے سے کیا حاصل؟ ہاں اپنے غلطیوں پر توبہ کرو۔ اِنَّمَا اَعْمَالُکُمْ عَمَّالُکُمْ۔ یہ تمہارے حکمران یہ تو تمہارے اعمال ہیں، یہ تمہارے اعمال کا آئینہ ہے، تو یہ سب کچھ جو صورتحال نظر آرہی ہے، درحقیقت بداعمالیوں کا وبال ہے، اور بداعمالیاں ایک نہیں، کسی کے ہاں کچھ ہے، کسی کے ہاں کچھ ہے، نمازیں چھوڑ رکھی ہیں، روزے چھوڑ رکھے ہیں، نہیں۔

ایک بھی نمازی نہیں ہے

ابھی مجھے سندھ کے ایک بہت ہی ذمہ دار وڈیرے بتا رہے تھے کہ ہمارے گاؤں میں یہ حالت ہے کہ ایک مسجد تھی، اس میں مؤذن اور امام ایک ہی شخص تھا، کیونکہ اور کوئی شخص وہاں نمازی نہیں تھا، اس لئے وہی اذان دیتا تھا، اور وہی نماز پڑھاتا تھا، سالہا سال سے یہ کیفیت ہے کہ وہ اذان دیتا اور نمازیوں کا انتظار کرتا ہے، ایک نمازی بھی مسجد میں نہیں آتا، جبکہ مسجد کے برابر میں ہوٹل کے اندر فلمیں چل رہی ہیں، وی، سی، آر چل رہے ہیں، ٹی، وی چل رہا ہے، لوگ بیٹھے فلمیں دیکھ رہے ہیں، اذان کی آواز کان میں پڑ رہی ہے، لیکن کسی کو مسجد میں آنے

کی توفیق نہیں ہوتی، یہ حال ہے، کلمہ پوچھو، کلمہ نہیں آتا۔

سیلاب زدگان کے کیمپوں میں آنے والوں کا حال

ہم نے بھی مختلف جگہوں پر دارالعلوم کی طرف سے سیلاب زدگان کے لئے کیمپ لگائے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کی توفیق نصیب فرمائے۔ لیکن جو لوگ کیمپ کے اندر آرہے ہیں ان کی حالت دیکھ کر سچی بات یہ ہے کہ رونا آتا ہے، انہیں نجاست کا نہیں پتہ، استنجاء کا پتہ نہیں، وضو کرنا نہیں آتا، نماز تو درکنار، کلمہ بھی زبان سے نہیں نکلتا، تو ایک طرف تو یہ حالت ہے بے خبری اور غفلت کی۔

نمازیوں کا حال یہ ہے

کچھ لوگ وہ ہیں جو نماز روزہ تو بے شک کررہے ہیں اور مسجد میں بھی آتے ہیں، لیکن جب دفتروں میں جاکر بیٹھتے ہیں تو ڈاکو بن کر بیٹھتے ہیں، قزاق بن کر بیٹھتے ہیں، جب بازاروں میں جاتے ہیں، تجارت کرتے ہیں تو قزاق بن کر تجارت کرتے ہیں، لوگوں کی کھالیں کھینچنے کی فکر میں ہیں، یہ بداعمالیوں کا طوفان ہی ہے، اللہ کی طرف سے عذاب نہیں آئے گا تو پھر کیا آئے گا؟ جب نمازیں پڑھنے والے، روزے رکھنے والے، پیسوں کی خاطر ایسے دیوانے ہوجائیں کہ لوگوں کی کھال کھینچنے کی فکر میں ہوں، اور حرام خوری پورے معاشرے کے اندر سرایت کرگئی ہو، تو کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ نہیں ہوگی؟ اللہ تعالیٰ ڈھیل دیتے رہتے ہیں، ڈھیل دیتے رہتے ہیں، پھر پکڑ لیتے ہیں، یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے کہ پوری امت ایک عذابِ عام سے ہلاک نہیں کی جائے گی، لیکن جزوی طور پر

عذاب اور سزائیں آتی رہیں، پہلے بھی آتی رہیں، اور اب بھی آسکتی ہیں، اور آتی رہیں گی، جب تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کریں گے، اپنے گناہوں کی معافی نہیں مانگیں گے، اپنے گناہوں کو نہیں چھوڑیں گے۔

توبہ واستغفار کرو

لہٰذا بھائیو! آج جمعہ ہے، رمضان کا شاید آخری جمعہ ہو، اس میں خصوصی طور پر میں درخواست کرتا ہوں کہ ہر مسلمان چھوٹا بڑا، عالم جاہل، پڑھا لکھا ان پڑھ جو بھی ہے، وہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر مانگ لے، اور توبہ کر لے، اور عہد کر لے اللہ سے کہ اب گناہ نہیں ہوگا، اب نمازیں نہیں چھوٹیں گی، اب روزے نہیں چھوٹیں گے، اب زکوٰۃ ٹھیک ٹھیک ادا کی جائے گی، اور اب لوگوں کے ساتھ امانت اور دیانت کا معاملہ کیا جائے گا، اب جھوٹ نہیں بولیں گے، اب غیبت نہیں کریں گے، اور اب حرام طریقے سے مال حاصل نہیں کریں گے، اب دھوکہ نہیں دیں گے، اب ملاوٹ نہیں کریں گے، اور اب لوگوں سے دفتروں میں بیٹھ کر رشوت کی خاطر ان کو چکر نہیں کٹوائیں گے۔

رشوت نے قوم کو تباہ کر دیا

سب سے بڑا وبال جو ہماری قوم پر مسلط ہے، وہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کو رشوت کی چاٹ لگ گئی ہے، خدا کے لئے اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھو، ہمیشہ اس دنیا میں زندہ نہیں رہنا، ایک دن دنیا سے جانا بھی ہے، قبر میں سونا بھی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے حاضری بھی دینی ہے، خدا کے لئے اس وقت کا خیال کرو،

اور یہ حرام خوری چھوڑ دو، رشوت ستانی چھوڑ دو، دھوکہ دہی چھوڑ دو، ملاوٹ چھوڑ دو، لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا چھوڑ دو، ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کسی وقت بھی دستک دے سکتا ہے، کسی وقت بھی آسکتا ہے، قرآن کہتا ہے، کیا لوگ بے خبر محفوظ ہو کر بیٹھ گئے، ہمارا عذاب ان پر سوتے ہوئے آسکتا ہے، جاگتے ہوئے آسکتا ہے، جب وہ کھیل رہے ہوں اس وقت آسکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا آنکھوں سے، اب بھی اگر ہوش نہ آئے، اب بھی اگر ہوش کے ناخن نہ لو، تو آخر کب ہوش آئیگا؟؟

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو

قرآن کہتا ہے کہ عذاب کے آنے سے پہلے پہلے ہم سے رجوع کرلو، ہمارے پاس آجاؤ، توبہ کرلو، استغفار کرلو، اب یہ چند راتیں باقی ہیں، رمضان کے چند دن ہیں، ایک ہفتہ ابھی تک اللہ کے فضل سے باقی ہے، اس میں راتیں آرہی ہیں، عشرہ اخیرہ کی راتیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر رات منادی آواز لگاتا ہے، بھائی سب اپنے اپنے گناہوں سے معافی مانگو، توبہ کرو، عہد کرو گناہ کو چھوڑنے کا، اور ساتھ ہی پوری امت کے لئے دعا کرو کہ یا اللہ! ہماری قوم کو اس عذاب سے اس قہر سے بچالے، اور ہمارے حالات کو درست فرمادے، ہمارے ملک کے اندر بھی عافیت، اطمینان اور چین عطا فرمادے، اس کو صحیح معنی میں پاکستان بنادے، صحیح معنی میں مسلمان ملک بنادے، اسلامی جمہوریہ صحیح معنی میں بننے کی توفیق عطا فرمادے، اس بات کی دعائیں کرو، گڑ گڑاؤ، رو، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کچھ بعید نہیں کہ یہ جو رمضان کے آخری ایام ہیں، یہ ہمارے لئے مغفرت کا ذریعہ بن

جائیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجائے، اور ہماری مغفرت ہوجائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی کامل مغفرت فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

رمضان کے بعد کی زندگی

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ا۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	:	جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب	:	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	:	جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان کے بعد کی زندگی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۞ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۞

وَلِتُکْمِلُوْا الْعِدَّۃَ وَ لِتُکَبِّرُوْا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ۞ (البقرۃ : ۱۸۵)

آمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْم ، وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمِ ، وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَ الشَّاکِرِیْنَ ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ .

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے

ہمیں رمضان کا مہینہ عطا فرمایا، اور آج اس رمضان المبارک کا آخری دن ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس موقع کے لئے وہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی، جو میں نے آپ کے سامنے ابھی تلاوت کی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْن

(البقرة: ۱۸۵)

یعنی ہم نے اس مہینے کے روزے تم پر فرض کئے ہیں، اس لئے فرض کئے ہیں تا کہ تم تیس دن کی گنتی پوری کرو۔

کیا وہ فضیلت سے محروم ہو جائے گا؟

اللہ تعالیٰ نے یہ عجیب لفظ استعمال فرمایا، اگر غور کیا جائے تو ہمارے لئے اس لفظ میں تسلی کا بڑا سامان ہے، ہر وہ مسلمان جس کو رمضان المبارک کے مہینے میں روزے رکھنے کی توفیق ہوئی، اس کے دل میں کبھی نہ کبھی یہ خیال آتا ہے کہ مجھ سے روزے کی عبادت کا حق تو ادا ہو ہی نہیں سکا، جس طرح روزے رکھنے چاہیے تھے، اس طرح روزے نہیں رکھ سکا، تو کیا روزے کے جو فضائل قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں، کیا میں ان سے محروم رہوں گا؟ کیا میں ان برکتوں سے، رحمتوں سے، اس اجر وثواب سے محروم رہوں گا جو قرآن وحدیث میں روزے کے بیان ہوئے ہیں؟ مثلاً یہ کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھ لے گا، اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے، اور روزہ دار کے لئے جنت میں ایک خاص دروازہ ہے، جس کا نام ''باب الریان'' ہے، باب الریان کے معنی ہیں سیراب ہونے والے کا دروازہ،

چونکہ یہ بندہ میری خاطر پیاسا رہا تھا، میری خاطر اس نے پیاس برداشت کی تھی، آج اس کے لئے وہ دروازہ مقرر کیا گیا ہے جس کا نام ہی ''سیرابی کا دروازہ'' ہے، اور یہ کہ روزہ میرے لئے ہے، میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، یعنی اور عبادات کے لئے تو یہ فرمایا کہ فلاں عبادت پر اتنا ثواب ملے گا، فلاں عبادت پر اتنا ثواب ملے گا، فلاں عبادت کے نتیجے میں جنت میں محل تعمیر ہو جائے گا، لیکن روزے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرے لئے ہے، اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، یعنی اس کا بیان کرنا ممکن ہی نہیں جو بدلہ میں روزہ دار کو دینے والا ہوں۔

تم گنتی پوری کرلو

یہ سارے کے سارے اجر و ثواب، یہ فضیلتیں، یہ برکتیں، یہ رحمتیں، روزے دار کے لئے اللہ نے رکھی ہیں، کبھی کبھی ہمارے دلوں میں یہ خیال آتا ہے کہ ہم سے تو روزہ صحیح معنی میں ادا ہی نہیں ہو سکا، تو کیا ہم ان فضائل و برکات سے محروم رہیں گے؟ اس کے جواب میں قرآن کریم فرماتا ہے کہ تم روزے کی حقیقت کو کیا بجالاتے، اس کا حق تو کیا ادا کرتے، ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم گنتی پوری کرلو، اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرلو، تو ہم اس گنتی ہی میں برکت ڈال دیں گے، انشاء اللہ، تم سے تیس روزے رکھنے کے لئے کہا ہے، تم تیس دن پورے کرلو، جیسے تیسے بن پڑے کرلو، اس لئے کہ تم نے میرے حکم کا لحاظ تو کیا، تم نے میرا حکم مانا تو سہی، میرے حکم کی خاطر تم نے کھانا پینا چھوڑا تو سہی، تم عاجز ہو، کمزور ہو، اور تم سے وہ اعلیٰ درجہ کی عبادت نہیں بن پڑی جو کرنی چاہیے تھی، لیکن میں تمہاری عبادت کو

دیکھوں یا اپنی رحمت کو دیکھوں؟ میری رحمت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ جب تم نے گنتی پوری کر لی تو بس تم میرے قریب آ گئے، اس لئے اس پر میں تمہیں اجر دوں گا۔

''لیلۃ الجائزۃ'' انعام کی رات

اور ایسا اجر دوں گا جس کا حدیث شریف میں بیان آیا ہے کہ یہ جو آج عید الفطر کی رات آنے والی ہے، اس کو لیلۃ الجائزۃ قرار دیا، یعنی یہ انعام کی رات ہے، ان بندوں کے لئے جو رمضان کے مہینے میں میری خاطر بھوکے پیاسے رہے، اور جنہوں نے میری خاطر راتوں کو جاگ کر گزارا، جو میری خاطر تراویح کی رات میں کھڑے رہے، آج ان بندوں کو انعام دینے کی رات ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم جیسے کمزوروں کو بھی نواز دیتے ہیں۔

اللہ کی بڑائی بیان کرو

اس آیت میں اگلا جملہ ارشاد فرمایا ''وَ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْن'' یعنی اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ تکبیر کہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہدایت دی ہے، تاکہ تم شکر گزار بندے بنو، یہ جو فرمایا کہ تکبیر کہو، اس سے اشارہ ہے نماز عید کی طرف، عید الفطر کی نماز میں آپ نے دیکھا ہے کہ عام نمازوں کے مقابلے میں اس میں چھ تکبیریں زائد ہوتی ہیں، تین تکبیریں پہلی رکعت میں، اور تین تکبیریں دوسری رکعت میں زائد ہوتی ہیں ''اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر'' بار بار تکبیر کہی جارہی ہے، اور تعالیٰ کی بڑائی بیان ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان ہو رہا ہے۔

مزدور کو مزدوری پوری دیدی جائے

اور جب امام عید کی نماز کا خطبہ دیتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ خطبہ کے درمیان میں بار بار یہ تکبیر کہی جائے کہ ''اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد'' یہ درحقیقت اس آیت قرآنی ''وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ'' پر عمل ہو رہا ہے۔ اور جب بندے عید الفطر کی نماز ادا کرنے کے لئے عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں اس کا منظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح کھینچا ہے کہ عید کی نماز ادا کرنے کے لئے اتنا بڑا مجمع عیدگاہ کے اندر جمع ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں، اے میرے فرشتو! یہ بتاؤ اس مزدور کی مزدوری کیا ہونی چاہیے؟ جس مزدور نے اپنا کام پورا کر لیا ہو؟ فرشتے جواب میں کہتے ہیں کہ یا اللہ! جو مزدور اپنا کام پورا کرے، اس کی اجرت بھی اس کو پوری ملنی چاہئے، اللہ تعالیٰ پھر ان بندوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ دیکھو، یہ میرے بندے ہیں، جن پر میں نے ایک فریضہ عائد کیا تھا کہ وہ رمضان المبارک میں روزے رکھیں، انہوں نے اس فریضہ کو پوری طرح ادا کر لیا، اور آج یہ میرے بندے اس میدان کے اندر مجھ سے دعائیں کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں، اور مجھ سے مانگنے کے لئے جمع ہوئے ہیں، میں اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں اپنے کرم کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں اپنے بلند اور عظیم مقام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج میں ان سب کی دعائیں قبول کروں گا، اور آج میں ان کی برائیوں کو بھی اچھائیوں سے تبدیل کر دوں گا۔

میرے کہنے کے مطابق گنتی پوری کرلی

اس کے دو مطلب ہیں، ایک مطلب یہ ہے کہ میرے بندے کمزور ہیں، ضعیف ہیں، اور جیسی عبادت کرنی چاہئے تھی، ویسی عبادت کا حق ادا نہیں کرسکے، یہ بندے اس خیال میں ہیں کہ ہم سے عبادت کا حق ادا نہیں ہوسکا، انہوں نے جو عبادتیں کیں، ان عبادتوں میں بھی برائیاں داخل ہوگئی تھیں، کیونکہ عبادت کے دوران ان کا دماغ وذہن کہیں اور بھٹکا ہوا تھا، نماز کے لئے نیت باندھی تھی، لیکن دل کہیں اور تھا، اور دماغ کہیں اور کہیں اور تھا، خیال کہیں اور تھا، اور میری طرف پوری طرح متوجہ نہیں تھے، یہ سب ان بندوں کی برائیاں ہیں، آج میں ان کی برائیوں کو بھی اچھائیوں سے بدل دوں گا، کیونکہ انہوں نے میرے کہنے کے مطابق گنتی پوری کرلی، اور اب میں ان کے ساتھ اپنی رحمت کا معاملہ کروں گا، اور ان کی برائیوں کو بھی اچھائیوں سے بدل دوں گا۔

تمہاری بخشش ہوچکی

اس اعلان کے بعد جب یہ بندے عیدگاہ سے واپس جاتے ہیں تو ان سب کی مغفرت ہوچکی ہوتی ہے، آپ اندازہ کریں کہ کتنا بڑا انعام عیدالفطر کے دن دیا جارہا ہے، جب اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر کرو تو جنہوں نے رمضان المبارک میں روزے رکھے، اور اپنی حد تک رمضان المبارک میں عبادتیں انجام دیدیں تو انشاء اللہ جب عیدگاہ سے نکلو گے تو مغفور ہوکر نکلو گے، یعنی اب تمہاری مغفرت ہوچکی، اب تم بخشے بخشائے ہو، یعنی اب تمہارے نامہ اعمال میں گناہوں کا کوئی داغ نہیں

رہا، بالکل صاف ستھرے ہوگئے۔

بڑے گناہوں کے لئے توبہ کی ضرورت ہے

دیکھئے! جو کبیرہ گناہ ہوتے ہیں، وہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے، یوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جس کو چاہیں بغیر توبہ کے معاف کردیں، لیکن قاعدہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے، اور چھوٹے گناہ اللہ تعالیٰ یوں ہی معاف فرماتے رہتے ہیں، مثلاً وضو کرنے کے نتیجے میں معاف ہوگئے، مسجد کی طرف چل کر گئے تو معاف ہوگئے، نماز پڑھی تو معاف ہوگئے، لیکن بڑے بڑے گناہوں کے لئے توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہم تمہارے باطن کو صاف کردیں گے

ایک مسلمان کا ظاہر حال یہ ہے کہ جب اس نے رمضان المبارک کا مہینہ روزے کے ساتھ، تراویح کے ساتھ گزارا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی ضرور کی ہوگی کہ یا اللہ! میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں، لہٰذا عید کے دن اللہ تعالیٰ اس کی رمضان کی توبہ قبول فرما کر اعلان فرمادیتے ہیں کہ جاؤ، تمہاری برائیوں کو بھی اچھائیوں سے بدل دیا، اور تمہارے گناہوں کو معاف کردیا، اب بخشے بخشائے، پاک صاف ہوکر اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ، جب تم نے صبح اٹھ کر نماز عید سے پہلے غسل کیا تھا تو اس کے ذریعہ سے تم نے جسم کو صاف کیا تھا، اچھے اچھے کپڑے پہنے تھے، اب عید گاہ کے اندر ہم تمہارے باطن کو صاف کردیں گے، اور دھودیں گے، اور واپس جاؤ، ہم نے تمہاری مغفرت کردی۔ یہ کوئی معمولی انعام ہے جو اللہ

تعالیٰ عید کے دن عطا فرما رہے ہیں۔

عیدگاہ سے نکل کر کیا کروگے؟

البتہ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو اس دن اپنی رحمت سے ہمیں پاک صاف کردیا، اور ہماری مغفرت فرمادی، اور ہماری برائیوں کو اچھائیوں سے بدل دیا، ان کی طرف سے یہ کرم ہورہا ہے، لیکن عیدگاہ سے نکلتے ہی کیا پھر گناہوں میں مبتلا ہوجاؤ گے؟ کیا پھر گناہوں کی زندگی شروع کردوگے؟ کیا پھر اپنے دل پر گناہوں کے داغ لگاؤ گے؟ اللہ تعالیٰ نے تو تمہارے جسم کو بھی، تمہارے ایمان کو بھی، تمہاری روح کو بھی پاک صاف کردیا، تمہاری مغفرت کردی، اور تمہاری ٹوٹی پھوٹی عبادت کو بھی قبول فرمالیا، تم نے تو عبادت کا حق ادا نہیں کیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے کہہ دیا کہ چلو تم صرف گنتی پوری کرلو، ہم تمہارے حساب میں لگادیں گے۔

ایک مسلمان کا یہ کام نہیں

لیکن تمہارا یہ حال ہے کہ تم ادھر عیدگاہ سے پاک صاف ہوکر نکلے اور پھر دوبارہ گناہوں کی زندگی شروع کردی، اور پھر وہی مال لوٹنے کی فکر، پھر وہی رشوت لینا، پھر وہی لوگوں کو دھوکہ دینا، پھر وہی جھوٹ اور غیبت، اور پھر وہی عریانی اور فحاشی، یہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اتنے بڑے انعام کا شکر ادا کررہے ہو؟ یہ مت سمجھنا کہ رمضان المبارک گزرنے کے بعد اب ہم آزاد ہیں، جو چاہیں کریں، جس طرح چاہیں برے اعمال کے اندر مبتلا ہوں، جس طرح چاہیں پیسے کمائیں،

جس طرح چاہیں پیسے خرچ کریں، یاد رکھئے! مسلمان کا یہ کام نہیں۔

دوبارہ گناہوں کے داغ نہ لگیں

مسلمان کا کام یہ ہے کہ جس طرح ایک سفید کپڑا، جو ابھی دُھل کر آیا ہے، اس کی حفاظت زیادہ کی جاتی ہے، کیونکہ اس سفید اور دُھلے ہوئے کپڑے پر چھوٹا سا داغ بھی لگے گا تو وہ بہت برا لگے گا، اور وہ داغ دور سے نظر آئے گا، لیکن اگر کپڑا پہلے سے میلا کچیلا ہے، اس پر دس داغ پہلے سے لگے ہوئے ہیں، اگر ایک داغ اور لگ گیا تو کیا فرق پڑے گا، لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنی رحمت سے ہمیں دھو دیا تو اس بات کی کوشش کرو کہ اب دوبارہ گناہوں کے داغ نہ لگیں، جس طرح رمضان المبارک میں روزے کے دوران پیاس لگتی تھی، اور پانی پینے کو جی چاہتا تھا، لیکن تم نہیں پیتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کا ڈر لگا ہوا تھا، اور پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لئے تم پانی نہیں پیتے تھے۔

آنکھوں کو گناہوں سے بچالے

اسی طرح اب رمضان المبارک کے بعد تمہارے سامنے گناہوں کے داعیے آئیں گے، تقاضے آئیں گے، گناہوں کے مواقع آئیں گے، اور تمہارا جی چاہے گا کہ میں یہ گناہ کرلوں، لیکن جس طرح روزہ کے دوران تم پانی پینے سے رُک گئے تھے، اسی طرح گناہ کے تقاضے کے وقت گناہ کرنے سے رُک جاؤ، مثلاً دل میں یہ تقاضہ ہورہا ہے کہ آنکھوں کو لذت دینے کے لئے فلم دیکھوں، جس سے میری آنکھوں کو لذت حاصل ہوجائے، یاد رکھیے! یہ شیطان تمہارے دل میں یہ تقاضہ

ڈال رہا ہے، اور تمہارا نفس تمہارے دل میں یہ داعیہ پیدا کر رہا ہے، لیکن تم اللہ کے لئے اپنی آنکھ کو اس سے بچالو، اور یہ سوچو کہ میرے مالک نے مجھے یہ آنکھوں کی نعمت دی ہے، اور یہ نعمت مجھے مفت مل گئی ہے، اگر یہ نعمت مجھ سے چھن جائے، تب پتہ چلے گا کہ کتنی بڑی نعمت ہے، ذرا بینائی کے اندر کمزوری آجائے تو آدمی اس کو بحال کرانے کے لئے دنیا کی ساری دولت خرچ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، لہٰذا میں اس عظیم نعمت کو اللہ کی مرضی کے خلاف استعمال نہیں کروں گا، یہ سوچ کر آدمی اپنی آنکھوں کو اس گناہ سے روک لے۔

میں اب غیبت نہیں کروں گا

یہ ہے ایمان کا کام کہ دل میں ایک رکاوٹ اور خلش پیدا ہو جائے، اسی رکاوٹ اور خلش کا نام ہے ''تقویٰ'' جو انسان کی خواہشات پر لگام ڈال دیتی ہے، جس طرح روزہ کی حالت میں یہ رکاوٹ تھی، اسی طرح ہر گناہ کے تقاضہ کے موقع پر یہ کام کرو۔ مثلاً دوستوں کی مجلس جمی ہوئی ہے، اور ہنسی مذاق ہو رہا ہے، اور اس مجلس میں کسی کا ذکر کر کے اس کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے، اس کی برائی کی جا رہی ہے، اور اس میں مزہ آ رہا ہے، یہ گناہ کا تقاضہ ہے، لہٰذا جس طرح روزہ کی حالت میں پانی پینے سے رُک گئے تھے، اسی طرح غیبت کے موقع پر غیبت کرنے سے رُک جاؤ کہ نہیں، میں کسی مسلمان بھائی کی اس کی پیٹھ پیچھے برائی نہیں کروں گا، کسی کا اس طرح مذاق نہیں اُڑاؤں گا کہ جس سے اس کی دل آزاری ہو، یا اس کی دل شکنی ہو، یا اس کا دل ٹوٹے۔

میں رشوت نہیں لوں گا

یا مثلاً تم کسی سرکاری ادارہ کے سربراہ ہو، یا کسی سرکاری محکمہ میں تمہارے سپرد کوئی ذمہ داری ہے، اب اس ادارہ میں کسی آدمی کا کوئی کام تمہارے پاس آگیا، اور تمہارے پاس اس بات کا موقع ہے کہ اس کام کو انجام دینے کے لئے اس سے ہزاروں یا لاکھوں کی رشوت کا مطالبہ کرو۔ اس موقع پر تمہارے روزے کا امتحان ہے کہ تم نے رمضان المبارک میں جو روزہ رکھا تھا، اس سے تقوی پیدا ہوا یا نہیں؟ کیا میں ان لاکھوں روپے پر ٹھوکر مار دیتا ہوں، کیونکہ یہ حرام کی کمائی ہے، اور یہ میرے رزق کو حرام کردے گی، اس کے ذریعہ سے میرے جسم پر جو گوشت اُگے گا وہ حرام کا گوشت ہوگا، اگر یہ حرام کی کمائی میں اپنے بچوں کو کھلاؤں گا تو وہ بچے حرام سے پرورش پائیں گے، اور میں اپنے بچوں کو حرام سے نہیں پالوں گا، اپنے جسم کا گوشت حرام سے نہیں اُگاؤں گا، چاہے مجھے دال روٹی کیوں نہ کھانی پڑے، چاہے مجھے بھوکا رہنا پڑے، چاہے فاقے کرنے پڑیں، لیکن میں رشوت کا ایک پیسہ بھی اپنی زندگی کے اندر استعمال نہیں کروں گا۔ جس دن دماغ میں یہ خیال پیدا ہوگیا تو الحمدللہ تمہیں روزے کی حقیقت حاصل ہوگئی۔ بس انسان اس کی کوشش کرلے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرلے۔

اللہ سے اس کی توفیق طلب کرو

ابھی رمضان المبارک کے چند لمحات باقی ہیں، اور نماز عید الفطر کا اجتماع دعاؤں کی قبولیت کا خاص موقع ہے، آج کی رات دعاؤں کی قبولیت کی رات ہے، اللہ تعالیٰ سے خوب دعا کرو کہ یا اللہ! اس روزے کی حقیقت اور اس کی روح ہمیں اپنی زندگیوں

میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری آئندہ کی زندگی کو گناہوں سے، معصیتوں سے، منکرات سے، دھوکہ بازی سے، کرپشن سے، حرام خوری سے بچالے، یہ دعا کرو، اور پھر عزم کرو۔ بس آدمی دو کام کرلے، ایک طرف عزم کرلے، اور ہمت سے کام لے، اور دوسری طرف اللہ سے مانگے کہ یا اللہ! میں نے عزم تو کرلیا ہے، لیکن اے اللہ! آپ کی توفیق کے بغیر میں اس عزم پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا، اے اللہ! اپنے فضل وکرم سے مجھے اس عزم پر ثابت قدم رکھئے، یہ دعا کرو، اگر تم سچے دل سے یہ چاہتے ہو کہ اپنے دل کو پاک باز بناؤ، اپنی زندگی کو اللہ کی مرضی کے مطابق بناؤ، تو انشاء اللہ یہ دعائیں قبول ہوں گی، یہ عزم بیکار نہیں جائے گا، اللہ تعالیٰ ٹھیک زندگی عطا فرمائیں گے۔

ہمارے ملک پر عذاب مسلط ہے

اس وقت ہمارے اوپر اپنی بداعمالیوں کا، اور حرام کا عذاب مسلط ہے، اللہ تعالیٰ سے ہم لوگ اپنی حرام خوری سے پناہ مانگیں، اور اس وقت ملک میں جو سیلاب آیا ہوا ہے، جو مصائب آئے ہوئے ہیں، جو ٹارگٹ کلنگ ہو رہی ہے، کسی کی جان محفوظ نہیں، کسی کا مال محفوظ نہیں، آبرو محفوظ نہیں، یہ سب کیا ہیں؟ یہ سب تازیانے ہیں، جو ہمارے اوپر لگ رہے ہیں کہ خدا کے لئے واپس آجاؤ، خدا کے لئے اپنے حالات درست کرلو، اپنی زندگیوں کو سنوار لو، ان تازیانوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے مطابق ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

ماہ ذیقعدہ کی فضیلت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ

خطبات عثمانی : جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہ ذیقعدہ کی فضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ• بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ • وَالْفَجْرِ•وَلَیَالٍ عَشْرٍ•وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ•وَ اللَّیْلِ اِذَا یَسْرِ• ھَلْ فِیْ ذَالِکَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ• آمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْم . وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْم . وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَ الشَّاکِرِیْنَ . وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

تمہید

بزرگان محترم و برادران عزیز! یہ مہینہ جو چل رہا ہے، یہ ذیقعدہ کا مہینہ ہے،

یوں تو سارے مہینے اللہ کے پیدا کردہ ہیں، سارے مہینے اللہ کے بنائے ہوئے ہیں، اور ہر دن کے گھنٹے اس کے تخلیق کئے ہوئے ہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ خاص زمانوں کو اپنی طرف نسبت دے کر خصوصی شرف عطا فرمادیا ہے، اور خاص زمانوں کا یہ سلسلہ شعبان سے شروع ہوا ہے، اور محرم الحرام پر جا کر اس کا اختتام ہوگا، شعبان میں روزے رکھنے کی فضیلت بیان فرمائی گئی، اسی میں ایک رات شب برات کی آتی ہے، جس میں عبادت کرنے کا خصوصی ثواب ہے، اور پھر رمضان المبارک کا پورا مہینہ آیا، جس کے دن بھی مبارک، جس کی راتیں بھی مقدس، یہ پورا مہینہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عبادت کے لئے بنایا، اور اس کے خصوصی فضائل مقرر فرمائے۔

حج کے ڈھائی مہینے

رمضان کے بعد شوال کا مہینہ آتا ہے، اور شوال سے: اشھر حج: شروع ہوجاتے ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰت (البقرۃ: ۱۹۷)

یعنی حج کے لئے کچھ مہینے متعین ہیں، اور اس کی تشریح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ وہ حج کے مہینے، شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں، حج کے مہینے ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی شخص حج کا ارادہ کرکے چلے، تو ان ایام میں روانہ ہونے کی صورت میں حج کا احرام باندھ کر روانہ ہوسکتا ہے، چاہے وہ حج تمتع ہو، یا قران ہو، یا افراد ہو، یعنی اگر شوال سے پہلے کوئی شخص حج کے

ارادے سے نکلنا چاہے تو اس کے لئے حج کا احرام باندھنا درست نہیں، لیکن یکم شوال کے بعد جس دن بھی وہ حج کے لئے روانہ ہوگا، اس دن وہ حج کا احرام باندھ سکتا ہے، اس طرح یہ سوا دو مہینے حج کے مہینے کہلاتے ہیں، پہلے چونکہ سفر پیدل ہوا کرتے تھے، حج کے سفر میں دور دراز سے آنے والوں کو ایک ایک مہینہ اور دو دو ماہ لگ جایا کرتے تھے، اس لئے یہ مہینے حج کے لئے مقرر کر دیئے گئے تھے۔

اس پر حج فرض ہو جائے گا

اس کے علاوہ ایک حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حج کے ان مہینوں کے اندر مکہ مکرمہ پہنچ جائے اور اس کے پاس وہاں ٹھرنے کی استطاعت بھی ہو تو چاہے اس سے پہلے حج فرض نہ ہوا ہو، لیکن ان مہینوں میں وہاں پہنچنے کے نتیجے میں حج فرض ہو جائے گا، اس اعتبار سے بھی یہ ڈھائی مہینے، یعنی شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن کو قرآن کریم میں حج کے مہینے قرار دیے ہیں۔

ذیقعدہ حرمت والا مہینہ ہے

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ ذیقعدہ کا مہینہ جس سے ہم گزر رہے ہیں، یہ مہینہ بھی حج کا مہینہ ہے، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حج کے لئے جن ایام کا انتخاب فرمایا، اور جن مہینوں کو منتخب فرمایا، وہ ان مہینوں کے تقدس اور حرمت پر دلالت کرتا ہے، دوسری بات یہ کہ کچھ مہینے اللہ تعالیٰ نے ایسے مقرر فرمائے ہیں کہ ان میں لڑائی جائز نہیں، جہاد کرنا اور جنگ کرنا جائز نہیں، اور ان مہینوں میں سے

ایک مہینہ یہ ذیقعدہ کا مہینہ ہے، اگر چہ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ان مہینوں میں لڑائی ممنوع ہونے کا حکم بعد میں منسوخ ہوگیا ہے، لیکن بہر حال، ان مہینوں کو؛ اشہر حرم؛ کہا جاتا ہے، یعنی ان میں لڑائی کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ممنوع قرار دیا تھا، یہ حکم بھی اس ماہ ذیقعدہ کے حرمت کی دلیل ہے۔

ماہ ذیقعدہ کے بارے غلط خیال

لیکن ہمارے معاشرے میں کچھ عرصہ سے نہ جانے کیوں اس ذیقعدہ کے مہینے کو نامبارک مہینہ سمجھا جانے لگا کہ یہ مہینہ مبارک نہیں ہے، بلکہ بعض لوگ اس کو منحوس کہتے ہیں، اب تو یہ بات اتنی زیادہ رائج نہیں رہی، لیکن ایک زمانے میں لوگ اس کو؛ خالی کا مہینہ؛ کہتے تھے، اور اس میں شادی اور نکاح کرنے کو معیوب سمجھتے تھے، لوگ یہ کہتے تھے کہ رمضان المبارک کا مہینہ تو مبارک مہینہ ہے، اور شوال کا مہینہ عید کا اور خوشیوں کا مہینہ ہے، اور آگے ذی الحجہ کا مہینہ بھی عید کا مہینہ آنے والا ہے، درمیان میں یہ ذیقعدہ کا مہینہ یہ خوشیوں سے خالی ہے، خیر سے برکتوں سے خالی ہے، اس وجہ سے اس ماہ میں شادی بیاہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس مہینہ میں شادی بیاہ کریں گے تو برکت نہیں ہوگی۔

ماہ ذیقعدہ کے فضائل

یہ محض جاہلانہ خیال ہے، جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، کوئی بنیاد نہیں، جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ مہینہ ان مہینوں میں سے ہے جو حج کے مہینے کہلاتے

ہیں، اوران مہینوں میں سے جو حرمت والے مہینے کہلاتے ہیں، جن میں لڑائی، جہاد، قتل وقتال کو حرام قرار دیا تھا، اور اس مہینے کی فضیلت کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں چار عمرے ادا فرمائے، ان میں سے ایک عمرہ تو آپ نے حج کے ساتھ ماہ ذی الحجہ میں ادا فرمایا، باقی تینوں عمرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ کے مہینے میں ادا فرمائے، ایک عمرہ تو؛ عمرہ القضاء؛ کے نام سے معروف ہے، آپ نے خواب دیکھا تھا کہ میں صحابہ کرام کے ساتھ بیت اللہ شریف میں داخل ہورہا ہوں، اور عمرہ ادا کررہا ہوں، چونکہ انبیاء کا خواب بھی وحی کا درجہ رکھتا ہے، چنانچہ آپ نے اس خواب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم سمجھا، گویا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ میں صحابہ کرام کو لے کر عمرے کے لئے جاؤں۔

اہل مکہ سے صلح

چنانچہ آپ صحابہ کرام کی ایک جماعت لے کر عمرے کے لئے احرام باندھ کر روانہ ہوئے، قربانی کے جانور ساتھ لے کر گئے کہ وہاں پر حرم میں ان کو قربان کیا جائے گا، جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو کفار مکہ نے آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کو پیغام بھیجا کہ ہم لوگ کسی لڑائی کے ارادے سے نہیں آئے، ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ عمرہ کرکے جانور ذبح کرکے واپس چلے جائیں گے، لیکن کفار مکہ نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی، اور لڑنے پر آمادہ ہوگئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس موقع پر یہ فرمایا کہ میں ان کو مصالحت کا پیغام بھیجتا ہوں، اگر یہ لوگ مصالحت پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو ٹھیک، ورنہ ان سے لڑائی ہوگی، اور فیصلہ کن لڑائی ہوگی، آخر کار مکہ مکرمہ کے لوگوں نے اپنے چند سردار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کے لئے آپ کے پاس بھیجے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مصالحت فرمائی، اس صلح کی ایک شرط یہ تھی کہ اس مرتبہ تو ہم آپ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے نہیں دیں گے، عمرہ کرنے نہیں دیں گے، اس وقت تو آپ کو واپس جانا ہوگا، البتہ اگلے سال آپ مکہ مکرمہ آئیں گے، اور تین دن قیام کریں گے، اور تلواریں نیام کے اندر رکھتے ہوئے آئیں گے، تاکہ کوئی لڑائی نہ ہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط منظور فرمالی، اور قریش سے صلح کرلی، آپ نے فرمایا کہ میں یہ شرط منظور کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی یہ حکم آگیا۔

صلح کے اندر بہت سی حکمتیں

اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا، اس واقعہ سے بہت سے مسائل اللہ تعالیٰ نے واضح فرمائے، اس سے ایک مسئلہ تو یہ واضح فرمادیا کہ مسلمانوں کی مفاد کی خاطر اگر کسی وقت کفار سے صلح کرنی پڑے تو مصالحت کرنا جائز ہے، دوسرے یہ کہ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ اگر کوئی شخص حج کے ارادے سے یا عمرے کے ارادے سے احرام باندھ کر اپنے گھر سے نکلا، اور راستے میں اس کو کوئی ایسی رکاوٹ پیش آجائے کہ وہ مکہ مکرمہ نہیں پہنچ سکتا تو اس کو اس حالت میں کیا کرنا چاہیے؟ اور وہ اپنا احرام کس طرح کھولے گا؟ اسی بارے میں

قرآن کریم کی آیت کریمہ نازل ہوئی کہ

فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (البقرة: ١٩٦)

اگر تمہیں احرام باندھنے کے بعد مکہ مکرمہ کی طرف جانے سے اور بیت اللہ کا طواف کرنے سے روک دیا جائے تو اس صورت میں تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم ایک جانور قربان کرو، اور پھر اس کے بعد حلال ہو جاؤ، اور اپنا احرام کھول دو، اور پھر اگلے سال آ کر اس کی قضا کرو۔

عمرہ قضا ماہ ذیقعدہ میں

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا، اس وقت احرام کھول دیا، قربانی ادا کی، اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے گئے، لیکن اگلے سال مصالحت کی شرائط کے مطابق دوبارہ تشریف لائے، اور آ کر عمرہ ادا کیا، تین دن تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے، اور اس کے بعد دوبارہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے، یہ عمرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیقعدہ کے مہینے میں ادا کیا، اور اس عمرہ کو "عمرۃ القضا" کہا جاتا ہے، اس لئے کہ پہلے عمرے کی قضا فرمائی تھی۔

تمام عمرے ماہ ذیقعدہ میں

دوسرا عمرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کیا جب مکہ مکرمہ فتح ہوا، مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد آپ غزوہ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے،

راستے میں ایک مقام آیا، جس کا نام؛جعرانہ؛ تھا، وہاں سے آپ نے عمرہ کا احرام باندھا، یہ عمرہ بھی ذیقعدہ کے مہینے میں ادا فرمایا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے عمرے ہوئے ہیں، وہ سب کے سب ماہ ذیقعدہ میں ہوئے ہیں، سوائے اس عمرے کے جو آپ نے حج کے ساتھ ادا فرمایا تھا، اس لحاظ سے آپ دیکھیں کہ یہ ذیقعدہ کا مہینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمروں کے لئے منتخب فرمایا، اس اعتبار سے یہ مہینہ دوسرے مہینوں پر فوقیت اور فضیلت رکھتا ہے، لہٰذا اس مہینے کے بارے میں یہ تصور کرنا کہ اس ماہ کے اندر نحوست ہے، یا اس کے اندر بے برکتی ہے، یہ بالکل غلط خیال ہے، جاہلانہ خیال ہے۔

کوئی دن منحوس نہیں

بات دراصل یہ ہے کہ ہم لوگ ایک عرصہ دراز تک ہندستان میں ہندوؤں کے ساتھ رہے ہیں، ہندوؤں کی بہت سی باتیں ہمارے اندر بھی آ گئی ہیں، اور ہندوؤں کے یہاں تو ہم پرستی بہت ہے کہ فلاں دن سعد ہے، فلاں دن نحس ہے، فلاں دن منحوس ہے، فلاں دن برکت والا ہے، حقیقت میں کوئی دن منحوس نہیں ہوتا، سال کے ۳۶۵ دن سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، کسی دن کے اندر اپنی ذات میں کوئی نحوست نہیں، کوئی بے برکتی نہیں، ہاں، بعض دنوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت دے کر اس کی فضیلت بڑھا دی ہے، لہٰذا فضیلت والے دن تو بہت ہیں، مہینے بھی ہیں، دن بھی ہیں، ہفتے بھی ہیں، جن کی اللہ تعالیٰ نے فضیلت بیان

فرمائی ہے، لیکن کسی دن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ دن منحوس ہے، یا اس دن میں بے برکتی ہے۔

نحوست برے اعمال کی وجہ سے آتی ہے

ہاں، بے برکتی اور نحوست جو پیدا ہوتی ہے وہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے، جس دن ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی توفیق ہوگئی، جس دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کی توفیق ہوگئی، وہ دن ہمارے لئے مبارک دن ہے، اور خدانہ کرے، جس دن ہم کسی معصیت میں مبتلا ہوگئے، کسی نافرمانی کا ارتکاب ہم نے کرلیا، وہ دن ہمارے لئے منحوس ہے، وہ دن اپنی ذات میں منحوس نہیں تھا، لیکن ہم نے اپنے عمل سے اس کے اندر نحوست پیدا کرلی، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے تخلیق کیے ہوئے ایام میں کوئی دن منحوس نہیں، منحوس تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، گناہ ہے، معصیت ہے، منکرات ہے، یہ سب نحوست کی چیزیں ہیں، ہاں، جس دن اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عبادت کی توفیق دے دیں، اور ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیں، وہ برکت کا دن ہے۔

ہر رات شب قدر بن سکتی ہے

حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر شب شب قدر است گر قدر بدانی

ہر رات تمہارے لئے شب قدر بن سکتی ہے، اگر تم اس کی قدر پہچانو، یعنی جس رات میں بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کی توفیق ہو جائے، وہی رات تمہارے لئے شب قدر بن گئی، اس لئے کہ شب قدر کا منشاء یہی ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ اس عبادت کو قبول فرمالیں، یہ بات ٹھیک ہے کہ اس خاص شب قدر کی فضیلت ایک ہزار مہینے کے برابر ہے، لیکن جس رات میں بھی اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما دیں، اور تمہاری توبہ قبول ہو جائے، اور تمہارے گناہ معاف ہو جائیں، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اجر و ثواب عطا فرما دیں تو تمہارا مقصد تو حاصل ہو گیا، اور تمہارا بیڑا پار ہو گیا، اس لئے فرمایا کہ۔ ہر شب شب قدر است گر قدر بدانی۔ ہر رات شب قدر ہے، اور ہر دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت والا ہے، بشرطیکہ ہم اس دن کو صحیح طور پر استعمال کریں۔

ذی الحجہ کے پہلے دس دن

پھر ذیقعدہ کے بعد ذی الحجہ کا مہینہ آ رہا ہے، اور ذی الحجہ سے متعلق بھی کچھ احکام ہیں، خاص طور سے ذی الحجہ کے پہلے دس دن جن کو ''عشرہ ذی الحجہ'' کہا جاتا ہے، اس کی خصوصی فضیلت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے، اور ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دس دن ایسے فضیلت والے ہیں کہ رمضان المبارک کے علاوہ کسی دن میں کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب نہیں ہے، جتنا ذی الحجہ کے ان دس دنوں میں کیا جانے والا نیک عمل اللہ تعالیٰ کو

محبوب ہے، یعنی اس میں اللہ تعالیٰ کی جو عبادت کی جائے وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے، بہت زیادہ محبوب ہے، لہٰذا ان دنوں میں عبادتوں کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان ایام میں ایک دن کا روزہ ثواب کے اعتبار سے ایک سال کے روزوں کے برابر ہے، یکم ذی الحجہ سے لے کر ۹ ذی الحجہ تک تمام دنوں کو یہ فضیلت حاصل ہے، البتہ دس ذی الحجہ کو چونکہ عید کا دن ہے، اس لئے روزہ رکھنا حرام ہے، اور ان راتوں میں سے ایک رات میں جاگنا اور اس میں عبادت کرنا شب قدر میں عبادت کرنے کے برابر قرار دیا ہے۔

خلاصہ

بہر حال! دو باتیں عرض کرنی ہیں، ایک یہ کہ ماہ ذیقعدہ کے بارے میں جو غلط خیالات ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں، ان کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے، اس ماہ میں کوئی نحوست نہیں، کوئی بے برکتی نہیں، اور اس کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اس ماہ میں نکاح، شادی بیاہ کرنا ٹھیک نہیں، یہ بالکل غلط خیال ہے، اور دوسرے یہ کہ انشاء اللہ اگلے جمعہ کے بعد ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے گا، اس میں یکم ذی الحجہ سے لے کر ۹ رذی الحجہ تک جو ایام ہیں ان کو غنیمت سمجھ کر ان میں زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، اس لئے کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے کے دن ہیں، لہٰذا ان ایام میں یہ کلمات:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَر

وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ

کی کثرت کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور اپنی رحمت سے مجھے بھی اور آپ کو بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

حج نفلی کب کرنا چاہیے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج نفلی کب کرنا چاہیے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً ـ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ. (ابراھیم : ٣٧)

آمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلٰنَا الْعَظِيْم . وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْم . وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَ الشَّاكِرِيْنَ . وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ .

تمہید

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز، شعبان کے مہینے سے ذی الحجہ کے مہینے تک

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عبادتوں کی ایسی ترتیب رکھی ہے کہ اس دوران کا ہر مہینہ مخصوص عبادتیں اور مخصوص احکام رکھتا ہے، رمضان المبارک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے روزے فرض فرمائے، تراویح کی نماز سنت قرار دی، اور رمضان المبارک کی تکمیل کے فوراً بعد حج کے مہینے شروع ہو جاتے ہیں، اور حج کے مہینوں کی انتہا ذی الحجہ کے مہینے پر ہوتی ہے، جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے حج کی توفیق عطا فرمائی، وہ حج کی عبادت انجام دیتے ہیں، اور جن کو حج کے لئے جانے کا موقع نہیں ملا، ان کے لئے عشرہ ذی الحجہ میں دوسری عبادتیں ہیں، اور بالآخر ان کی عبادات کی انتہا قربانی کی عبادت پر ہوتی ہے، اس لئے یہ پورا زمانہ مخصوص عبادتوں کا زمانہ ہے۔

بیت اللہ میں مقناطیس لگا ہوا ہے

اور یہ وقت جو ہمارا اس وقت گزر رہا ہے، یہ اشہر حج کا زمانہ ہے، اور اللہ کے نیک بندے دنیا کے اطراف سے اس وقت بیت اللہ کا رخ کر رہے ہیں، اور ایسا لگتا ہے کہ وہ بیت اللہ جو زمین کے بالکل بیچوں بیچ واقع ہے، اس میں کوئی مقناطیس نصب ہے، جو چاروں طرف سے انسانوں کو کھینچ رہا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ کی تعمیر فرمائی تو اس وقت آپ نے یہ دعا فرمائی تھی کہ:

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ (ابرٰهیم: ٣٧)

اے اللہ، لوگوں کے دلوں کو ایسا بنا دیجئے کہ وہ کھچ کھچ کر یہاں بیت اللہ کے پاس آئیں، یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ مسلسل انسانوں کے قافلے اس بیت اللہ کا اشتیاق، محبت، اور تعظیم کے ساتھ رخ کرتے ہیں، خاص طور پر حج کے زمانے میں تو یہی منظر نظر آتا ہے کہ ایک مقناطیس ہے جو چاروں طرف سے فرزندان توحید کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے، اس مناسبت سے پچھلے دو بیانات میں حج کے بارے میں کچھ

گزارشات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی تھیں، اس میں حج کے فضائل بھی عرض کئے تھے، اور حج کے احکام بھی کہ کن لوگوں کے ذمے حج فرض ہوتا ہے، اور حج کے فوائد اور اس کا فلسفہ بھی عرض کیا تھا۔

حج کے فضائل اور فوائد

حج کے بارے میں یہ بات تو پچھلے بیانات میں آگئی ہے کہ یہ کتنی عظیم عبادت ہے، اور اس کے کتنے عظیم فضائل ہیں، اور ایک مسلمان کے لئے اس کے دنیا و آخرت میں کیسے فوائد ہیں، قرآن کریم نے فرمایا کہ جب لوگ حج کے لئے آتے ہیں تو اپنی آنکھوں سے حج کے منافع کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور حج کو جانے والا ہر شخص اس بات کی تصدیق کرے گا کہ دنیا و آخرت کے بے شمار منافع اور فوائد اس کے اپنے مشاہدے میں آتے ہیں، بہر حال! حج کے فضائل بھی بے شمار ہیں، فوائد بھی بے شمار ہیں۔

ہر عبادت کی حد مقرر کر دی گئی ہے

لیکن اللہ جل شانہ نے ہمیں اور آپ کو ایسا دین عطا فرمایا ہے، جس میں ہر چیز میں اعتدال ہے، اور جس میں ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھا گیا ہے، غلو اور مبالغہ اور حد سے گزرنا ہمارے دین میں مطلوب نہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جہاں بہت سی عبادتوں کے فضائل بیان فرمائے ہیں، وہاں ان عبادتوں کی حدود بھی بیان فرمائی ہیں کہ کن حدود میں وہ عبادتیں انجام دی جائیں؟ مثلاً نماز ہے، کتنی فضیلت والی عبادت ہے، دین کا عظیم رکن ہے، اور اسلام کا ستون ہے، لیکن بعض خاص اوقات ایسے ہیں جن کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ ان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، چنانچہ زوال کے وقت نماز پڑھنا منع ہے، طلوع آفتاب کے وقت نماز پڑھنا منع ہے، غروب

آفتاب کے وقت نماز پڑھنا منع ہے۔

ایسے نفل کا ثواب نہیں ملے گا

اسی طرح نفلی نماز کی بھی بڑی فضیلت ہے، اور اس پر بھی بڑا اجر وثواب ہے، لیکن ایسے موقع پر نفلی نماز پڑھنا جب کہ انسان پر دوسرا فریضہ عائد ہورہا ہو، نفلی نماز پڑھنا منع ہے، مثلاً گھر میں باپ، یا ماں، یا بیوی، یا بچے بیمار ہیں، اور اس کے علاج کیلئے آپ کو اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، اب وہ بیچارہ تکلیف اور درد میں مبتلا ہے، اور کراہ رہا ہے، اس وقت اگر آپ نفلی نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہوجائیں تو آپ کو نفلی نماز کا ثواب نہیں ملے گا، کیونکہ اس وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس مریض کی تیمارداری کی جائے، اور اس وقت اس مریض کی تیمارداری پر بھی زیادہ ثواب ملے گا۔

ڈیوٹی کے اوقات میں نفل نماز

اسی طرح ایک شخص کسی جگہ ملازم ہے، اس نے ۸ر گھنٹے کی ڈیوٹی کے لئے اپنا وقت بیچا ہوا ہے، اب اس کا فرض یہ ہے کہ وہ آٹھ گھنٹے اپنی ڈیوٹی انجام دینے میں صرف کرے، اب اگر وہ اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر نفلی نماز پڑھنا شروع کردے تو یہ نفلی نماز پڑھنا گناہ ہے، جائز نہیں، باوجودیکہ نفلی نماز بڑی فضیلت کی چیز ہے۔

قرض کی ادائیگی نفلی حج پر مقدم ہے

یہی معاملہ حج کا ہے، حج بڑی عظیم الشان عبادت ہے، اس کے بڑے فضائل ہیں، اس کا بڑا اجر وثواب ہے، اور حج اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ایک مرتبہ فرض فرمایا ہے، اگر ایک شخص نے ایک مرتبہ حج ادا کر کے یہ فریضہ ادا کردیا، اب نفلی

حج کے لئے یہ دیکھنا چاہیے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ میں نفلی حج ادا کرنے کے لئے کسی فریضہ کو چھوڑ رہا ہوں، مثلاً ایک شخص کے ذمے کسی مسلمان کا قرضہ ہے، اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ قرضے کی ادائیگی کا انتظام کرے، اور اب اگر وہ قرض ادا کرنے کے بجائے نفلی حج کرنے چلا جائے تو اس کا یہ نفلی حج باعث ثواب نہیں، اس صورت میں اس کو پہلے قرض کی ادائیگی کی فکر کرنی چاہیے، اگر قرض کی ادائیگی کے بغیر حج کرنے چلا جائے گا اور اس کے نتیجے میں قرض خواہ کو تکلیف پہنچے گی تو پھر یہ حج اس کے لئے باعث اجر وثواب نہیں ہوگا، بلکہ الٹا گناہ کا باعث ہوگا۔

اسلام، دین معتدل ہے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو ایسا دین عطا فرمایا ہے، جس میں ہر چیز اپنے اپنے مقام پر ہے، اگر وہ چیز اپنے مقام پر ہو تو باعث اجر وثواب ہے، اور فضیلت کی چیز ہے، اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے، لیکن اگر وہ چیز اپنے مقام سے ہٹ جائے، اور وہ چیز غلط طریقے پر استعمال کی جانے لگے تو بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہونے کا اندیشہ ہے۔

جھوٹ بول کر حج نفل ادا کرنا

حج کا معاملہ بھی اسی طرح ہے، مثلاً آپ اپنا حج فرض ادا کر چکے ہیں، اور نفلی حج ادا کرنا چاہتے ہیں، نفلی حج تو نفل ہے، کوئی فرض وواجب نہیں ہے، لیکن دوسری طرف جھوٹ بولنا حرام ہے، اور جھوٹ بول کر حج نفل ادا کرنا ناجائز ہے، اب بعض لوگ نفلی حج کے شوق میں ایسی درخواستیں دے دیتے ہیں، جس میں خلاف واقعہ باتیں ہوتی ہیں، مثلاً حج کی درخواست میں یہ لکھ دیا کہ: میں نے اس سے پہلے کوئی

حج نہیں کیا، اب ظاہر ہے کہ یہ جھوٹ بولا، اور جھوٹ بول کر حج نفل کیا تو اس حج نفل کا ثواب نہیں ہوگا، بلکہ الٹا اس میں گناہ اور عذاب کا اندیشہ ہے، لہٰذا ایسے کام کرنا جس میں کسی گناہ کا ارتکاب لازم آتا ہو، وہ کام کر کے اگر آدمی حج کرے گا تو کیا ثواب اس کو حاصل ہوگا؟ ہمارے معاشرے میں اس معاملے میں بے حد افراط وتفریط پھیلی ہوئی ہے، لوگ ان احکام شریعت کا لحاظ نہیں کرتے، یہ تو سن رکھا ہے کہ حج کرنا ثواب ہے، یہ سن رکھا ہے کہ حج کی بڑی فضیلت ہے، حج کرنے شوق اور ذوق بھی ہے، لیکن کن حالات میں حج نفل ادا کرنا چاہیے، اور کن حالات میں حج نفل ادا نہیں کرنا چاہیے، اس بات کا لحاظ ختم ہو گیا ہے۔

غریبوں کو حج کا موقع دیا جائے

دوسرے یہ کہ حج ایک ایسی عبادت ہے جو عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے، اور یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے لئے غریب لوگ ایک ایک پیسہ جمع کر کے اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی جوڑ جوڑ کر ساری عمر تمنائیں کر کے اس بیت اللہ کے پاس پہنچتے ہیں، اس وقت حج کے لئے باہر سے جانے والے لوگوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو پیسہ پیسہ جوڑ کر حج کے لئے پہنچے ہیں، اور پھر ان کو دوبارہ حج کے لئے آنے کی کوئی توقع نہیں ہے، زندگی میں ایک مرتبہ کرلیا تو دوبارہ جانے کی امید نہیں ہوتی، لیکن حج کے لئے یہ غریب لوگ جب وہاں پہنچتے ہیں تو وہاں پر اتنا زبردست ہجوم ہوتا ہے کہ وہ غریب لوگ ڈھنگ سے نہ تو بیت اللہ کا طواف کر سکتے ہیں، نہ ڈھنگ سے حرم کے اندر نمازیں ادا کر سکتے ہیں، اور قدم قدم پر ان کو مشکلات پیش آتی ہیں، اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ جو امیر اور دولت مند لوگ ہیں، وہ ہر سال حج کرتے ہیں، اور ہر سال حج کرنے کی وجہ سے وہاں پر ایسے لوگوں کا بہت

بڑا اجتماع ہو جاتا ہے جو بار بار وہاں حاضر ہو چکے ہیں، چونکہ ان کے پاس پیسہ ہے، لہٰذا پیسے کی وجہ سے ان کو سہولتیں حاصل ہیں، جو غریب کو حاصل نہیں ہیں، اس کی وجہ سے وہ لوگ جو عمر بھر ایک ایک پیسہ جمع کر کے کسی طرح وہاں پہنچے ہیں، وہ حج کی حلاوت حاصل کرنے سے بعض اوقات محروم ہو جاتے ہیں۔

ان حالات میں کیا کرنا چاہیے؟

اس واسطے یہ پہلو قابل نظر ہے کہ آیا ان حالات میں ہر سال آدمی کا حج کے لئے جانا، یہ زیادہ بہتر ہے؟ یا یہ کہ جتنی رقم آدمی حج نفل کے لئے خرچ کر رہا ہے، اتنی رقم وہ کسی ایسے کام میں خرچ کرے جو امت مسلمہ کے لئے زیادہ فائدہ مند ہو؟

امام ابوحنیفہ کا قدیم مسلک

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قدیم مسلک تو یہ ہے کہ حج نفل کے مقابلے میں صدقہ کرنا افضل ہے، یعنی نفلی حج میں آدمی جتنی رقم صرف کر رہا ہے بہتر ہے کہ وہ اتنی رقم صدقہ کر دے، اور کسی غریب کو فائدہ پہنچا دے، بعد میں جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خود حج کے لئے تشریف لے گئے، اور وہاں جا کر جب یہ دیکھا کہ انسان کو اس سفر میں کتنی مشقتیں پیش آتی ہیں، تو اس وقت انہوں نے اپنے سابق قول سے رجوع فرمایا، اور یہ فرمایا کہ مشقت والے کام میں زیادہ ثواب ہوتا ہے، لہٰذا حج نفل کرنے میں اس کو زیادہ ثواب ہوگا۔

حج نفل پر پانچ سال کی پابندی

لیکن یہ اس وقت ہے، جب کہ اس سے کسی دوسرے کا حق متعلق نہ ہو، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی آدمی حج نفل کا شوق ہونے کے باوجود اس نقطۂ نظر سے حج

نفل کو نہ جائے کہ دوسرے وہ لوگ جو زندگی میں ایک مرتبہ حج کو جاتے ہیں، ان کو نسبتاً ذرا بہتر موقع مل جائے تو انشاء اللہ اس شخص کو حج نفل کے لئے نہ جانے میں بھی وہ ثواب ملے گا جو جانے میں ملتا، اور اب حکومتوں کی طرف سے بھی کچھ پابندیاں عائد ہوگئی ہیں، سعودی حکومت نے یہ پابندی عائد کردی ہے کہ پانچ سال میں صرف ایک مرتبہ حج ادا کیا جائے، یعنی اگر ایک آدمی نے حج ادا کرلیا تو اب اگلا حج پانچ سال سے پہلے نہیں کرے گا، یہ حکومت کی طرف سے پابندی ہے، اور یہ پابندی ناروا پابندی بھی نہیں ہے، اس لئے کہ حج کے موقع پر ہجوم کا یہ عالم ہوتا ہے کہ لوگوں کے لئے چلنا پھرنا دشوار ہوتا ہے، غریب لوگ، اپاہج اور معذور لوگ اس ہجوم کی وجہ سے بہت زیادہ تکلیفوں کا نشانہ بنتے ہیں، اور بعض اوقات اموات تک واقع ہوجاتی ہیں، اس وجہ سے اگر سعودی حکومت نے پانچ سال تک حج نہ کرنے پابندی لگادی ہے تو یہ کوئی ناروا پابندی نہیں ہے۔

اس طرح حج نفل کرنا مناسب نہیں

دوسرے طرف یہ ہے کہ جب ہم کسی ملک میں جاتے ہیں تو اس وقت ہم ان سے یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ ہم اس ملک میں رہنے کے دوران یہاں کے قوانین کی پابندی کریں گے، جب تک وہ قانون کسی ناجائز کام پر مجبور نہ کرے اس وقت تک اس قانون کی پابندی شرعاً بھی ضروری ہے، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ لوگ جھوٹا بیان لکھ کر کہ ہم نے پانچ سال کے دوران حج نہیں کیا، اجازت حاصل کررہے ہیں، یا چوری چھپے، قانون کی نگاہوں سے بچ کر لوگ اج نفل کرنے کوشش کرتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ شرعی اعتبار سے یہ کوئی صحیح طریقہ نہیں ہے کہ جھوٹ بول کر، یا قانون شکنی کرکے، یا معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے آدمی حج نفل ادا کرے، یہ کوئی

مناسب بات نہیں، اللہ تعالیٰ نے عمر میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض کیا ہے، وہ آپ نے ادا کردیا، پھر جب کبھی پانچ دس سال میں اللہ تعالیٰ دوبارہ حج کی توفیق دے، حج نفل بھی انسان ادا کرے، لیکن یہ التزام کہ میں ہر سال ضرور حج ادا کروں گا، چاہے مجھے اس کے لئے جھوٹ بولنا پڑے، چاہے اس کے لئے معاہدے کی خلاف ورزی کرنی پڑے، یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

وہ لڑکی کون ہے

میں نے آپ کو پہلے بھی حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ سنایا تھا کہ آپ ایک مرتبہ حج پر تشریف لے جارہے تھے، ایک قافلہ بھی ساتھ تھا، راستے میں ایک قافلہ والوں کی ایک مرغی مرگئی، قافلے والوں نے وہ مرغی کوڑے کے ڈھیر میں پھینک دی، حضرت عبداللہ بن مبارک قافلہ والوں سے کچھ پیچھے تھے، انہوں نے دیکھا کہ قافلے والے تو اس مرغی کو پھینک کر چلے گئے، اتنے میں قریب کی بستی سے ایک لڑکی نکلی، وہ تیزی سے اس مردہ مرغی پر جھپٹی، اور اس کو اٹھا کر ایک کپڑے میں لپیٹا، اور جلدی سے بھاگ کر اپنے گھر چلی گئی، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ یہ سب دیکھ رہے تھے، بہت حیران ہوئے کہ اس مردہ مرغی کو اس طرح رغبت کے ساتھ اٹھا کر لیجانے والی لڑکی کون ہے؟ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مبارک بستی میں اس لڑکی کے گھر گئے، اور پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اور اس طرح وہ مردہ مرغی اٹھا کر کیوں لائی ہے؟

اس سال ہم حج نہیں کریں گے

جب بہت اصرار کیا تو اس لڑکی نے بتایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، جو ہمارے گھر میں واحد کمانے والے تھے، میری

والدہ بیوہ ہیں، میں تنہا ہوں، اور لڑکی ذات ہوں، اور گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے، ہم کئی روز سے اس حالت میں ہیں جس میں شریعت نے مردار کھانے کی اجازت دی ہے، چنانچہ اس کوڑے میں جو کوئی مردار پھینک دیتا ہے، ہم اس کو کھا کر گزارہ کر لیتے ہیں، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ کے دل پر چوٹ لگی، انہوں نے سوچا کہ یہ اللہ کے بندے تو اس حالت میں زندگی گزار رہے ہیں کہ مردار کھا کھا کر گزارا کر رہے ہیں، اور میں حج پر جا رہا ہوں، چنانچہ اپنے معاون سے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنے پیسے ہیں؟ اس نے بتایا کہ ہمارے پاس دو ہزار دینار ہیں، آپ نے فرمایا کہ ہمیں واپس گھر جانے کے لئے جتنے دینار کی ضرورت ہے، تقریباً بیس دینار، وہ رکھ لو، باقی سب اس لڑکی کو دے دو، اور ان دینار سے اس کے گھر والوں کو جو فائدہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ حج سے زیادہ ثواب عطا فرمائیں گے، یہ کہہ کر آپ گھر کی طرف واپس لوٹ گئے۔

حدود کے اندر رہ کر عبادت کی جائے

بہر حال: اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دین عطا فرمایا ہے، وہ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا ہے، حج کی عبادت کی فضیلت اپنی جگہ، اس کی شان وشوکت اپنی جگہ، اس کے فضائل اپنی جگہ، اس کے فوائد اپنی جگہ، لیکن یہ سب حدود کے دائرے ہیں، اور حدود سے متجاوز ہو کر کوئی کام بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہیں ہوتا، ان حدود کے اندر رہ کر اللہ تعالیٰ ہمیں عبادات کی توفیق عطا فرمائے تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا بڑا اجر وثواب ہے، اور اس کے بڑے فوائد ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

حج و قربانی

ہمیں کیا سبق دیتی ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	:	جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	:	21st-Feb-2003
وقت خطاب	:	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	:	جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

حج وقربانی ہمیں کیا سبق دیتی ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٭ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٭

(الانعام:۱۶۲)

آمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْم.وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمِ. وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَ الشَّاکِرِیْنَ . وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ .

تمہید

بزرگانِ محترم وبرادرانِ عزیز! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پچھلے دنوں

مسلمانوں کو دو عظیم عبادتیں انجام دینے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی، ایک عظیم عبادت حج کی تھی، جو سعادت اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عطا فرمائی جو لوگ حج کے سفر پر گئے، اور اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے، اس ناکارہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی استحقاق کے بغیر اس سال حج بیت اللہ کی سعادت عطا فرمائی۔

حج اور قربانی کے لئے زمانہ مخصوص

دوسری عظیم عبادت، جو ہر مسلمان کو چاہے وہ جس جگہ بھی آباد ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کو اس عبادت کے انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی، وہ ہے قربانی کی عبادت یہ دونوں عبادتیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک مخصوص زمانہ مقرر فرمایا ہے، مخصوص وقت مقرر کیا ہے، اسی وقت میں یہ عبادتیں انجام پاسکتی ہیں، اس وقت کے علاوہ اگر کوئی شخص وہ عبادت انجام دینا چاہے تو نہیں انجام دے سکتا۔ اور عبادتوں کا مثلاً نماز کا معاملہ یہ ہے کہ اگرچہ دن میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے، لیکن نماز آپ جس وقت چاہیں پڑھ لیں، زکاۃ اگرچہ سال میں ایک دفعہ فرض ہوتی ہے، لیکن نفلی طور پر صدقات آپ جب چاہیں ادا کر سکتے ہیں، روزے اگرچہ صرف رمضان میں فرض ہوتے ہیں، لیکن نفلی روزہ آپ جب چاہیں رکھ لیں، اس کا اجر و ثواب ہے۔

حج صرف ۸/ سے ۱۲/ ذی الحجہ تک

لیکن حج ایک ایسی عبادت ہے کہ صرف ۸/ ذی الحجہ سے لے کر ۱۲/ یا ۱۳/ ذی الحجہ تک کا زمانہ ہے، اس زمانے کے علاوہ میں کوئی نفلی حج بھی کرنا چاہے تو وہ ادا نہیں کرسکتا، آج بھی میدان عرفات موجود ہے، آج بھی مزدلفہ کا میدان کھلا پڑا ہے، آج بھی منیٰ کے اندر جمرات موجود ہیں، لیکن اگر کوئی شخص مزدلفہ کے اندر جا کر سارا دن

ساری رات وقوف کرتا رہے، اس کا حج نہیں ہوگا، آج منیٰ جا کر کوئی شخص شیطان کو کنکریاں مارنا چاہے تو بڑی آسانی سے مار سکتا ہے، لیکن آج وہ عبادت نہیں وہ مارنا شریعت میں معتبر ہی نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے خاص زمانہ مقرر کر دیا ہے۔

کسی عمل کی ذاتی کوئی حیثیت نہیں

اس کے ذریعہ سکھلانا یہ مقصود ہے کہ کوئی عمل اپنی ذات میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا، جب تک ہمارا حکم اس کے ساتھ نہ مل جائے، اور جب تک ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اس کے ساتھ شامل نہ ہو جائے، اس وقت تک وہ عمل عبادت نہیں بن سکتا، مثلاً جمرات کو پتھر مارنا، آج جا کر مارو تو کوئی عبادت نہیں، اُس دن جا کر جمرات کو پتھر مارو تو عظیم الشان عبادت ہے، اور وہاں دعائیں قبول ہو رہی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو رہی ہے، وہی میدان عرفات ہے اگر آج وہاں جا کر سارے دن کھڑے رہو، اور اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہو، ذکر اور تلاوت کرتے رہو، اور دعائیں مانگتے رہو، ذکر کا تو ثواب مل جائے گا، لیکن وقوف عرفات کا جو ثواب ہے، وہ حاصل نہیں ہوگا، اس کے ذریعہ یہ سکھانا ہے کہ جس عمل کو ہم عبادت کہہ دیں، وہی حقیقت میں عبادت ہے، اور آدمی اگر اپنی سوچ اور خیال سے کسی کو عبادت قرار دیدے تو وہ کوئی عبادت نہیں، بہرحال! حج ایک ایسی عبادت ہے جو مخصوص زمانے میں انجام پاتی ہے، اور مخصوص دنوں میں انجام پاتی ہے۔

قربانی صرف ۱۰ر تا ۱۲ر ذی الحجہ تک

قربانی کا بھی یہی معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پورے سال میں قربانی کے لئے تین دن مقرر فرما دیے ہیں، وہ ہیں ۱۰، ۱۱، ۱۲ر ذی الحجہ، ان تین دنوں میں

قربانی عبادت ہے، اور اس کا اتنا بڑا اجر وثواب ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آج کے دن قربانی کے خون بہانے سے زیادہ محبوب کوئی عبادت نہیں، ساری نفلی عبادتیں اس کے آگے ہیچ ہیں، لیکن صرف ان تین تاریخوں میں، جب ۱۲ رذی الحجہ کا سورج غروب ہوا تو بس عبادت کا زمانہ ختم ہو گیا، اب اگر چاہو تو ہزار اونٹ گائے ذبح کرو، اس میں کوئی ثواب نہیں، کوئی عبادت نہیں، عام دنوں میں لوگ جانور ذبح کر کے صدقہ کرتے ہیں، اس میں صدقہ کا تو ثواب ملتا ہے، لیکن قربانی کا ثواب نہیں ملتا، قربانی میں تو یہ ہوتا ہے کہ جانور کے گلے پہ چھری پھیرتے ہی جب اس کے خون کا فوارہ نکل آئے تو بس عبادت ادا ہوگئی، پھر چاہے اس کا گوشت خود کھائے، یا دوسرے کو کھلائے، یا صدقہ کرے، وہ الگ معاملہ ہے، لیکن قربانی کی عبادت صرف گلے پر چھری پھیرنے سے ادا ہو جاتی ہے، یہ عبادت سوائے ان تین دنوں کے اور دنوں میں ادا نہیں ہو سکتی، اگر آپ آج نفلی قربانی کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کو قربانی کے لئے مقرر نہیں فرمایا، ہاں جانور ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر سکتے ہو، اس میں صدقہ کرنے کا ثواب مل جائے گا، لیکن قربانی کا اجر وثواب اور قربانی کی عبادت یہ تین دنوں کے ساتھ مخصوص ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے، اس کی مشیت ہے، اس کی مصلحت ہے کہ جس عبادت کو انہوں نے چاہا، خاص دنوں کے ساتھ مخصوص کر دیا، اور جس عبادت کو چاہا سارے سال میں کرنے کی اجازت دیدی۔

حج کرنے والوں کا کلمہ

بہرحال! یہ دو عظیم الشان عبادتیں اللہ تعالیٰ نے اس ذی الحجہ کے مہینے میں مسلمانوں سے انجام دلوائی ہیں، ایک حج کی عبادت اور ایک قربانی کی عبادت، ان

عبادتوں میں ایک ایک کلمہ ہے جو عبادت انجام دینے والوں سے کہلوایا گیا ہے، حج کرنے والوں سے الگ کلمہ، اور قربانی کرنے والوں سے الگ کلمہ، حج کرنے والوں سے تو یہ کہلوایا گیا ہے کہ:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ

اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَا شَرِیْکَ لَکَ

حج کے دنوں میں وہاں پر جس کو دیکھو، اس کی زبان پر یہی کلمات جاری ہیں، اور اس کلمہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ شان بخشی کہ روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب آدمی عمرے یا حج کے احرام کی حالت میں ہو تو اس وقت "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" سے زیادہ افضل کوئی ذکر نہیں، اس وقت سب سے زیادہ افضل ذکر یہ ہے کہ یوں کہو کہ "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" چنانچہ جب حج کرنے والا احرام باندھتا ہے، تو احرام باندھنے سے لے کر جمرۃ عقبہ کی رمی کرنے تک اس کی زبان پر یہ کلمہ جاری رہتا ہے، اور حکم یہ دیا گیا ہے کہ جب کسی بلندی پر چڑھو تو کہو "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" نیچے اترو تو کہو "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" کھانا کھاؤ تو کہو "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" دو آدمی جب آپس میں ملیں تو کہو "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" اور جب نماز پڑھ کر فارغ ہو تو کہو "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" کوئی موڑ مڑو تو کہو "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، ہر ہر قدم یہ کلمہ کہلوایا جا رہا ہے۔

اس کلمہ کے معنی

اس کلمہ کے معنی کیا ہیں؟ "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" اے اللہ! میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ عربی زبان میں کوئی شخص کسی کو کسی کام کے لئے بلائے اور اس کو آواز دے کہ فلاں کام کرو، تو اس وقت جواب کے لئے عربی زبان میں یہ

کلمہ "لَبَّیْکَ" بولا جاتا ہے، یعنی میں دل وجان سے آپ کے اس حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں۔

حج کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اعلان

عام طور پر یہ بات کہی جاتی ہے، جو درست بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر کا حکم دیا، اور انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر مکمل فرمالی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم دیا کہ:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ
یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (الحج:۲۷)

یعنی ساری انسانیت میں اعلان کر کے ان کو حج کے لئے بلاؤ، لوگ پیدل اور دبلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر آپ کے پاس آئیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہو کر ساری دنیا کے انسانوں کو آواز دی کہ آؤ، اللہ کے گھر کی طرف آؤ، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت یہاں آکر انجام دو، یہ آواز دی، اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ آواز روئے زمین کے کونے کونے تک پہنچادی، جب کوئی حج کرنے والا یا عمرہ ادا کرنے والا احرام باندھ کر یہ الفاظ کہتا ہے کہ "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" تو درحقیقت یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس پکار کا جواب ہوتا ہے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پہنچائی تھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میں آپ کے اس حکم کی تعمیل میں حاضر ہوں، یہ عام طور "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ" کے معنی سمجھے جاتے ہیں، جو صحیح بھی ہیں۔

اللہ کے ہر حکم پر لبیک کہو

لیکن یہ جو بار بار یہ الفاظ کہلوائے جارہے ہیں، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہوئے، نشیب میں اترتے ہوئے، چڑھائی پر چڑھتے ہوئے، یہ جو مختلف مواقع پر یہ الفاظ کہلوائے جارہے ہیں، یہ دراصل ایک حقیقت ہے، جس کی طرف بندہ کو متوجہ کیا جارہا ہے، وہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تو بیشک تم اللہ کے حکم کی تعمیل میں حج کرنے آئے ہو، یا عمرہ کرنے آئے ہو، لیکن ایک مؤمن کی زندگی کا ہر لمحہ درحقیقت لبیک ہے، یعنی مؤمن کی زندگی کے ہر لمحے میں مؤمن کا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر پکار پر لبیک کہے، جب بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم آئے تو بندہ اس پر سر تسلیم خم کرلے، اور کہے "لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ" اے اللہ! میں آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں، اگر اللہ نماز کے لئے بلارہے ہیں تو کہو: لَبَّيْكَ، اللہ تعالیٰ روزے کے لئے بلارہے ہیں تو کہو: لَبَّيْكَ، اگر اللہ تعالیٰ زکاۃ دینے کے لئے فرمارہے ہیں تو کہو: لَبَّيْكَ، اگر اللہ تعالیٰ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کا مطالبہ کررہے ہیں تو کہو: لَبَّيْكَ، اگر اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچنے کے لئے فرمارہے ہیں تو کہو: لَبَّيْكَ، یعنی میں آپ کے سارے احکام کے تابع ہوں، اور یہی میری زندگی کا وظیفہ ہے، جب بھی آپ کی طرف سے کوئی حکم آئے گا میرا سر تسلیم خم ہوجائے گا، جب آپکی طرف سے کسی چیز کو منع کیا جائے گا تو میں اس سے رُک جاؤں گا، یہ ہے وہ سبق جو حج کے ایک ایک رُکن میں انسان کو سکھایا گیا ہے، اور اسکی ٹریننگ دی گئی ہے کہ اللہ کے ہر حکم کے آگے انسان سر تسلیم خم کردے۔

قربانی کے وقت کی دعا

یہ کلمہ تو وہ تھا جو حج یا عمرہ ادا کرنے والوں سے کہلوایا گیا، دوسری عبادت جو اس زمانے میں اوران ایام میں انجام دی گئی، اور وہ سارے عالم اسلام میں انجام دی گئی، وہ کسی خاص جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں، وہ ہے قربانی، جو بندہ قربانی کررہا ہے اس سے یہ کہلوایا جارہا ہے کہ تم قربانی کرتے وقت کہو:

اِنَّ صَلَاتِیُ وَ نُسُکِیُ وَمَحُیَایَ وَمَمَاتِیُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیُنَ

(الانعام:١٦٢)

یعنی جب اللہ کے لئے جانور ذبح کررہے ہو تو تمہاری زبان پر یہ کلمات ہونے چاہئیں کہ اے اللہ! میری نماز آپ کے لئے ہے، میری قربانی آپ کے لئے ہے، میرا جینا آپ کے لئے ہے، میرا مرنا آپ کے لئے ہے، یعنی میرے سب کام اللہ کے لئے ہیں، جو رب العالمین ہے۔ یہ کلمات قربانی کے وقت کہلوائے جا رہے ہیں، اور قربانی کرتے وقت یہ کلمات پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

اللہ کے ہر حکم کے لئے تیار ہو جاؤ

جہاں تک قربانی کا تعلق ہے، وہ تو ادا کررہے ہیں، اس وقت میں اگر یہ کہا جائے کہ یا اللہ! یہ قربانی آپ کے لئے ہے تو بات برموقع ہے، لیکن ان کلمات میں صرف قربانی کا ذکر نہیں فرمایا، بلکہ یہ بھی کہلوایا گیا ہے کہ میری نماز بھی اللہ کے لئے ہے، اور میرا جینا بھی اللہ کے لئے ہے، اور میرا مرنا بھی اللہ کے لئے ہے۔ اب

سوال یہ ہے کہ قربانی کے وقت یہ دوسرے کلمات کیوں کہلوائے جارہے ہیں؟ اس کا کیا مقصد ہے؟ تو درحقیقت ان کلمات کے ذریعہ قربانی کرنے والے کو یاد دلایا جارہا ہے کہ تم یہ مت سمجھنا کہ قربانی کرنے کے بعد بس تمہارا کام ختم ہوگیا، یہ قربانی کوئی رسم نہیں ہے، جو ایک مرتبہ ادا کی اور بات ختم ہوگئی، بلکہ یہ جو تم کسی جانور کی قربانی کررہے ہو، یہ تو ایک علامت اور نشانی ہے اس بات کی کہ تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو، اور اس کی علامت کے طور پر تم یہ قربانی کررہے ہو کہ یا اللہ! آپ نے فرمایا تھا، اس لئے میں آپ کے حکم کی تعمیل میں یہ کام کررہا ہوں۔

میں ہر کام اللہ کے لئے کروں گا

لیکن یہ مت سمجھنا کہ بات یہاں پرختم ہوگئی، کیونکہ تم مؤمن ہو، اور مؤمن کا کام یہ ہے کہ اس کا جینا اس کا مرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع ہونا چاہیے، یہ قربانی کا فریضہ ادا کرا کر درحقیقت تم سے ایک بات منوائی جارہی ہے کہ یہ قربانی ایسا عمل ہے کہ دیکھنے میں تو بظاہر اس کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، ایک بکرا تھا، آپ نے اس کے گلے پہ چھری پھیر دی، ایک گائے تھی، تم نے اس کے گلے پہ چھری پھیر دی، پیسے خرچ ہوئے، اور وہ جانور اللہ کو پیارا ہوگیا، اب عقل کے ترازو میں اس عمل کو پرکھیں تو اس کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا، لیکن تم سے یہ عمل اس لئے کرایا جارہا ہے کہ تم اس بات کا مظاہرہ کرو کہ اے اللہ! جب آپ کا حکم کسی کام کے کرنے کا آئے گا تو چاہے وہ حکم میری سمجھ میں آئے، یا نہ آئے، میری عقل اس کو مانے، یا نہ مانے، مجھے اس حکم میں فائدہ نظر آرہا ہو، یا نقصان نظر آرہا ہو، لیکن میں آپ کے

حکم کی تعمیل کروں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی تعمیل کردی

جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کے حکم کی تعمیل کی تھی، ان کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنے بیٹے کو قربان کردو، وہ بیٹا جو امنگوں سے مانگا ہوا تھا، مرادوں سے طلب کیا ہوا تھا، جس کیلئے دعائیں مانگی گئیں تھیں، اور وہ بیٹا ابھی اس قابل ہوا کہ چلنے پھرنے کے لائق ہوجائے، اور باپ کا دست بازو بنے، اور باپ کے کاموں میں ہاتھ بٹائے، جب اس قابل ہوا تو اب حکم آگیا کہ اس بیٹے کو قربان کردو، اگر اس حکم کو عقل کے ترازو میں تول کر دیکھو تو کہیں کوئی عقلی حکمت اور مصلحت سمجھ میں نہیں آتی، اول تو ایک بے گناہ کو قتل کرنا کتنا بڑا گناہ ہے، قرآن کریم کا ارشاد ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا (المائدة:۳۲)

اگر کوئی شخص کسی ایک انسان کو بھی بے گناہ قتل کرے تو ایسا ہے جیسے پوری انسانیت کو قتل کردیا، اور بے گناہ بھی کون؟ نابالغ بچہ۔

جہاد میں بھی بچہ کو قتل نہ کرنے کا حکم

اور بچے کے بارے میں حکم یہ تھا کہ اگر کافروں سے جہاد بھی ہورہا ہو، تو اس وقت بھی مسلمانوں کے ہر لشکر کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ تلقین فرمایا کرتے تھے کہ جاکر جہاد کرو، لیکن کسی بچے کو نہ مارنا، کسی عورت کو نہ مارنا، کسی بوڑھے کو نہ مارنا، ہر جہاد میں جانے والے لشکر کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تلقین ہوتی تھی۔ یہ تو

آج کی نئی تہذیب جو اپنے آپ کو امن کا علم بردار کہتے ہیں، ان کا شاخسانہ ہے کہ آبادیوں پر بم برسا کر بچوں، عورتوں اور بوڑھوں سب کا خاتمہ کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد سے بدتر حالات میں بھی صحابہ کرام کو یہ تلقین فرمائی کہ:

لَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا شَيْخًا فَانِيًا

کسی بچے کو نہ مارنا، کسی عورت کو نہ مارنا، کسی بوڑھے کو نہ مارنا۔ لہٰذا بچہ کو مارنا تو اور زیادہ گناہ ہے۔

خلیل اللہ کے بیٹے کا جواب

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ بچے کو ذبح کر دو، اور بچہ بھی کون؟ اپنا بیٹا، گویا کہ باپ اپنے بیٹے کو قتل کرے، اتنا بڑا جرم کہ جس کے برابر کوئی جرم نہیں ہو سکتا، لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا کہ بیٹے کو ذبح کر دو، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پلٹ کر اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں پوچھا کہ یا اللہ! اس حکم میں کیا مصلحت ہے؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ اور کس جرم میں میرے بیٹے کو ذبح کرایا جا رہا ہے؟ بلکہ اس حکم کو پورا کرنے کے لئے تیار ہو گئے، اور بیٹے سے بھی امتحاناً پوچھا کہ بیٹا! میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، بتاؤ، تمہاری کیا رائے ہے؟ بیٹا بھی حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا بیٹا تھا، وہ بیٹا جس کی صلب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے تھے، پلٹ کر اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ ابا جان! میں نے کون سی غلطی کی ہے؟ کون سا گناہ کیا؟ جس کی پاداش میں مجھے موت کے

گھاٹ اتارا جارہا ہے، جواب میں بیٹے نے کہا:

يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ

(الصّٰفّٰت:۱۰۲)

ابا جان! جو حکم آپ کو ہوا ہے، وہ کر گزریے، میری پرواہ نہ کیجئے، مجھے انشاء اللہ آپ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ سنت قیامت تک کیلئے جاری کردی

نہ باپ کو یہ شبہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم عقل کے خلاف ہے، میں اس کو کیسے مانوں؟ اور نہ بیٹے کو یہ شبہ ہوا، اور شیطان بہکانے کے لئے آیا، اور کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اپنے بیٹے کو قتل کر رہے ہو، پھر شیطان حضرت ہاجرہ کے پاس آیا، اور کہا کہ اپنے شوہر کو دیکھو کہ وہ بیٹے کو قتل کرنے جارہا ہے، اور اس کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ تمہارے باپ کو کیا ہو گیا ہے کہ تمہیں قتل کرنے کے لئے لے جارہے ہیں، تینوں نے بیک وقت شیطان کو دھتکارا، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا، اللہ تعالیٰ نے قیامت تک یہ سنت جاری کردی کہ انہوں نے جس طرح شیطان کو دھتکارا تھا، ہر فرزند توحید حج کے موقع پر ان تینوں جمرات پر کنکریاں مار کر اس واقعہ کی یاد تازہ کرتے ہیں، جب مقام ذبح میں پہنچے تو ایم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (الصّٰفّٰت:۱۰۳)

جب دونوں باپ بیٹے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے تابع فرمان بن گئے، اور

باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بَل لٹا دیا۔

اللہ کے حکم کے آگے سر جھکا دو

بہر حال! اس قربانی کے ذریعہ یہی سبق دیا جا رہا ہے کہ جب ہمارا حکم آ جائے تو چاہے وہ حکم عقل اور مصلحت کی کسی منطق سے تمہیں درست نظر نہ آتا ہو، تب بھی چونکہ وہ ہمارا حکم ہے، بس اس کے آگے سر جھکا دو، یہ قربانی درحقیقت بندگی کی علامت ہے کہ اے اللہ! ہم آپ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کے لئے تیار ہیں، چاہے اس میں ہمارا فائدہ ہو، یا نقصان ہو، عقل میں آتا ہو، یا نہ آتا ہو، اور جب یہ بندگی کی علامت ہے تو اس کے بعد آگے مطالبہ یہ ہے کہ تمہاری پوری زندگی اللہ کے تابع فرمان ہونی چاہیے، اور قربانی کے ذریعہ آپ یہ عہد کرتے ہیں کہ میں اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ میرا جینا بھی اور میرا مرنا بھی اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اور میں یہ قربانی ایک علامت کے طور پر انجام دے رہا ہوں، لیکن آگے میری ساری زندگی اللہ کے حکم تابع ہو کر گزرنی ہے، اور میں ایک طرح سے اس بات کا عہد کر رہا ہوں کہ اب آئندہ جو زندگی آئے گی، اس میں اللہ کے حکم کے اطاعت کروں گا، اور جو کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرنے کو کہا جائے گا، وہ کام کروں گا، اور جس کام سے روکا جائے گا، اس سے رُک جاؤں گا۔

اس عہد کی تجدید

یہ سبق ہے پورے حج کا، اور یہی سبق ہے پوری قربانی کا، حج میں ''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ '' کا کلمہ کہلوا کر، اور قربانی میں ''اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ

وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ '' کا کلمہ کہلوا کر ایک مسلمان سے عہد کی تجدید کرائی جارہی ہے، ایک عہد وہ تھا جب پہلی مرتبہ تم نے کہا تھا ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ''اصل عہد تو تم نے اس وقت کرلیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی خدائی ماننے کے لئے میں تیار نہیں ہوں، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا پیغمبر مان کر آپ کی تعلیمات کی اتباع کا تم نے عہد کیا تھا، لیکن اب قربانی کے موقع پر اور حج کے موقع پر اس عہد کی تجدید کرائی جارہی ہے، اس کو تازہ کرایا جارہا ہے، اس کو یاد دلایا جارہا ہے۔

اس عہد پر ثابت قدم رہو

بہرحال! ہم سب میں سے چاہے کوئی حج کر کے بیٹھے ہوں، یا قربانی کر کے بیٹھے ہوں، ہم سب نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک نیا عہد کیا ہے، وہ عہد یہ ہے کہ ہم اپنی آئندہ کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق گزاریں گے، جو حکم آیا ہے، اس پر عمل کریں گے، اور جن گناہوں سے روکا گیا ہے، ان سے بچنے کی کوشش کریں گے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو اس عہد پر ثابت قدم رکھے، اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

ماہ ربیع الاول کی اہمیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱/۱۸۸، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

تاریخ خطاب : 31st-May-2002

وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ

خطبات عثمانی : جلد نمبر ۳

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَابَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہ ربیع الاول کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٭ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا.

(الاحزاب : ۲۱)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْم . وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْم . وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَ الشَّاکِرِیْنَ . وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ .

تمہید

بزرگان محترم وبرادران عزیز! ربیع الاول کا مہینہ چل رہا ہے، اس لئے

خیال آیا کہ اس مہینے سے متعلق کچھ باتیں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کی جائیں، جب ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو ہمارے ملک میں سیرت النبی کی محفلوں کی ایک بہار آجاتی ہے، گلی گلی، محلے محلے سیرت طیبہ کے اجتماعات منعقد ہوتے ہیں، اوران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا بیان ہوتا ہے، حضور اقدس، سید الاولین والآخرین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک جس وقت بھی ہو، وہ انسان کی عظیم سعادت، اور بڑی عظیم خوش نصیبی ہے، اور بڑے اونچے درجے کی عبادت ہے، اس لئے جو مسلمان ان محفلوں میں شریک ہوتے ہیں، وہ عبادت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تذکرے کو سننے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

وہ دن بڑا مبارک دن تھا

لیکن اس سلسلے میں چند باتیں سمجھنے کی ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اجتماعات عام طور پر ربیع الاول کے مہینے میں اس لئے منعقد کئے جاتے ہیں کہ اس مہینے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، اور اسی مہینے میں آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے، جس دن حضور اقدس سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تھے، بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ کائنات کی ابتدائی تخلیق سے لے کر قیامت تک اس سے بڑا عظیم سعادت کا دن کوئی اور نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس دن اس کائنات کو اپنی تخلیق کا مقصد حاصل ہوا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پوری انسانیت کو ہدایت کا راستہ ملا، لہٰذا کسی صاحب ایمان کے لئے اس سے بڑا کوئی اور خوشی کا دن نہیں

ہوسکتا۔

یوم ولادت منانے کا کوئی تصور نہیں

اور اگر اسلام میں کسی کا یوم ولادت منانا مشروع ہوتا، اور اسلام اس کو پسند کرتا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت سے زیادہ کوئی اور دن ایسا نہیں تھا، جو عید منانے کا مستحق ہو، لیکن اللہ جل شانہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو دین ہمیں عطا فرمایا، اس دین کی عجیب خاصیتیں ہیں، اس دین کے اندر دوسرے مذاہب کے برعکس یوم ولادت منانے کا کوئی تصور نہیں، پورے قران کریم میں، پورے ذخیرہ حدیث میں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں، صحابہ کرام کے تعامل میں، تابعین کے طرز عمل میں کسی کے یوم ولادت، یا یوم وفات منانے کا کوئی ذکر نہیں۔

اسلام رسمیات سے بالاتر دین ہے

وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دین ہمیں عطا فرمایا ہے، وہ رسمیات سے بالاتر ہے، اس میں دین کے پیروکاروں کو یہ بات سکھائی گئی ہے کہ اصل کام وہ ہے جس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اگر تم وہ کام کرتے ہو، اور آپ کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں اپناتے ہو، تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تم محبت رکھنے والے ہو، اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات تمہیں حاصل ہونے والی ہیں، اور اگر تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے، تو تم خواہ کتنے یوم ولادت مناتے رہو، اسکے ذریعہ تمہاری نجات نہیں ہوگی۔

''کرسمس'' میں ہونے والی خرافات

دوسرے مذاہب میں یہ ہوا کہ انہوں نے اپنے مذہبی پیشواؤں کا یوم ولادت منانا شروع کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس دن ان کا یوم ولادت منایا، اس دن کے فضائل ومناقب بیان کردیے، ان کے حالات زندگی پر ایک تقریر ہوگئی، اور پھر جب لوگ اس محفل سے اٹھے تو اپنے دامن جھاڑ کر اٹھے، دیکھئے! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن عیسائی لوگ ''کرسمس'' کے نام سے ۲۵ ر دسمبر کو ہر سال مناتے ہیں، اس دن کے منانے کا سلسلہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً تین سو یا چار سو سال بعد شروع ہوا، اس سے پہلے چار سو سال تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش منانے کا کوئی تصور نہیں تھا، چار سو سال کے بعد کسی بادشاہ نے اس کو شروع کیا، اور یہ بھی صحیح پتہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ۲۵ ر دسمبر کو ہوئی تھی؟ یا کسی اور دن ہوئی تھی؟ شروع میں یہ کہا گیا کہ یہ دن اس لئے منایا جارہا ہے تاکہ آپ کی یاد منائی جائے، اور آپ کی تعلیمات کو تازہ کیا جائے، لیکن رفتہ رفتہ وہ خوشی کا دن اور عید کا دن بن گیا، اور جب عید کا دن بن گیا، اور لوگوں نے خوشی منانے کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے تو اس میں رقص وسرور اور اس میں گانا بجانا، اس میں موسیقی، اور دنیا بھر کی ساری خرافات اس میں شامل ہوگئیں۔

اسلام میں عیدین کے مواقع

اسلام چونکہ دین فطرت ہے، اور انسان کے نفس کی چوریوں سے واقف

ہے، اس وجہ سے اسلام میں جو دو عیدیں رکھی گئی ہیں، ایک عید الفطر، اور ایک عید الاضحیٰ، یہ دونوں عیدیں نہ کسی کا یوم ولادت ہے، اور نہ ہی کسی کا یوم وفات ہے، بلکہ عید الفطر ایک ایسے موقع پر رکھی گئی ہے جب مسلمان ایک عظیم عبادت یعنی رمضان کے روزوں سے فارغ ہوتے ہیں، اور عید الاضحیٰ اس موقع پر رکھی گئی ہے جب دوسری عظیم الشان عبادت یعنی حج سے فارغ ہوتے ہیں، اس کے ذریعہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ تمہیں خوشی منانے کا حق درحقیقت تمہارے اس عمل پر ہے جو تم انجام دے رہے ہو، تمہارے آباء اجداد نے جو کارنامے انجام دیے، بیشک ان کی یاد اس لحاظ سے ضرور منانی چاہیے تاکہ ان کی تقلید کی جائے، لیکن صرف ان کی یاد منانے پر اکتفا کرتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا، یہ اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے۔

صحابہ کرام اور ۱۲؍ربیع الاول

چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ہر سال ماہ ربیع الاول آتا تھا، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ دن نہیں منایا، اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، جن کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کا حال یہ تھا کہ کافروں نے اس بات کی گواہی دی کہ ہم نے جا کر دیکھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو آپ کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا، کوئی صحابی آکر اس پانی کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے، کوئی صحابی اس کو منہ پر مل لیتا ہے، کوئی اپنے جسم پر مل لیتا ہے، ایسے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد نوے سال تک صحابہ کرام دنیا میں رہے، اس نوے سال کے عرصہ میں ہر سال ماہ ربیع الاول آتا تھا، کسی صحابی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت نہیں منایا۔

ان کا ہر دن سیرت طیبہ کا دن تھا

کیوں؟ اس لئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و تعلیمات ہر وقت ان کے سامنے تھی، کوئی دن ان کے لئے خاص نہیں تھا، بلکہ ہر دن رات ان کے سامنے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا چرچا رہتا تھا، اسی کا ذکر اور اسی کی فکر تھی، اور اسی پر عمل کرنے کی توفیق تھی، اسی راستے میں جد و جہد تھی، لیکن کوئی خاص دن مقرر نہیں تھا، اگر اسلام میں کسی کے یوم ولادت منانے کا کوئی تصور ہوتا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت سے زیادہ کوئی دن اس کا مستحق نہیں تھا، لیکن چونکہ اسلام میں اس کا کوئی تصور ہے ہی نہیں، اس لئے صحابہ کرام نے اس دن کے منانے کا کوئی اہتمام نہیں کیا، بلکہ صحابہ کرام کے بارہ مہینے، اور مہینے کے تیس دن، اور دن کے چوبیس گھنٹے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں ڈھلے ہوئے تھے۔

یہ اسلام کا طریقہ نہیں

عرض یہ کرنا ہے کہ یہ تصور کرنا کہ جس طرح عیسائی لوگ ''کرسمس'' کا دن مناتے ہیں، اسی طرح ہم مسلمان بھی عید میلاد النبی منالیں، یاد رکھئے، اسلام کا یہ طریقہ نہیں، ہاں! جو مطلوب ہے وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور

تعلیمات کو ہر وقت تازہ رکھو، ربیع الاول کی خصوصیت نہیں، بلکہ سال کے ہر مہینے میں، اور مہینے کے ہر دن میں، اور دن کے ہر گھنٹے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تازہ رکھو، اور اس پر عمل کی کوشش کرو۔ لہٰذا ہمارے معاشرے میں یہ جو ۱۲ ربیع الاول کو عید منانے کا جو تصور پھیل گیا ہے، یہ شریعت کے اصول کے مطابق نہیں۔

۱۲؍ربیع الاول کی تاریخ یقینی نہیں

اول تو تاریخی اعتبار سے یہ بات مشکوک ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا وفات ۱۲؍ربیع الاول کو ہوئی تھی، اس لئے کہ بہت سے مؤرخین اور محققین نے کہا ہے کہ ۱۲؍ربیع الاول کی تاریخ درست نہیں، بلکہ بعض حضرات نے کہا ۳؍ربیع الاول، اور بعض نے کہا ۲؍ربیع الاول، اور بعض حضرات نے کہا کہ یکم ربیع الاول بنتی ہے، بہر حال! روایتوں میں اختلاف ہے، اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ صحابہ کرام نے اور امت محمدیہ نے تاریخ کو محفوظ کرنے کا اہتمام اس لئے نہیں کیا کہ یوم ولادت منانے کا اس وقت تک کوئی تصور ہی نہیں تھا، لیکن بہر حال! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کسی وقت بھی ہو، وہ ایک عظیم سعادت اور ایک عظیم عبادت ہے، یہ مت سمجھو کہ یہ عبادت ربیع الاول کے ساتھ خاص ہے، بلکہ جس وقت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو، وہ انسان کے لئے سعادت ہی سعادت ہے، عبادت ہی عبادت ہے۔

سیرت النبی ﷺ کی محفل اور خلاف ادب کام

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی محفل کے کچھ آداب ہیں،

ان آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اس لئے کہ یہ کسی سیاسی لیڈر کا تذکرہ نہیں ہے، یہ کسی دنیاوی رہنما کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ سید الاولین والآخرین، رحمۃ للعالمین، اور باعث تخلیق کائنات، سرکار دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہے، لہٰذا اس کا پہلا ادب یہ ہے کہ جس مجلس میں یہ تذکرہ ہو رہا ہے، وہ مجلس کم از کم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی آئینہ دار ہو، اور اس مجلس میں کوئی کام آپ کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو، افسوس یہ ہے کہ ہمارے ماحول میں ان آداب کا لحاظ نہیں رکھا جاتا، سیرت طیبہ کے تذکرہ کی محفل ہے، اور اس میں مرد بھی بیٹھے ہیں، اور بے پردہ خواتین بھی موجود ہیں، گویا کہ مخلوط اجتماع ہے، مرد و عورت کا اختلاط اور آزاد میل جول جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا، اور اس پر پابندیاں عائد فرمائی تھیں، وہ کام عین سیرت طیبہ کی محفل میں ہو رہا ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے ساتھ کتنا بڑا ظلم ہے، اس کے ذریعہ سیرت طیبہ کی محفل کو داغ دار کیا جا رہا ہے، اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو پامال کیا جا رہا ہے، اس سے بڑی گستاخی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اور کیا ہوگی؟

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں نماز کا ترک کرنا

اسی طرح سیرت طیبہ کی محفل منعقد ہے، لیکن اس کے انتظامات اور کاموں کے نتیجے میں فرض نمازیں چھوڑی جا رہی ہیں، نماز کا وقت ہے، اذان ہو چکی ہے، مسجد میں جماعت تیار ہے، اور محفل کے منتظمین جماعت سے غافل ہیں، اور اس کے انتظامات میں لگے ہیں، اور نمازیں فوت ہو رہی ہیں، بتایئے! حضور اقدس صلی

اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے نماز پڑھنے کی کتنی تاکید فرمائی ہے، لیکن ہم آپ کے مبارک تذکرہ کے لئے محفلیں منعقد کریں، اور اس میں نمازیں قضا کریں، اور نماز کی جماعت چھوڑ دیں، یہ کتنا بڑا ظلم ہے، اور کتنی بڑی گستاخی ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں موسیقی اور میوزک

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویروں کو منع فرمایا تھا، لیکن سیرت طیبہ کی محفل میں تصویریں بنائی جا رہی ہیں، تو سیرت طیبہ کی عین محفل میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے، لہٰذا سیرت طیبہ کی محفل کا پہلا ادنی سے ادنی ادب تو یہ ہونا چاہیے کہ کم از کم اس محفل میں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی خلاف ورزی نہ ہو، لیکن ہو رہی ہے، اور اب تو باقاعدہ موسیقی اور میوزک پر نعتیں پڑھی جانے لگی ہیں، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک تذکرہ نعت میں ہے، لیکن اس کو موسیقی کے ذریعہ داغ دار کیا جا رہا ہے، جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا تھا کہ میں ان آلات موسیقی کو توڑنے کے لئے آیا ہوں، یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے ساتھ ظلم نہیں تو اور کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان سیرت طیبہ کی محفلوں کا فائدہ معاشرے میں حاصل نہیں ہو رہا ہے، کیونکہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے آداب کا لحاظ نہیں کر رہے ہیں، بلکہ اس کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

سیرت کی محفل سے کوئی تبدیلی نہیں لائی جاتی

دوسرا ادب جو انتہائی ناگزیر ہے وہ یہ ہے کہ سیرت طیبہ "العیاذ باللہ" کوئی

قصہ یا کہانی نہیں ہے، بلکہ یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا تذکرہ ہے، جس کا ایک ایک لمحہ ہمارے اور آپ کے لئے مشعل راہ ہے، اور قابل تقلید ہے، لہٰذا سیرت طیبہ کی محفل میں جانے کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی جو بات ہم سیکھیں، یا معلوم کریں، اس کو اپنی زندگی میں اپنائیں، لیکن عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ ہم ایک دو گھنٹے کے لئے محفل میں شریک ہوئے، جب وہاں سے اٹھے تو دامن جھاڑ کر اٹھے، زندگی کا پہیہ اسی ڈھپ پر بدستور گھوم رہا ہے، جو حالت سیرت طیبہ کی محفل میں شرکت سے پہلے تھی، وہی حالت بعد میں بھی ہے، پہلے بھی جھوٹ بولتے تھے، اب بھی جھوٹ بولتے ہیں، پہلے بھی رشوت لیتے تھے، اب بھی رشوت لیتے ہیں، پہلے دھوکہ دیتے تھے، اب بھی دھوکہ دیتے ہیں، پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے، اب بھی نہیں پڑھتے، پہلے گناہ کرتے تھے، اب بھی گناہ کرتے ہیں۔

کتنی سنتوں پر عمل کرنا شروع کیا؟

کوئی شخص ان محفلوں میں یہ ارادہ کر کے نہیں جاتا کہ جو بات یہاں سیکھوں گا، اس پر عمل کروں گا، کوئی اس بات کا جائزہ نہیں لیتا کہ ان محفلوں میں جانے سے پہلے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی سنتوں پر عمل کرتا تھا، ان محفلوں میں شرکت کے بعد کتنی سنتوں پر عمل کرنا شروع کیا؟ یہ وہی سیرت ہے جس نے کائنات میں ایک عالمگیر انقلاب برپا کیا، جاہلیت میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو صلاح وفلاح کا راستہ دکھایا، ظلم وستم میں پسی ہوئی انسانیت کو عدل وانصاف سے ہم کنار کیا، اور

جس جگہ عداوت اور بغض کے شعلے بھڑک رہے تھے، وہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی بدولت امن و محبت کے پھول کھلنے لگے، اتنا بڑا عظیم انقلاب ۲۳ر سال کی مدت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برپا فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے انقلاب برپا کیا؟

یہ انقلاب کس طرح برپا ہوا؟ وہ اس طرح کہ جو سیرت تھی، وہ عمل کا حصہ تھا، اور جو بات آپ کی زبان مبارک سے نکلتی تھی، صحابہ کرام اپنی زندگی میں اس کو اپناتے تھے، لیکن آج سیرت طیبہ گلی گلی سنانے کے باوجود، محلے محلے اس کی محفلیں منعقد کرنے کے باوجود معاشرے پر اس کا کوئی اثر نظر نہیں آتا، کیوں؟ اس واسطے کہ ذہن میں یہ بات ہے کہ صرف رسم پوری کرنے کے لئے ایک گھنٹہ کے لئے جلسہ میں چلے جائیں گے، باقی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اپنی زندگی میں اپنانے کا جذبہ موجود نہیں، اگر آج یہ جذبہ دلوں میں پیدا ہو جائے تو میں اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس عالم اسلام کی تمام مشکلات کا حل نکل آئے۔

ہم نے سنتوں سے بغاوت کر رکھی ہے

درحقیقت ہم نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے بغاوت کی ہوئی ہے، ہم نے آپ کی سنتوں کو پس پشت ڈال رکھا ہے، اور جو لوگ اسلام کے دشمن ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے دشمن ہیں، جو آپ کے دین کے دشمن ہیں، آج ہم نے ان کو اپنا مقتدا، ملجاو ماوا بنایا ہوا ہے، آج ہم انہی کی تقلید کرتے ہیں، انہی کی نقلیں اتارتے ہیں، اور انہی جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں،

اور انہی کی خوشامد میں لگے ہوئے ہیں، اور جن کے جیسا بننے کی کوشش کر رہے ہو، آج ان سب قوموں کو اللہ تعالیٰ نے تم پر مسلط کر دیا ہے، روزانہ تمہاری پٹائی ہو رہی ہے، کبھی فلسطین میں پٹائی ہو رہی ہے، کبھی کشمیر میں، کبھی افغانستان میں اور کبھی چیچنیا میں پٹائی ہو رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اسی مخلوق کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں

یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ اس لئے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو اور آپ کی تعلیمات کو چھوڑ کر مغرب کو اپنا مقتدا بنا لیا ہے، انگریزوں کو خوش کرنے کی کوشش کی تھی، امریکیوں کو خوش کرنے کی کوشش کی تھی کہ دیکھو! ہم تمہارے جیسے ہیں، ہم تمہارے جیسا بننا چاہتے ہیں، چونکہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خفا کر کے ان کو خوش کرنے کی کوشش کی تھی، تو حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کو ناراض کر کے کسی مخلوق کو خوش کرنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسی مخلوق کو اس کے سر پر مسلط کر دیتے ہیں، یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے، تم اگر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے کسی مخلوق کو خوش کرنا چاہو گے تو اللہ تعالیٰ اسی مخلوق کو تمہارے اوپر مسلط کر دیں گے، اور وہ تمہارے سر پر جوتے بجائے گا۔

یہ بداعمالیوں کا نتیجہ ہے

آج لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم ہر جگہ پٹ رہے ہیں، ہر جگہ ہم زوال کا شکار ہیں، انحطاط کا شکار ہیں، ظلم وستم کا شکار ہیں، بیشک ہیں، لیکن یہ دیکھو کہ کیوں ہیں؟

اس لئے کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ. (الشوریٰ: ۳۰)

کہ جو مصیبت تمہارے اوپر آرہی ہے، وہ تمہارے ہاتھوں کے کرتوت کی بدولت آرہی ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے بہت سے کرتوت معاف بھی کر دیتا ہے۔

نجات کا راستہ صرف یہی ہے

لہٰذا جب تک ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف لوٹ نہیں آئیں گے اور ان سنتوں کو جب تک ہم اپنا ملجا اور مأوا، اپنا طریقہ نجات اپنی مشعل راہ اور اپنا لائحہ عمل نہیں بنائیں گے، اس وقت تک ہماری پٹائی ہوتی رہے گی۔ لہٰذا نجات کا راستہ صرف یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر سر رکھ دو، اور اپنی زندگی کے ہر شعبے کو اس کے اندر ڈھال لو، پھر دیکھو گے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آئے گی، اللہ تعالیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی بدولت ضرور نصرت سے ہمکنار فرمائیں گے۔ بہر حال! ان سیرت طیبہ کی محفل میں شریک ہوں، لیکن اس نیت سے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سیرت کی جو بات معلوم ہوگی، اس کو اپنی زندگی میں اپنانے کی کوشش کریں گے، اس غرض سے جب شریک ہوں گے تو انشاء اللہ وہاں سے کچھ لے کر آئیں گے، اور اگر یہ نیت نہیں تو پھر جیسے گئے تھے، ویسے ہی واپس آگئے، ایک کان سے سنا اور دوسرے کان سے اُڑا دیا، اور دامن جھاڑ کر چلے آئے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنی رحمت

سے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت کا صحیح احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور اس کی قدر پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت اپنائیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط وترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	:	جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	:	07th-Jun-2002
وقت خطاب	:	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	:	جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت اپنائیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٭ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا ٭

(الاحزاب : ۲۱)

آمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْم . وَ صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمِ . وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَ الشَّاکِرِیْنَ .
وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ .

تمہید

بزرگان محترم و برادران عزیز! گزشتہ جمعہ کو میں نے ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے متعلق کچھ باتیں آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی تھیں، جن کا حاصل یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین میں کسی کے یوم پیدائش منانے کا تصور نہیں رکھا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ایسی چیز ہے جو کسی دن، وقت اور زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ سال کے بارہ مہینے، اور مہینے کے تیس دن، اور دن کے چوبیس گھنٹے ایسے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا سب سے بڑا تقاضہ یہ ہے کہ اس سیرت طیبہ کو اپنی زندگی میں اپنایا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو ٹھکرا دیا تھا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس لئے تشریف نہیں لائے تھے کہ آپ دنیا سے اپنی تعریف کرائیں، یا دنیا پر اپنا اقتدار قائم کریں، خدانہ کرے اگر آپ کا یہ مقصد ہوتا تو جس وقت مکہ مکرمہ میں آپ کو کفار کی طرف سے یہ پیش کش کی گئی تھی کہ اگر آپ سرداری چاہتے ہیں تو ہم سب متفقہ طور پر اپنا سردار ماننے کو تیار ہیں، اگر آپ مال و دولت کے خواہش مند ہیں تو مال و دولت کے ڈھیر آپ کے قدموں میں لگائے جا سکتے ہیں، اگر آپ کو حسن و جمال کی خواہش ہے تو عرب کا منتخب حسن و جمال آپ کی خدمت میں پیش کیا جا سکتا ہے، لیکن آپ اس دعوت سے باز آجائیں، اس کے جواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے ہاتھ میں ماہتاب بھی لا کر رکھ دو گے، تب بھی میں اپنی اس دعوت سے پھرنے والا نہیں۔ اس کے ذریعہ آپ نے بتا دیا کہ

میری زندگی کا ایک خاص مقصد اور مشن ہے، جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے، اگر مجھے اقتدار نہ ملے، مال ودولت نہ ملے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں، اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں دکھا دیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ تین تین مہینے تک ہمارے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی، اس طرح فقر فاقہ کے عالم میں زندگی گزار کر دکھا دی۔ لیکن جو پیغام لے کر آپ تشریف لائے تھے، اس پیغام اور دعوت سے آپ کو کوئی چیز متزلزل نہیں کر سکی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل اتارنے کی کوشش کریں

درحقیقت اس سیرت طیبہ کا مقصود اصلی یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل جلالہ نے انسانیت کے لئے ایک نمونہ بنا کر بھیجا تھا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوْا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا. (الاحزاب : ۲۱)

یعنی تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہم نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ آپ ایک مثال قائم کریں، اور انسانیت کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اس نمونہ کو دیکھے، اور اس کی نقل اتارنے کی کوشش کرے، آپ کی سیرت طیبہ کا اصل پیغام یہی ہے، یہ نہیں کہ ہم سال میں ایک دن آپ کی یاد منا کر خاموش ہو جائیں، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنانے اور اس کو اپنا لائحہ عمل بنانے کی فکر کریں، یہ ہے سیرت طیبہ کا مقصود اصلی۔

بعثت کے وقت عرب کی حالت زار

آپ ذرا اندازہ لگائیں کہ یہی سیرت طیبہ ہے جس نے ۲۳ ر سال کی مختصر مدت میں دنیا کے اندر اتنا بڑا عظیم انقلاب برپا کر دیا، جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، اور آپ کو نبوت کا منصب عطا کیا گیا، اس وقت آپ تن تنہا تھے، کوئی آپ کا مدد معاون نہیں تھا، ساری دنیا جہالت کے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی، ظلم وستم، قتل وغارت گری، اور بت پرستی کا بازار گرم تھا، بڑے بڑے دولت مند، بڑے بڑے سردار عام لوگوں کا خون چوس رہے تھے، اس حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کا منصب دیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو اس پوری بھٹکی ہوئی دنیا کو راہ راست پر لانا ہے، اور اس بگڑے ہوئے ماحول کو سنوارنا ہے، اور آپ کو ۲۳ ر سال کی مدت دی گئی، ۱۳ ر سال مکہ مکرمہ کے، اور دس سال مدینہ منورہ کے، اس ۲۳ ر سال کی مدت میں پورے جزیرہ عرب میں اور جزیرہ عرب کے واسطے سے پوری دنیا میں ایک انقلاب برپا کرنا تھا۔

۲۳ ر سال میں عظیم انقلاب

یہی وجہ ہے کہ جب غار حرا میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ پر جاڑا چڑھ گیا، اور گھر میں تشریف لائے تو یہ کہتے ہوئے تشریف لائے کہ مجھے کمبل اُڑھاؤ، کیونکہ جاڑا چڑھ گیا ہے، یہ جاڑہ کس بات کا تھا؟ دراصل یہ اس عظیم ذمہ داری کا جاڑہ تھا، جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر اللہ جل شانہ کی طرف سے رکھی گئی تھی، اس ۲۳ ر سال کی مدت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے انقلاب برپا کردیا، اور ایسا انقلاب برپا کیا کہ جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو پورے جزیرہ عرب پر ایک بھی مشرک باقی نہیں رہا تھا، وہ جزیرہ عرب جس پر آج پندرہ ریاستیں قائم ہیں، اُس وقت پورے جزیرہ عرب پر ایک ہی جھنڈا لہرا رہا تھا، وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا، جو لوگ جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم اور حکمت اور معرفت کا مینار بنادیا، جو لوگ قتل و غارت گری میں گرفتار تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں امن و آشتی اور محبت و مودت کے پھول کھلائے، اور جہاں قدم قدم پر بتوں کو پوجا جارہا تھا، اب وہاں پورہ جزیرہ عرب میں کسی بت کا نام و نشان نہیں تھا۔

زمانہ جاہلیت کی ایک جنگ

زمانہ جاہلیت میں ایک جنگ ہوئی ہے، جس کو ''حرب بعوث'' کہا جاتا ہے، یہ جنگ اس طرح شروع ہوئی کہ ایک شخص کے گھر سے مرغی کا بچہ نکلا اور دوسرے شخص کے کھیت میں چلا گیا، اور جاکر کچھ دانے کھالئے، کھیت والے نے جب اسکو دیکھا تو اسکو غصہ آگیا، اور اس نے مرغی کے بچے کو ماردیا، مرغی کا مالک گھر سے نکل آیا، اس نے کہا کہ میری مرغی کے بچے کو تم نے کیوں مارا؟ اس پر تو تو میں میں شروع ہوگئی، پھر لڑائی شروع ہوئی، اور بالآخر دونوں کے خاندان ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو گئے، اور اسکے بعد دونوں کے قبیلے جنگ میں کود پڑے، یہ لڑائی چالیس سال تک مسلسل چلتی رہی، باپ جب مرتا تھا تو بیٹے کو یہ وصیت کر جاتا تھا کہ بیٹا اور جو کچھ چاہے کرنا، لیکن میرے دشمنوں کو معاف نہ کرنا، اور اس لڑائی کو بند نہ کرنا، اور مرغی کے بچے کی

وجہ سے چالیس سال لڑائی چلی، اور بے شمار انسان زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کا ایک واقعہ

اسی قوم میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے نتیجے میں تبدیلی آئی تو پھر یہ حالت ہوگئی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی نے ان کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخی کا جملہ کہہ دیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس گستاخی پر غصہ آگیا، اور انہوں نے اس یہودی پر حملہ کر کے اس کو نیچے گرادیا، اور اس کے سینے پر سوار ہو گئے، جب اس یہودی نے دیکھا کہ یہ میرے سینے پر سوار ہو گئے ہیں، اور کچھ بس نہ چلا تو اس نے لیٹے لیٹے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ پر تھوک دیا، جیسے ہی اس یہودی نے تھوکا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اس کو چھوڑ کر کھڑے ہو گئے، جو لوگ یہ سب دیکھ رہے تھے، انہوں نے کہا کہ حضرت اس شخص نے تو آپ کے منہ پر تھوک کر اور زیادہ گستاخی والا معاملہ کیا تھا، اس کو اور زیادہ سزا دینی چاہیے تھی، لیکن آپ اس کو چھوڑ کر الگ ہو گئے، جواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ درحقیقت میں اس سے جو لڑ رہا تھا وہ اپنی ذات کے لئے نہیں لڑ رہا تھا، چونکہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی، اس وجہ سے میں اس سے لڑ رہا تھا، لیکن جب اس نے میرے منہ پر تھوک دیا، اب اگر میں اس سے لڑتا تو اپنی ذات کی خاطر لڑتا، اور اپنی ذات کی خاطر لڑنے کو پسند نہیں کرتا، اس لئے میں اس کو چھوڑ کر علیحدہ ہو گیا۔

صحابہ کرام کی شان بلند

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اس وقت ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام چھوڑ کر تشریف لے گئے، اور ان سب صحابہ کرام کے بارے میں آپ نے سینہ تان کر اعتماد کے ساتھ یہ فرمادیا تھا کہ:

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمِ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے تم جس کسی کی اقتدا کرلوگے ہدایت پالوگے۔ ایسے افراد کس طرح تیار فرمائے؟ یہ اسی سیرت طیبہ کے ذریعہ تیار فرمائے، تلوار سے نہیں، زبردستی سے نہیں، تشدد سے نہیں، بلکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیرت طیبہ سے، اپنے اخلاق سے، اپنے اعمال سے، اپنی خوبصورت زندگی کے ذریعہ ایک ایک فرد کے حالات میں ایسی تبدیلی لائے کہ پورے معاشرے کے اندر انقلاب آگیا، یہ وہ سیرت ہے جس نے اتنا عظیم انقلاب صحابہ کرام کی زندگی میں برپا کیا تھا۔

آج بھی وہی سیرت موجود ہے

آج وہی سیرت ہمارے پاس موجود ہے، الحمد للہ، اور صحیح شکل وصورت کے اندر محفوظ ہے، دنیا کی کوئی قوم اس بات کا دعوی نہیں کرسکتی کہ انکے اپنے مقتدا اور پیشوا کے حالات زندگی اتنے قابل اعتماد طور پر محفوظ ہیں جتنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی محفوظ ہیں، ایک ایک واقعہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے سلسلے میں روایت ہوا ہے، اسکی جانچ پڑتال، اور اسکی چھان پھٹک میں امت محمدیہ کے

علماء نے عمریں کھپائی ہیں، خوردبین لگا لگا کر اس کی سند کو جانچا ہے، اسکے متن کو چیک کیا ہے، اس کے بعد وہ سیرت طیبہ ہمارے سامنے اصل شکل وصورت میں محفوظ ہے۔

انقلاب نہ آنے کی وجہ

لیکن اس کی کیا وجہ ہے کہ آج اس سیرت طیبہ کے نتیجے میں معاشرے کے اندر تبدیلی نہیں آرہی ہے، کوئی انقلاب نہیں آرہا ہے، اور معاشرے کے حالات کی اصلاح نہیں ہورہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس سیرت طیبہ کو طاقوں کی زینت بنایا ہوا ہے، کتب خانوں کی اور الماریوں کی زینت بنایا ہوا ہے، اور اس سیرت طیبہ کو اپنی زندگی میں شامل کرنے اور اپنی زندگیوں میں داخل کرنے کی فکر چھوڑ دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کی فکر چھوڑ دی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سیرت اپنی جگہ میں موجود اور محفوظ ہے، لیکن زندگی کا پہیہ اسی ڈھب پر گھوم رہا ہے، کوئی تبدیلی نہیں آتی، کوئی انقلاب برپا نہیں ہورہا ہے۔

چوبیس گھنٹوں سے کچھ وقت نکالیں

آج جب ہم خاص طور پر ربیع الاول کے مہینے میں سیرت طیبہ کا ذکر کرتے ہیں تو کم ازکم اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ سیرت طیبہ کا اصل مقصد کیا ہے؟ اور اپنی زندگیوں میں تبدیلی لانے کی کوشش کریں، اس کے لئے ایک مختصر بات میں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں، اگر اس پر عمل ہوجائے تو مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ انشاء اللہ ہمارے لئے دنیا وآخرت کی بہتری کا سامان ہوگا۔ وہ یہ کہ ہر مسلمان اپنے گھر میں صبح وشام کے چوبیس گھنٹوں میں سے تھوڑا سا وقت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت کے مطالعہ کے لئے نکالے، چنانچہ رات کو سونے سے پہلے تہیہ کرلے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت کا کچھ حصہ ہم خود نہیں پڑھ لیں گے، اور جب تک اپنے بچوں کو نہیں سکھائیں گے، اس وقت تک نہیں سوئیں گے، چوبیس گھنٹوں میں سے آدھا گھنٹہ نکال لیں، اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت کو پڑھا کریں، اور پڑھ کر اپنا جائزہ لیں کہ ان میں سے کونسا کام ہم کر رہے ہیں، اور کون سا کام ہم نے چھوڑا ہوا ہے، جو کام نہیں کر رہے ہیں، اس کو اپنی زندگی میں داخل کرنے کی کوشش کریں۔

اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کریں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت پر بے شمار کتابیں علماء نے ہر زبان میں لکھی ہیں، اردو میں بھی ہیں، انگریزی میں بھی ہیں، عربی میں بھی ہیں، ان میں سے کسی بھی کتاب کا انتخاب کیا جاسکتا ہے، لیکن ایک کتاب کا میں آپ کو حوالہ دیتا ہوں، اس لئے کہ اس کو پڑھنا ہر مسلمان کے لئے آسان ہے، زیادہ طویل بھی نہیں ہے، اور پڑھنے میں زیادہ دشوار اور مشکل بھی نہیں ہے، آسان انداز میں لکھی ہوئی ہے، اور اس کتاب میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ہر شعبے سے متعلق سنتیں موجود ہیں، وہ کتاب ہے "اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" یہ میرے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی ہے، اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے تمام شعبوں میں جو مستند روایات ہیں، ان کو بھی جمع کیا ہے، اور ان سے متعلق دینی مسائل کو بھی جمع کیا ہے، اور اس میں یہ بتایا ہے کہ صبح سے لے کر

شام تک کی زندگی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار کیا تھا، یہ کتاب ایک طرح سے ڈائری ہے جس کی مدد سے ایک انسان اپنی زندگی کو اتباع سنت کے سانچے میں ڈھال سکتا ہے، یہ کتاب ہر مسلمان پڑھنا شروع کرے، روزانہ آدھا گھنٹہ، ورنہ ۲۰ رمنٹ، یا ۱۵ رمنٹ روزانہ سونے سے پہلے پڑھیں، اوراس کے بعد جب آپ اپنی زندگی کا جائزہ لیں گے، تو اندازہ ہوگا کہ کتنی سنتیں ایسی ہیں جن کو اختیار کرنے میں کوئی دشواری نہیں، کوئی رکاوٹ نہیں، محض لاپرواہی اور بے توجہی کی وجہ سے ہم ان سنتوں کی برکات سے محروم ہیں، ذرا سی توجہ ہو جائے گی، تو وہ سنتیں عمل میں آجائیں گی۔

ایک سنت زندہ کرنے کا ثواب

اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک سنت کو زندہ کرنا سو شہیدوں کے برابر اجر وثواب رکھتا ہے، اور ایک سنت پر عمل کر لینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے آپ کو محبوب بنالینا ہے، جس وقت کوئی شخص اتباع سنت کر رہا ہوتا ہے تو اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے، اس لئے اگر روزانہ پابندی سے یہ کتاب پڑھ لی جائے اور اس میں جو سنتیں بیان کی گئی ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے تو انشاء اللہ بہت جلد اللہ تعالیٰ زندگی میں خوشگوار انقلاب پیدا فرمائیں گے، اور ہماری وہ زندگی واقعۃً اتباع سنت کا نمونہ ہوگی، اور سیرت طیبہ کا کچھ نہ کچھ حق ادا ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے بھی اور آپ کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی برکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی : جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔اما بعد :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صفتیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی ہیں جو دس سال تک مدینہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہے، ان کے والدین نے ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھوڑ دیا تھا تاکہ آپ کی خدمت کریں اور آپ کی صحبت میں رہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ حسین تھے اور تمام انسانوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور فیاض تھے اور تمام انسانوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے، تین صفتیں خاص طور

پر یہاں بیان فرمائیں۔

آپ سب سے زیادہ حسین تھے

پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ آپ سب سے زیادہ حسین تھے اور سب سے زیادہ خوبصورت تھے، اللہ جل جلالہ نے جہاں آپ کو سیرت کے اعلیٰ مقام سے نوازا تھا، وہاں حسن صورت میں بھی آپ یکتا تھے۔ حضرت انسؓ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، چودھویں رات کا چاند تھا، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دھاری دار جوڑا پہنے ہوئے تشریف فرما تھے تو میں کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا اور کبھی چودھویں کے چاند کو دیکھتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چودھویں کے چاند سے زیادہ خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ عام طور سے لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سب سے زیادہ خوبصورت انسان تھے، خود قرآن کریم میں ان کا واقعہ تفصیل سے سورۂ یوسف میں بیان فرمایا ہے اور واقعتاً اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو بڑا حسن عطا فرمایا تھا لیکن جن لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین ہم نے روئے زمین پر نہیں دیکھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے مقابلے میں آپکا حسن

قرآن کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا ہے کہ زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کے بعد ان کے حسن پر فریفتہ ہوگئی تھیں، حضرت یوسف علیہ السلام ان کے گھر میں غلام کے طور پر تھے اور زلیخا کی حیثیت مالکہ کی تھی

توزلیخا کی سہیلیاں ملامت کیا کرتی تھیں کہ مالکہ ہوکرایک غلام پر فریفتہ ہےتو زلیخا نے ان کا علاج یہ کیا کہ ایک مرتبہ ان سب کی دعوت کی، اوردعوت کے اندر کچھ نارنگیاں رکھ دیں، اور ساتھ میں چھری رکھ دی کہ یہ کاٹ کر کھائیں، پھرحضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ اندرآ جاؤ تو حضرت یوسف علیہ السلام جس وقت کمرے کے اندر داخل ہوئے تو زلیخا کی سب سہیلیاں بیٹھی ہوئی تھیں، ہاتھ میں چھری تھی اور نارنگی تھی تو ایک دم سے حضرت یوسف علیہ السلام سامنے آئے تو ان کا حسن و جمال دیکھ کر ایسی مبہوت ہوگئیں کہ ہاتھ میں چھری تھی نارنگیاں کاٹنا چاہتی تھیں، مبہوت ہوکر خود اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ یہ قرآن شریف میں ہےاور جب زلیخا نے دیکھا کہ ہاتھ کٹ گئےتو زلیخا نے کہا کہ: فَذٰلِکُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْہِ. یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں کہ تم اس کے حسن پر کیسے فریفتہ ہوگئیں۔

تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زلیخا کی سہیلیاں جنہوں نے زلیخا کو ملامت کی تھی، انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے، اگر وہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پیشانی کا جلوہ دیکھ لیتیں تو ہاتھ کے بجائے اپنا دل چیر ڈالتیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن صورت بھی ایسی عطا فرمائی تھی۔

آپ سب سے زیادہ سخی تھے

اور دوسری صفت ارشاد فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ سخی اور فیاض تھے، کوئی انسان کبھی کوئی حاجت لے کے آپ کے

پاس آتا تو نامراد واپس نہیں جاتا تھا، ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مانگنے آتا تو کبھی کسی مانگنے والے کو "نا" نہیں فرمایا۔

آپ کی بہادری کا واقعہ

اور تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بہادری کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات مدینہ منورہ کے لوگوں میں اچانک گھبراہٹ پیدا ہوئی گھبراہٹ کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ منورہ اس زمانے میں چھوٹی سی بستی تھی اور آج کل جن لوگوں نے نیا حرم نبوی دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی جو بستی تھی وہ ساری حرم کے اندر آگئی۔ تو چھوٹی سی بستی تھی، لوگ سوئے ہوئے تھے، اچانک بستی سے باہر جنگل یا صحرا کی طرف سے کوئی خوفناک قسم کی آواز آئی، وہ آواز شاید کچھ اس قسم کی تھی جیسے اچانک کوئی دشمن حملہ کر دے یا رات کو شب خون مار دے یا اللہ جانے کیا آواز تھی، جس سے سب لوگ ایک دم خوفزدہ ہو کر پریشان ہو گئے اور گھبرائے کہ نجانے یہ آواز کیسی ہے؟ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ گھروں سے باہر نکلے اور جس طرف سے آواز آئی تھی اس طرف چلنا شروع کیا کہ معلوم کریں کہ کیا آواز آئی ہے؟

ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے، دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار واپس تشریف لا رہے ہیں، یعنی ابھی لوگوں نے چلنا ہی شروع کیا تھا کہ اس سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر پہلے ہی آگے

تشریف لے جا چکے تھے اور واپس تشریف لا رہے تھے۔ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے، اس پر زین نہیں تھی، اور آپ کی گردن مبارک میں تلوار لٹکی ہوئی تھی اور آپ واپس تشریف لا رہے تھے، سب لوگوں کو آتا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ کوئی خوف کی بات نہیں ہے، کوئی گھبراہٹ کی بات نہیں ہے، آگے کچھ بھی نہیں ہے اور پھر فرمانے لگے کہ اس گھوڑے کو تو میں نے سمندر کی طرح تیز پایا، یعنی یہ گھوڑا اس قدر تیز دوڑا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے سمندر ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سارے لوگ گھبرائے ہوئے تھے، خوف کے عالم میں تھے، اور ہر شخص پریشان تھا کہ خدا جانے کیا واقعہ پیش آیا ہے، اور سارے لوگ جمع ہو کر جا رہے تھے کہ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار واپس تشریف لا رہے ہیں اور آ کر سب کو اطمینان دلایا۔

آپ جائے پناہ تھے

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جب جہاد کا موقع ہوتا اور جنگ میں دشمنوں کا حملہ شدید ہو جاتا اور گھمسان کی لڑائی ہوتی اور ہم لوگوں کے اندر گھبراہٹ پیدا ہوتی تو ہم گھبرا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر پناہ لیا کرتے تھے، اور آپ کے پاس جا کر تسلی ہوتی تھی، آپ سارے لوگوں کو تسلی دیا کرتے تھے۔

آپ کی بہادری کا دوسرا واقعہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ غزوے کے سفر میں ایک جگہ

پڑاؤ ڈالا، دوپہر کا وقت تھا اور سارا لشکر آرام کرنا چاہتا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک سائے میں تھوڑی دیر آرام کے لئے لیٹ گئے، اور آپ کی جو تلوار تھی وہ آپ نے اپنے پاس رکھ لی اور پھر آنکھ لگ گئی، مشرکین میں سے ایک شخص نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ہیں اور سو رہے ہیں اور تلوار پاس پڑی ہے تو اس سے بہتر موقع کیا ہوگا، وہ جلدی سے آیا اور اس نے تلوار اٹھالی، جب تلوار اٹھا کر کھڑا ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی، آپ نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں تلوار ہے اور آپ نہتے ہو گئے ہیں، تو اس شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج تم میرے قابو میں آئے ہو، بتاؤ تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اطمینان سے فرمایا کہ میرا اللہ مجھے بچائے گا۔ اس نے جب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں کہ تلوار سر پر موجود ہے اور خود نہتے ہیں اور میں جس وقت چاہوں وار کر کے "العیاذ باللہ" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچا سکتا ہوں لیکن یہ عجیب شخص ہیں کہ ان کے اوپر ادنیٰ گھبراہٹ بھی نہیں، ادنیٰ تذبذب نہیں اور اتنے اعتماد کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بچائے گا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اطمینان کا اس شخص کے اوپر ایسا اثر ہوا اور ایسا رعب پڑا کہ وہ تھر تھر کانپنے لگا اور اسی کپکپاہٹ کے عالم میں تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں اٹھالی اور فرمایا کہ اب بتاؤ تمہیں کون بچائے گا؟ تو وہ شخص یہ منظر دیکھ کر گھبرا گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں

تمہیں قتل نہیں کروں گا اس واسطے کے تم نہتے ہو اور میں اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا کرتا تو اس مشرک نے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حسن اخلاق دیکھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو ایمان کی توفیق دیدی اور وہ ''اشھد الا الہ الااللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ'' پڑھ کر مسلمان ہو گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں واقعات ہیں۔ اس لئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔

مؤمن کا عقیدہ

اس واقعے کو بیان کرنے سے جو سبق دینا مقصود ہے، وہ یہ ہے کہ ایک مومن جس کا اللہ جل جلالہ پر ایمان ہو، اسے بزدل نہیں ہونا چاہیے بلکہ مومن کو بہادر ہونا چاہیے اور بہادر ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان ایک حد تک احتیاط کے تقاضوں پر بے شک عمل کرے لیکن ان پر عمل کرنے کے بعد اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہوا ہے، وہ مجھے پہنچنا ہے، کائنات کی کوئی طاقت مجھے اللہ جل جلالہ کی تقدیر کے خلاف نقصان نہیں پہنچا سکتی، یہ اطمینان ایک مومن کے دل میں ہونا چاہیے کہ ساری کائنات مل کر بھی اگر مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو اللہ کی مرضی کے بغیر، اللہ کی مشیت کے بغیر، اس کی اجازت کے بغیر کوئی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اگر ساری کائنات مل کر مجھے کوئی نفع پہنچانا چاہے تو اللہ کی اجازت کے بغیر اور اللہ کی مشیت کے بغیر کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مومن کا اس بات پر ایمان ہو

کہ اللہ جل جلالہ کی مشیت کے بغیر نہ کوئی چیز اس کائنات میں نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان تو اس کو بزدلی سے کیا واسطہ، کیونکہ وہ سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتا۔

احتیاطی تدابیر اختیار کرنا چاہئے

ہاں اللہ ہی نے یہ حکم ضرور دیا ہے کہ احتیاط کے جتنے تقاضے ہیں وہ پورے کرلو، مذکورہ واقعہ میں دیکھیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھبراہٹ کے موقع پر جنگل کی طرف نکلے تو آپ کی گردن میں تلوار تھی تو سبق یہ دیا کہ احتیاط نہ کرنا اور اسباب کو اختیار نہ کرنا یہ خودکشی ہے، یہ کوئی بہادری نہیں ہے جس کی اجازت نہیں ہے، احتیاط کے تقاضوں پر پورا عمل کرلو جو معمول کے تقاضے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ویسے بھی جا سکتے تھے کہ بھئی اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہوگا، وہ ہوکر رہے گا لیکن اللہ ہی نے حکم دیا ہے کہ: خُذُوا حِذْرَكُم. اپنے بچاؤ کا سامان جتنا تم کرسکتے ہو کرلو، اس کے بعد معاملہ اللہ پر چھوڑ دو، تو بچاؤ کی جو تدبیریں ہیں ان کو آدمی اختیار کرلے اور پھر معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہوکر رہے گا، کوئی انسان مجھے نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا، یہ اعتقاد جس کے دل میں جاگزین ہوجائے پھر وہ کائنات کی کسی طاقت سے نہیں ڈرتا۔

موحّد وہ ہے کہ اس کے پاؤں پر سونا بکھیر دو یا اس کے سر پر تلوار لے کر کھڑے ہوجاؤ، اس کو کسی سے امید اور کسی سے خوف نہیں ہوتا سوائے اللہ جل جلالہ کے۔ توحید کے معنی ہیں اللہ کو ایک ماننا تو اللہ کو ایک ماننے کا تقاضیٰ یہ ہے کہ کائنات میں کوئی ذرہ اور کوئی پتہ اس کی مشیت کے بغیر نہیں ہل سکتا، وہی ذات محبت کے

لائق ہے، وہی ذات امیدیں باندھنے کے لائق ہے، وہی ذات ڈرنے کے لائق ہے، اس کے سوا کوئی ذات ڈرنے اور امید باندھنے کے لائق نہیں ہے۔

مؤمن کے نہ ڈرنے کا ایک واقعہ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے اور میرے والد ماجدؒ کے استاد تھے، دارالعلوم دیوبند جو بڑا زبردست تعلیمی ادارہ ہے، اس کے سب سے بڑے منتظم اعلیٰ تھے تو ایک زمانے میں ان کے خلاف ایک مہم چل پڑی، جیسا کہ لوگ بعض اوقات کسی منتظم کے خلاف مہم چلا دیتے ہیں، اور مہم بھی ایسی چل پڑی کہ دشمنی کی حد تک لوگ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے خون کے پیاسے ہوگئے، گرمی کا موسم تھا، آپ گرمی کی وجہ سے دفتر کے اندر نہیں سو سکتے تھے، اس لئے آپ معمول کے مطابق معمولی حفاظتی انتظامات کر کے چھت کے اوپر سوتے تھے، کسی نے آکر ایک دن کہا کہ حضرت یہ سارے لوگ آپ کے خلاف ہو رہے ہیں اور دشمنی پر اترے ہوئے ہیں، ایسی حالت میں آپ خاص طور پر احتیاط کریں، یہاں چھت کے اوپر آپ تنہا سوتے ہیں، یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ بھئی یہ ٹھیک ہے، احتیاط کرنی چاہیے اور جو شریعت کا حکم ہے انشاء اللہ اس کے مطابق احتیاط کروں گا، لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ لوگ میرے دشمن بنے ہوئے ہیں اور خون کے پیاسے ہو رہے ہیں تو یاد رکھو کہ میں اس باپ کا بیٹا ہوں جس کے جنازہ کو اٹھانے کے لئے چار آدمی بھی میسر نہیں آئے، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کی اولاد میں سے تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جب باغیوں نے شہید کیا تو رات کے وقت اندھیرے میں چوری چھپے دفن کیا گیا۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ بیشک احتیاط کرنی چاہئے اور اس کا جو کچھ تقاضہ ہے اس پر عمل کروں گا، لیکن ایک مومن کا یہ اعتقاد ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات کی کوئی طاقت نہ نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان تو پھر کاہے کا ڈر اور کاہے کا خوف، ہاں جو کچھ ہے وہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہتھیار لے لو تو لے لو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ احتیاط کرو تو کرو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بچاؤ کا سامان کرو تو کرو، ڈرنے کا کیا معنی؟ جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

یہودیوں کا حسد

یہ یہودی قوم ابتدا ہی سے ان کی طبیعت میں شرارت ہے، اور شرارت ان کی سرشت میں داخل ہے، قرآن مجید بھی ان شرارتوں کے بیان سے بھرا ہوا ہے، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اتنا تنگ کیا جس کا کوئی حساب نہیں ہے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں آس پاس یہودیوں کی بستیاں تھیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے ان کو طرح طرح سے حسد تھا، ایک حسد تو یہ تھا کہ ان کی کتابوں میں یہ بات درج تھی کہ آخر زمانے میں ایک پیغمبر آنے والے ہیں، اور تورات کے مختلف صحیفوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارتیں موجود تھیں، تو ان کی خواہش یہ تھی کہ نبی آخر الزمان جو تشریف لائیں وہ بھی ہمارے خاندان سے ہوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کچھ ایسا تکوینی طور پر نظام بنایا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے، ایک حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ایک حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے انبیاء کرام آئے، وہ سب حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں آئے، حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام، یہ سارے بنی اسرائیل کہلاتے ہیں، کیونکہ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام ہے، تو ان کی اولاد میں سارے انبیاء کرام علیہم السلام آتے رہے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں صرف آخر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، سارے انبیاء کرام علیہم السلام بنی اسرائیل میں آئے، اور ایک نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں آئے، جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کا سردار اور سید الانبیاء والمرسلین بنایا، چونکہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام بنی اسرائیل میں آرہے تھے اور یہودی بھی بنی اسرائیل سے تعلق رکھتے ہیں تو اس واسطے اِن کی خواہش یہ تھی کہ جو آخری نبی آنے والے ہیں وہ ہمارے ہی خاندان میں یعنی بنی اسرائیل میں آئیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو اسماعیل میں یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں آگئے، اس لئے ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد ہو گیا، جس کا ذکر قرآن شریف میں بھی ہے۔

یہود کے حسد کی دوسری وجہ

دوسری وجہ حسد کی یہ تھی کہ یہودی ہمیشہ پیسے کا پجاری رہا ہے، اس کا قبلہ و

کعبہ ہمیشہ سے پیسہ اور مال و دولت ہے، تو مدینہ منورہ میں بھی جو یہودی آباد تھے، ان کا سارا تجارتی کاروبار سود کا تھا اور مدینہ منورہ کے دوسرے لوگوں کو سود پر قرضے دیتے تھے اور سود کا کاروبار کرتے تھے، اس کے علاوہ دوسری بات یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں دو قبیلے تھے ایک اوس کا قبیلہ تھا اور ایک خزرج کا قبیلہ تھا، دونوں قبیلوں میں جنگیں ہوتی رہتی تھیں اور یہودی وہ جنگ باقاعدہ کراتے تھے تاکہ یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑتے رہیں اور ہم اپنی چودراہٹ کے اوپر قائم رہیں، جب دونوں قبیلوں میں لڑائی ہوتی تھی تو ہر قبیلہ کو پیسے کی ضرورت پڑتی تھی تو وہ انہی یہودیوں کے پاس جاتے تھے اور یہ سود پر ان کو قرضے دیتے تھے، تو ان کی لڑائیوں اور جنگوں سے ان کا کاروبار چمکتا تھا اور ان کے پیسے کھرے ہوتے تھے، یہ انہوں نے سلسلہ چلایا ہوا تھا۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کی برکت اور آپ کے فیض سے یہ دونوں قبیلے شیر و شکر ہوگئے، اور ان دونوں کی صدیوں کی لڑائیاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ختم کرادیں، آپ کے تشریف آوری سے کچھ ہی پہلے مدینہ منوزہ میں ان دونوں قبیلوں کی لڑائی ہوئی ہے جس کو بعاص کی لڑائی کہتے ہیں، جنگ بعاص ایک سو بیس سال تک جاری رہی ہے، اور اس میں دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار اور نمایاں لوگ سب ختم ہوگئے تھے، ایک سو بیس سال کی اس جنگ میں یہ دونوں قبیلے ایک دوسرے کے خون کے سخت پیاسے تھے، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے دونوں قبیلوں کو ایمان کی دعوت دی اور توحید پر دونوں کو جمع فرمایا اور دونوں کو بھائی بھائی بنادیا۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا.

"اس وقت کو یاد کرو جب تم لوگ ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کے انعام سے تم بھائی بھائی بن گئے" تو جو نفرت اور عداوت کی آگ ان دونوں کے درمیان بھڑک رہی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کی جگہ ان کے درمیان ایسی محبتیں قائم فرمادیں کہ دونوں قبیلے بھائی بھائی بن گئے، اب کوئی لڑائی باقی نہیں رہی، جب ان کی لڑائیاں ختم ہوئیں تو یہودیوں کا سارا کاروبار جو ان کی لڑائیوں کے اوپر موقوف تھا وہ ٹھنڈا پڑ گیا، اس لئے اور زیادہ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد ہوگیا، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ طرح طرح کی سازشیں اور شرارتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرنے لگے، بالجملہ شرارتوں میں سے ایک شرارت یہ کرتے تھے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو بجائے السلام علیکم کے السام علیکم کہتے، السلام علیکم کے معنی ہیں "تم پر اللہ کی سلامتی نازل ہو" اور السام علیکم کے معنی ہیں "تم پر موت آئے" دوسرے سننے والے کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ کیا بولا ہے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم بڑی چالاکی سے کام لے رہے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نرمی کی تلقین کرنا

تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن کچھ یہودی آئے اور انہوں نے آکر کہا السّام علیکم، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سمجھ گئیں کہ انہوں نے السلام علیکم کے بجائے السام علیکم کہا ہے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

ترکی بترکی جواب دیتے ہوئے کہا "علیکم السّام والزام واللعنة" کہ تمہارے اوپر موت ہو تمہارے اوپر ہلاکت ہو تمہارے اوپر لعنت ہو، انہوں نے صرف السام کہا تھا حضرت عائشہ نے تین لفظ کہہ دیئے، اس کے بعد وہ چلے گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! تم نے یہ جو اتنا سخت جواب دیا، یہ مناسب نہیں تھا، کچھ نرمی سے کام لینا چاہیے تھا، اور تمہیں تلخ کلامی کی ضرورت نہیں تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے سنا نہیں تھا، انہوں نے کیا کہا تھا، وہ ہمیں بے وقوف بنانا چاہتے تھے اور ایسا جملہ بول رہے تھے جو آپ کی شان میں بڑی گستاخی کا جملہ تھا، لہٰذا مجھ سے برداشت نہ ہو سکا، اور میں نے اس کے جواب میں یہ کہہ دیا، آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے نہیں دیکھا کہ میں نے کیا جواب دیا؟ جب انہوں نے کہا کہ السام علیکم تو میں نے کہا کہ "وعلیکم" بس وعلیکم کا معنی ہے اور تم پر، ویسے بھی جو سلام کا جواب ہوتا ہے وہ وعلیکم السلام ہوتا ہے، وعلیکم السلام کا معنی ہیں تمہارے اوپر سلامتی ہو تو میں نے ان کے جواب میں صرف وعلیکم کہا، یعنی جو کچھ تم میرے بارے میں کہہ رہے ہو وہ تمہارے اوپر ہو، میں نے اس کے علاوہ نہ تو لعنت کا لفظ استعمال کیا، نہ میں نے اس میں موت کا لفظ استعمال کیا، نہ میں نے اس میں ہلاکت کا لفظ استعمال کیا، میں نے صرف "وعلیکم" کہہ دیا، یاد رکھو وہ کتنا ہی کہتے رہیں اور جو کچھ بھی کہتے رہیں ان کی بد دعائیں ہمارے حق میں قبول نہیں ہوتیں اور ہماری بد دعائیں ان کے حق میں قبول ہوتی ہیں، لہٰذا تمہیں اتنا آگے بڑھ کر علیکم السام والزام واللعنة کہنے کی

ضرورت نہیں تھی، پھر فرمایا کہ عائشہ! ان اللہ یحب الرفق فی امر کلہ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. اے عائشہ! اللہ تبارک وتعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں اور بعض روایتوں میں یہ فرمایا کہ نرمی جب کسی کام میں داخل ہوگی اس میں زینت پیدا کرے گی اور نرمی جس چیز سے بھی نکال لی جائے گی اس میں عیب پیدا کرے گی۔

ہمارے لئے سبق

اب ذرا آپ اندازہ لگایئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی قوم سے واسطہ ہے جس کی ساری زندگی شرارتوں میں بسر ہو رہی ہے، اور جو صبح شام مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور شرارتیں کر رہے ہیں اور نہ صرف خفیہ کر رہے ہیں بلکہ کھلم کھلا سامنے آکر ''السام علیکم'' کہہ گئے، اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو تنبیہ فرمائی اور یہ پسند نہیں فرمایا کہ بہت زیادہ تلخ اور سخت اور درشت الفاظ میں جواب دیا جائے، فرمایا کہ جتنی ضرورت ہے اتنا بولو، اس سے زیادہ سخت کلامی کی ضرورت نہیں۔ جب کافروں، دشمنوں اور سازشیں کرنے والوں سے بات چیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ احتیاط فرما رہے ہیں اور حضرت عائشہ کو نرمی کی تلقین فرما رہے ہیں تو ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ آپس میں بات چیت کرنے میں احتیاط کرنے کی کتنی سخت ضرورت ہے، اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں اور یہی بات بتلانی منظور ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضور نے ایسا سبق دے دیا کہ وہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد میرے منہ پہ کبھی کسی

کے لئے لعنت اور ہلاکت کی بددعا کے الفاظ نہیں آئے۔

فرعون سے نرمی کا حکم

میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ جل جلالہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کوفرعون کے پاس بھیجا اور وہ فرعون خدائی کا دعویدار تھا اور کہتا تھا ''اَنَا رَبُّکُمُ الاَعلٰی'' میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں۔ العیاذ باللہ۔ اوراپنی ساری رعیت کواپنا غلام بنایا ہوا تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ جاؤ اور اس کو نصیحت کرو''فَقُولَا لَہٗ قَولًا لَّیِّنًا'' اوراس سے جاکرنرم بات کرنا کیونکہ اس کو اسلام کی دعوت دینی ہے، اوردعوت دینے والے کا کام یہ ہے کہ جس کودعوت دی جارہی ہے اس سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرے''لَعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَو یَخشٰی'' شاید کہ نرمی کے نتیجے میں وہ نصیحت حاصل کرلے یا اس میں اللہ کا خوف پیدا ہوجائے۔ فرعون کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کوبھیجتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ نصیحت فرمائی، کیونکہ ہوسکتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جاکر کہتے کہ تو خدائی کا دعویدار ہے اور تو ملعون ہے اور تو مردود ہے اوراس کوگالیاں دینا شروع کردیتے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ نصیحت نامہ دے کر بھیجا کہ نرمی سے بات کرو۔

فرعون سے بڑا گمراہ کوئی نہیں

میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ آج تم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے مصلح نہیں ہوسکتے اور تمہارا مخاطب

فرعون سے بڑا گمراہ نہیں ہوسکتا، لہٰذا جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نرم بات کرنے کا حکم دیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ یہ فرعون آخر دم تک ایمان لانے والا نہیں ہے، اس کے باوجود اس کے ساتھ نرم بات کرنے کا حکم دیا، تو ہم اور تم کس شمار قطار میں ہیں، ہمیں بھی بطریق اولیٰ یہ حکم ہے کہ جب ہم کسی سے بات کریں یا کسی کو دین کی دعوت دیں یا کسی کو تبلیغ کریں یا کسی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں یا کسی کو برائی سے روکیں یا کسی کو اچھائی کی تلقین کریں تو ہمارا لب ولہجہ اور ہمارا انداز نرمی کا ہونا چاہیے۔ یہ پیغام ہے قرآن کا اور یہی سنت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی، لہٰذا یہ سختی کا برتاؤ کرنا، درشتی سے پیش آنا، چاہے وہ دین کے لئے کیوں نہ ہو یہ پیغمبروں کا طریقہ نہیں ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام کا نرم جواب

میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے'' کہ دیکھو حضرت ہود علیہ السلام جب اپنی قوم کے پاس گئے اور جا کے توحید کی دعوت دی اور ان کو ان کی بداعمالیوں پر متنبہ کیا تو ان کی قوم نے جواب میں کہا۔ اِنَّا لَنَرَاكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ. کہ ہمیں تو آپ بیوقوف معلوم ہوتے ہیں، پیغمبر سے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں تو آپ بیوقوف معلوم ہوتے ہیں اور ہمارا غالب گمان یہ ہے کہ آپ پکے جھوٹے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ آج کوئی شخص کسی داعی کو یا کسی واعظ کو یا کسی مصلح کو یہ کہہ دے کہ تم بیوقوف ہو اور تم جھوٹے ہو تو جواب میں وہ کہے گا کہ تم جھوٹے تمہارا باپ

جھوٹا اور تم بیوقوف تمہارا دادا بیوقوف۔ لیکن یہ دیکھو کہ پیغمبر نے کیا جواب دیا، پیغمبر نے جواب دیا۔ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اے میری قوم میں بیوقوف نہیں ہوں لیکن مجھے اللہ رب العالمین نے بھیجا ہے تمہاری ہدایت کے لئے۔ تو قوم نے جو گالی دی تھی بیوقوف کہہ کر، حضرت ہود علیہ السلام نے اس گالی کو ایک حقیقت بنا کر یہ فرمادیا کہ میں تو تمہارے لئے ہدایت کا پیغام لایا ہوں۔

اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نرم خو بنایا ہے

پیغمبر گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتا، برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتا، اس کے مخالفین کتنا ہی سخت برتاؤ کریں، وہ نرمی سے کام لیتا ہے اور وہ اسی نرمی سے دل جیتتا ہے، قرآن میں ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ. اللہ تعالیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نرمی عطا فرمائی ہے، وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ. اگر آپ سخت کلام ہوتے اور درشتی کا معاملہ کرنے والے ہوتے تو سب آپ کے پاس سے بھاگ جاتے، ہم نے آپ کو نرم خو بنایا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، تو پیغمبروں کا طریقہ یہی ہے شفقت کا، وہ ساری مخلوق پر شفیق ہوتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دوس کا قبیلہ مسلمان نہیں ہوتا تھا، تو لوگوں نے آ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ نے دعا کی، اے اللہ! دوس قبیلے کو ہدایت عطا فرما دیجئے اور ان کو میرے پاس لے آیئے، اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی برکت سے ان کو مسلمان کر دیا۔

ایک بزرگ کی نرمی کا واقعہ

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجے کے اولیاء اللہ میں سے ہیں، بہت اونچے درجے کے بزرگ ہیں، بغداد میں ان کا مزار ہے، ان کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ یہ اپنے ایک مرید کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے جا رہے تھے، جیسے ہوا خوری کے لئے آدمی نکل جاتا ہے، دریا میں ایک کشتی گزر رہی تھی، اس میں آوارہ اور اوباش قسم کے کچھ نوجوان سوار تھے، جو پکنک منانے کے لئے نکلے ہوئے تھے، نوجوان لوگ تھے، نہ دین کی فکر نہ خدا کی فکر نہ آخرت کی فکر، وہ گاتے بجاتے جا رہے تھے، جب وہ قریب سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ دو ملا ٹائپ کے آدمی جا رہے ہیں، ان کی رگ مزاق پھڑک اٹھی، ایسے موقع پر جب کہ آوارہ اور اوباش قسم کے لوگ تفریح کے لئے نکلے ہوں اور وہاں کوئی مولوی ٹائپ کا آدمی سامنے آجائے تو اور زیادہ مزاق اور دل لگی کی سوجھتی ہے، انہوں نے حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ جیسے بزرگ کے اوپر بھی کچھ فقرے کس دیئے تو جوان کے ساتھ ان کے مرید تھے، انہوں نے کہا کہ دیکھئے! یہ کتنے گستاخ لوگ ہیں کہ ایک تو خود معصیت میں مبتلا ہیں، گناہ میں مبتلا ہیں اور پھر صرف اتنا نہیں کہ خود مبتلا ہیں بلکہ کوئی اللہ کے نیک بندے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل کر رہے ہیں تو یہ ان کا مزاق بھی اڑا رہے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کر رہے ہیں تو حضرت آپ ان کے لئے بددعا کر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو اور ایسے سرکشوں کو غارت کرے۔ حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ نے ہاتھ اٹھائے

اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! آپ نے ان کو اس دنیا میں مسرتیں عطا فرمائی ہیں اور خوشیاں عطا فرمائی ہیں، آپ ان کو آخرت میں بھی خوشیاں عطا فرما دیں۔ وہ مرید کہنے لگے کہ حضرت! آپ نے تو اور زیادہ ان کے حق میں دعا کر دی، فرمایا کہ بھئی تمہارا کیا نقصان ہے؟ ان کو اللہ میاں نے اس دنیا میں خوشیاں دیں تو آخرت میں بھی خوشیاں دیدیں اور آخرت میں خوشیاں اس وقت ملیں گی جب اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کر دے گا اور ان کو نیک بنا دے گا، تو گویا میں نے دعا یہ کی ہے کہ اے اللہ! ان کو نیک بنا دے، جس کے نتیجے میں ان کو دنیا میں بھی خوشیاں ملیں اور آخرت میں بھی خوشیاں مل جائیں، یہ ہے ایک مصلح اور ایک داعی کا جذبہ کہ وہ اس قسم کی باتوں کو خاطر میں نہیں لاتا کہ دوسرا کہنے والا کیا کہہ رہا ہے، وہ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا ہیں کہ، ان اللہ یحب الرفق فی امر کلہ. کہ اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین

خلق خدا پر رحم کرو

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط وترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	:	جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب	:	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	:	جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَابَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلقِ خدا پر رحم کرو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔اما بعد : عن انس ابن مالک رضی اللّٰہ عنہ، قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم ارحم الناس بالعیال، و کان لہ ابن مسترضع فی ناحیۃ المدینۃ، و کان ظترہ قینا، و کنا نأتیہ، و قد دخّن البیت باذخرٍ، فیقبلہ و یشمہ

(الادب المفرد ، باب رحمۃ العیال)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیت

پیچھے سے جو احادیث چل رہی ہیں وہ رحمت اور رحم سے متعلق ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی مخلوق کے ساتھ رحمت اور شفقت کا برتاؤ کرنے کا

حکم دیا، اور یہی آپ کی سنت تھی، اسی سلسلے میں یہ حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرما رہے ہیں اور حضرت انس وہ صحابی ہیں جو دس سال تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم کی حیثیت سے کام کرتے رہے، ان کے والدین ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چھوڑ گئے تھے، اس وقت یہ دس سال کے بچے تھے تاکہ یہ آپ کی خدمت کریں اور خدمت کے ساتھ ان کی تربیت ہو تو اللہ نے ان کو یہ سعادت بخشی کہ دس سال تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔

دس سال میں ایک مرتبہ بھی نہیں ڈانٹا

اور فرماتے ہیں کہ دس سال تک میں خادم کی حیثیت سے رہا اس پورے عرصے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی مجھے ڈانٹا اور نہ کبھی برا بھلا کہا، نہ یہ فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا، اور نہ یہ فرمایا کہ فلاں کام کیوں نہیں کیا، بلکہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا، میں بچہ تھا، باہر نکلا تو کسی مشغلے میں لگ گیا اور جس کام کے لئے بھیجا تھا وہ بیچ میں رہ گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انتظار فرما رہے تھے کہ وہ کام کر کے آئیں، تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور خود جا کر وہ کام انجام دے دیا، لیکن مجھے ڈانٹا نہیں تو وہ صحابی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی۔

ان کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

اور یہ سعادت بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو بخشی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کے سر پر ہاتھ رکھ کہ دعا دی کہ اے اللہ ان کے مال اور اولاد میں برکت عطا فرما ان کی عمر میں اور ان کی اولاد میں برکت عطا فرما تو سارے صحابہ کرام میں سب سے لمبی عمر ان کی ہوئی ہے، سو سال سے زیادہ عمر ہوئی ہے، اور یہ وہ صحابی ہیں کہ ان کی وجہ سے بہت سے حضرات کو تابعی بننے کا شرف حاصل ہوا، اور صحابہ کرام تو دنیا سے رخصت ہو چکے تھے حضرت انس کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبی عمر کی دعا فرمائی تھی اس واسطے ان کی لمبی عمر ہوئی، تو بہت سے لوگوں نے ان کی زیارت کی اور ان کی زیارت کرنے کی وجہ سے تابعی بننے کا شرف حاصل ہوا، ہمارے امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ان کی زیارت کی ہے، اس واسطے تابعیت کا شرف ان کو حاصل ہوا، اور اولاد میں برکت کی دعا فرمائی تھی تو یہ خود فرماتے ہیں کہ میری اتنی اولاد ہے کہ مجھے خود یاد نہیں کتنی اولاد ہے؟ کہاں کہاں کون رہتا ہے، تو مجھے یاد نہیں رہتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والوں پر شفقت

وہ روایت کر رہے ہیں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں پر سب سے زیادہ شفقت کرنے والے تھے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے اور شفقت کرنے والے تھے ظاہر ہے ان سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کو کون جان سکتا ہے، کیونکہ یہ دس سال تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہی رہے، لہٰذا ہر وقت مشاہدہ کرتے تھے کہ گھر والوں کے ساتھ کیا معاملہ فرما رہے ہیں، عیال کے معنی وہ لوگ ہیں جو انسان کی

کفالت میں رہتے ہیں، بیوی ہے بچے ہیں اولاد ہے تو ان کے ساتھ سب سے زیادہ رحمت کا معاملہ کرنے والے تھے۔

بیٹے سے ملاقات کے لئے جانا

اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے تھے حضرت ابراہیم جو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے تھے، اور بچپن میں ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا، لیکن جب پیدا ہوئے تو اس وقت اہل عرب کا دستور یہ تھا کہ بچے کو دودھ پلانے کے لئے کسی دائیہ کے سپرد کر دیا جاتا تھا اب وہ دائیہ عام طور پر شہر سے باہر رہتی تھیں، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو آپ کو بنو سعد میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس بھیج دیا گیا تھا، جب حضرت ابراہیم پیدا ہوئے ان کو بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دائیہ کے سپرد کر دیا تھا، وہ دائیہ ایسی تھی کہ جو مدینہ منورہ کے شہر سے کچھ فاصلے پر رہتی تھی، وہ ان کو دودھ پلائیں، اور ان کی دیکھ بھال کرتیں، ان دائیہ کے شوہر لوہار تھے لوہے کا کام کرتے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان صاحبزادے کو دیکھنے کے لئے اور ان سے ملنے کے لئے مدینہ منورہ سے اس دائیہ کے گھر میں تشریف لے جایا کرتے تھے، وہ جگہ آج بھی مدینہ منورہ میں موجود ہے، میں نے بھی اس کی زیارت کی ہے، وہ مسجد نبوی سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے وہاں پر مشہور یہ ہے کہ یہ وہ جگہ تھی جہاں پر حضرت ابراہیم کو رکھا گیا تھا، لوہار جو ہوتے ہیں وہ لوہے کا کام کرنے کے لئے گھر میں آگ بھی لگاتے ہیں گھاس وغیرہ جلاتے ہیں، تو

وہ گھاس جلائی ہوئی ہوتی تھی، اور اس گھاس جلانے کی وجہ سے گھر میں دھواں بھرا ہوتا تھا، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس دھویں سے بھرے گھر میں تشریف لے جاتے اور جاکر اپنے ان صاحبزادے کو گود میں اٹھاتے اور ان کو پیار کرتے اور سونگھتے۔

پوری امت کا بوجھ پھر بچے سے ملاقات

آپ اندازہ لگایئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر اللہ تعالیٰ نے کیا کچھ ذمہ داریاں پوری امت کی رکھی تھیں، جہاد ہو رہے ہیں، غذوات ہو رہے ہیں، تعلیم ہو رہی ہے، تبلیغ ہو رہی ہے، صحابہ کرام کی تربیت ہو رہی ہے، لوگوں کے معاملات نمٹاتے جا رہے ہیں، اس میں بھی اپنے بچے کی دیکھ بھال کے لئے اتنا لمبا فاصلہ طے کر کے دھویں سے بھرے ہوئے گھر میں جا کر بچے کو اٹھاتے اور پیار کرتے، اس کو ذریعہ بتلانا یہ منظور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ تھی کہ اپنے گھر والوں اور اپنے عیال کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔

بچوں پر رحم کرنا دین کا تقاضا ہے

اسی میں آگے پھر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب آئے ان کے ساتھ ایک بچہ تھا تو وہ صاحب بار بار اپنے بچے کو گود میں لے کر اپنے سینے سے لگاتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم ان پر رحم کرتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں فرمایا تو سن لو جتنا تم اس بچے پر رحم کرتے ہو اللہ جل جلالہ تم پر اس سے زیادہ

رحم فرمائیں گے، اور اللہ تعالیٰ ارحم الرحمین ہیں تو یہ بتادیا کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ اپنی اولاد کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرنا ان کے ساتھ رحمت کا سلوک کرنا شفقت کا سلوک کرنا یہ محض انسان کی طبیعت کا تقاضہ ہی نہیں ہے، بلکہ دین کا بھی تقاضہ ہے، اللہ جل جلالہ کے احکام کا بھی تقاضہ ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔

اتباع سنت کی نیت کرلو

اب دیکھو کون ہے جو اپنے گھر میں بچوں سے پیار نہیں کرتا، تقریباً ہر آدمی کے دل میں ایک جزبہ ہوتا ہے اپنے بچوں کے لئے پیار کا محبت کا، لیکن یہی فرق ہے کہ ایک آدمی یہ کام غفلت کی حالت میں بے دھیانی کی حالت میں محض اپنی طبیعت کے تقاضے سے کرتا ہے، اور وہی کام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کی نیت سے انجام دے سکتا ہے، پہلی صورت میں جبکہ حضور کی سنت کی اتباع کی نیت نہیں ہے بلکہ محض اپنی طبیعت کا تقاضہ پورا کرنا منظور ہے تو پھر بھی کوئی گناہ نہیں ہے جائز ہے، لیکن کوئی اجر وثواب اتباع سنت کا نہیں ہے، یوں تو اللہ تعالیٰ رحمت کا ثواب دیں گے، لیکن اتباع سنت کا ثواب نہیں ملے گا اگر نیت نہیں ہے اور وہی کام آدمی اس نیت سے کرلے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کر رہا ہوں تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسی عمل کو اتباع سنت کی عبادت میں شمار فرمائیں گے۔

جگر پانی کیا ہے مدتوں غم کی کشاکشی میں

میرے شیخ حضرت ڈاکٹر عبد الحئی صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ

میں نے مدتوں الحمدللہ اس کی مشق کی ہے، گھر میں داخل ہوئے، بچہ کھیلتا ہوا اچھا لگا، دل چاہا کہ اس کو گود میں لے لوں، پیار کروں، مگر ایک لمحہ کے لئے رک گیا کہ نہیں لوں گا، پھر دوبارہ دل میں یہ ارادہ کیا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے پیار کیا کرتے تھے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کا تقاضہ ہے اب بچہ کو اٹھالوں گا، چنانچہ بچہ کیو اٹھالیا، اور پیار بھی کیا تو فرمایا کرتے تھے مدتوں مشق کرنے کے نتیجے میں الحمدللہ اب عادت یوں پڑ گئی ہے کہ جو کام بھی ہوتا ہے تو اس میں نیت یہ ہو جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کر رہا ہوں اور پھر شعر پڑھا کرتے تھے کہ

جگر پانی کیا ہے مدتوں غم کی کشاکشی میں

کوئی آسان ہے کیا خوگر آزار ہو جانا

تو کہنے کو تو بات بہت آسان ہے لیکن محنت اور مشق کی ضرورت ہوتی ہے، فرماتے ہیں کہ گھر میں داخل ہوا کھانا سامنے آیا اچھا کھانا ہے دل اس طرف مائل ہوا رغبت ہوئی کہ یہ کھانا کھالوں لیکن ایک لمحہ کے لئے رک گیا کہ نہیں کھاؤں گا اور پھر دل میں یہ نیت تازہ کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی کہ جب اچھا کھانا سامنے آتا تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے تناول فرمالیا کرتے تھے، تو اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کی نیت میں یہ کھاؤں گا فرمایا مدتوں مشق کی ہے، تم بھی یہ مشق کرلو، دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں ہے کہ جو اس مشق کے ذریعے اتباع سنت کی برکت سے فیض یاب نہ ہو سکے۔

بزرگ زاویہ نگاہ بدل دیتے ہیں

اور یہی بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، کہ وہ انسان کا زاویہ نگاہ بدل دیتے ہیں، انسان کی سوچ کا رخ بدل دیتے ہیں، ذرا سا رخ بدلا اور رخ بدل کر اس کے سارے عمل کو ساری زندگی کو عبادت بنادیا، اتباع سنت بنادیا، یہی بزرگوں کا کام ہوتا ہے، رخ جب سیدھا کردیا تو اب آدمی اس رخ پر چلا جائے، تو انشاء اللہ سیدھا جنت میں پہنچے گا، اور پہلے جب جارہا تھا تو اس وقت اسی کا رخ دوسری طرف تھا تو اس کے نتیجے میں کہیں اور پہنچ جانے کا اندیشہ تھا، اللہ تعالیٰ بزرگ کی صحبت کے نتیجے میں یہ نعمت عطا فرمادیتے ہیں، اسی واسطے بزرگوں نے فرمایا کہ:

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کہ ایک تھوڑا سا وقت کسی اللہ کے ولی کی صحبت میں گزار لینا یہ سو سال کی بے ریا طاعت سے بہتر ہے۔

یہ کوئی مبالغہ نہیں، حقیقت ہے

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اسکو مبالغہ سمجھتے ہیں کہ سو سال عبادت کرتا رہے آدمی، وہ بھی بے ریا تو تھوڑی دیر کسی بزرگ کی صحبت میں آدمی چلا جائے وہ اس سے بہتر کیسے ہوجائے گی، لیکن حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ مبالغہ تو کیا ہوتا اگر شاعر یوں بھی

کہتا کہ:

بھتر از صد لاکھ سالہ طاعت بے ریا

کہ سولاکھ سالہ طاعت سے بہتر ہے، تب بھی مبالغہ نہ ہوتا، اس واسطے کہ بزرگوں کی صحبت میں جا کر جو بات نصیب ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ آدمی کا رخ سیدھا کر دیتے ہیں، آدمی کا زاویہ نگاہ بدل دیتے ہیں، تو اسکے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو منزل تک پہنچا دیتے ہیں، اسلئے فرمایا کہ فرض کرو کہ اگر کوئی آدمی سو سال تک عبادت بے ریا کرتا بھی رہے، لیکن غلط طریقے سے کرتا رہے تو وہ ساری عبادت اکارت، لیکن ایک اللہ والا آتا ہے اور اسکا طریقہ درست کر دیتا ہے، تو اسکے نتیجے میں اسکی ساری عبادت کارآمد ہو جاتی ہے، بزرگوں کی صحبت سے یہ دولت نصیب ہوتی ہے، اب جو لوگ یہاں بیٹھتے ہیں وہ اسی لئے بیٹھتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارا بھی راستہ سیدھا کر دے ہمارا زاویہ نگاہ بھی درست کر دے، ساری دنیا کے کام کرتے تو ہیں لیکن اس میں دو باتوں کا اہتمام کرلیں، ایک نیت صحیح ہو جائے یعنی اتباع سنت کی نیت ہو جائے، اور دوسرا یہ کہ طریقہ صحیح ہو جائے، یہ دو کام ہو جائیں تو ساری زندگی عبادت بن جائے، اور اللہ تعالیٰ اس دنیا ہی کو جنت بنا دیں گے۔

جانوروں پر رحم کریں

آگے اسی سلسلے کی ایک اور حدیث امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے روایت فرمائی ہے۔

عن ابي هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه

وسلم قال : (بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّمْشِىْ بِطَرِيْقٍ اشْتَدَّ بِهِ الْعَطْشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيْهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطْشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطْشِ مِثْلُ الَّذِىْ كَانَ بَلَغَنِىْ فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَاءَ خُفَّهُ ثُمَّ اَمْسَكَهَا بِفِيْهِ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ) قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَاِنَّ لَنَا فِى الْبَهَائِمِ اَجْرًا ؟ قَالَ (فِىْ كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ اَجْرٌ)

یہ حدیث حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرمارہے ہیں، اوراس میں بتلانا یہ مقصود ہے کہ رحم اپنے رشتے داروں اہل وعیال دوست احباب ملنے جلنے والے انسانوں پر تو ہے ہی، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے جانوروں کے بھی کچھ حقوق رکھے ہیں، اورایک مومن کا کام یہ ہے کہ وہ جانوروں کے ساتھ بھی رحم کا برتاؤ کرے۔

شدید پیاس کی حالت

چنانچہ اس میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص ایک مرتبہ کسی صحرا میں جارہا تھا کہ پیاس بہت زور کی لگی، اورتلاش کرنے سے ایک کنواں نظر آیا، لیکن جاکر دیکھا تو کنواں تو ہے، اورکنویں میں پانی بھی ہے، لیکن نہ کوئی رسی ہے، نہ کوئی ڈول ہے جس سے پانی نکال کر پی سکے اور پیاس بہت سخت لگی ہوئی ہے، تو اب پانی نکالنے کا کوئی راستہ نہیں تھا، اس نے سوچا کہ میں خود ہی اس کنویں کے اندر اتر

جاؤں اور اندر اتر کر پانی پی لوں، چنانچہ وہ کنویں میں اترا، اب ظاہر ہے کہ کنویں میں اترنا کوئی آسان کام نہیں ہے، وہ بڑی مشکل سے اترا، اور وہاں سے پانی پیا، اپنی پیاس بجھائی، اور پھر اسی کنویں کے اوپر چڑھ کر واپس آ گیا، اب کنویں میں جانا اور آنا اچھا خاصا مشکل کام ہے، لیکن آدمی کی پیاس اتنی شدید تھی کہ اس نے یہ ساری مشقت برداشت کی۔

کتے کو بھی میری طرح شدید پیاس لگی ہے

جب پانی پی کر چلنے لگا تو آگے دیکھا کہ ایک کتا ہے، اور وہ بہت پیاسا ہے، اور اتنا پیاسا ہے کہ وہاں جو کیچڑ تھی، تو پیاس کے مارے وہ کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے، اور اس کو بھی ایسی ہی پیاس لگی ہوئی ہے جیسی مجھے لگی ہوئی تھی، جس طرح مجھے تکلیف ہو رہی تھی پیاس کی حالت میں، ویسی ہی تکلیف اس کتے کو بھی ہو رہی ہو گی، اور یہ بے چارا اس قابل نہیں ہے کہ خود کنویں میں اتر کر پانی پی سکے، اس کے دل میں یہ بات آئی کہ میں اس کو کسی طرح پانی پلاؤں، اب پانی کیسے پلاؤں؟ کیونکہ کنویں پر نہ رسی نہ ڈول جس میں لا کر پانی پلا سکے، اس کے دل میں خیال آیا کہ میں نے چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہیں، اس موزے میں میں پانی بھر کر لا سکتا ہوں، اس نے اپنے پاؤں میں سے چمڑے کا موزہ نکالا، اور پھر دوبارہ کنویں میں اترا، اور اپنے موزے کو پانی سے بھرا، اور بھر کر پھر واپس آیا، اور وہ موزہ اس کتے کے سامنے رکھ دیا، تاکہ کتا پانی پی لے، اور اس نے کتے کے سامنے رکھا تو کتے نے پانی پی لیا۔ حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس اللہ کے بندے کا یہ عمل اللہ جل جلالہ کو اتنا پسند آیا کہ آپ نے فرمایا کہ آج میں نے اس عمل کی وجہ سے اس آدمی کی مکمل مغفرت کر دی، اس کو بخش دیا کہ میری ایک مخلوق کے ساتھ ایسی رحمت کا معاملہ کیا، ایسی محبت کا معاملہ کیا کہ کتا تھا پیاسا تھا اور اس کو پانی پلانے کے لئے اس نے اتنی محنت اٹھائی، اور کنویں میں سے لاکر اس کو پانی پلایا، یہ عمل جس جزبے کے ساتھ اس نے کیا، میری مخلوق کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیا، میں بھی اس کے ساتھ رحمت کا سلوک کرتا ہوں، اور اس کو معاف کر دیتا ہوں۔

ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں جانا

ایک دوسرا واقعہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

> عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِيْ هِرَّةٍ حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ يُقَالُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ: لَا اَنْتِ اَطْعَمْتِهَا وَلَا سَقَيْتِيْهَا حِيْنَ حَبَسْتِيْهَا وَلَّا اَنْتِ اَرْسَلْتِيْهَا فَاَكَلَتْ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ.

ایک عورت کو جہنم میں صرف اس وجہ سے عذاب دیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو پکڑ کے بند کر دیا تھا، اور بلی کو پکڑ کر اس طرح بند کر دیا تھا کہ نہ اس کو کھانا دیا، نہ اس کو پانی دیا، اور نہ اس کو چھوڑا، یہاں تک کہ وہ بھوک پیاس سے مرگئی، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عورت سے فرمایا کہ نہ تو تو نے اس کو کھانا کھلایا ہے، نہ پانی

پلایا، اور نہ اس کو چھوڑا کہ یہ باہر جا کر اپنا پیٹ بھر لیتی، اور اپنی پیاس بجھا دیتی، تو نے میری مخلوق کے ساتھ سنگدلی کا برتاؤ کیا، اس واسطے اس کو جہنم میں داخل کر دیا تو یہ دونوں واقعے بیان ہوئے ہیں، اور دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں، پہلے واقعے میں ایک آدمی کی مغفرت اللہ تعالیٰ نے اس بنیاد پر فرما دی کہ اس نے اللہ کی ایک مخلوق کے ساتھ رحمت کا برتاؤ کیا، اور دوسرے واقعے میں ایک عورت کو عذاب اس بنا پر دیا کہ اس نے اللہ کی ایک مخلوق کے ساتھ سنگدلی کا برتاؤ کیا۔

اخلاص کے ساتھ کئے گئے چھوٹے عمل پر نجات

یہاں سے یہ بات سمجھ لیجئے کہ اللہ جل جلالہ بعض اوقات کوئی آدمی کوئی عمل ایسے اخلاص کے ساتھ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے کرتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کو وہ عمل پسند آجاتا ہے، اس کی بناء پر اس کا بیڑا پار ہو جاتا ہے، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کسی بھی نیکی کی چیز کو حقیر مت سمجھو، کیونکہ کوئی بھی نیکی کا کام ہو بظاہر دیکھنے میں کتنا ہی معمولی نظر آرہا ہو لیکن کچھ پتہ نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسی کی بدولت تمہارا بیڑا پار کر دیں۔

ایک نیکی دوسری نیکی کو کھینچتی ہے

نیکی کے کام میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے کام کی توفیق عطا فرماتے ہیں تو ایک نیکی دوسری نیکی کو کھینچتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اور بھی نیکی کی توفیق دے دیتے ہیں، تو اس واسطے کچھ پتہ نہیں کہ کون سی نیکی کس جزبہ کے

ساتھ کی ہو، جسکی وجہ سے اللہ کی رحمت کو متوجہ کر دے، اور آدمی کا بیڑا پار ہو جائے، ایسے واقعات آپ نے دیکھے ہیں کہ کتے کو پانی پلا دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی، تو پتہ نہیں کون سا عمل کس وقت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جائے، لہٰذا جس وقت بھی دل میں کسی نیک کام کرنے کا خیال آ جائے تو اسکو معمولی سمجھ کر چھوڑ و نہیں، یہ مت سوچو کہ اور تو بڑی بڑی نیکیاں میں نے کی نہیں یہ چھوٹی سی نیکی کر کے کیا لوں گا، شیطان اس طرح بہکا دیتا ہے، شیطان کے اس بہکاوے میں نہ آئیں، بلکہ وہ چھوٹا عمل کر گزریں، وہ کام جیسے آپ جا رہے ہیں راستے میں کوئی گندگی پڑی ہوئی ہے، یا تکلیف دہ چیز پڑی ہوئی ہے، جس میں اندیشہ ہے کسی کا پاؤں پھسلے گا، کسی کو تکلیف ہوگی، آپکے دل میں خیال آیا کہ میں اسکو ہٹا دوں تو کر لو یہ کام، کیا پتہ اللہ تعالیٰ اسی نیکی کی برکت سے تمہاری مغفرت فرما دیں، یہ مت سوچو کہ یہ تو چھوٹا سا کام ہے، کر لوں گا تو کیا فائدہ؟ کوئی بڑے بڑے نیکی کے کام تو مجھ سے ہوتے نہیں ہیں، میں تو گناہ گار آدمی ہوں، یہ کام کرونگا تو کیا ہوگا؟ یہ محض شیطان کا بہکاوا ہے، لہٰذا وہ نیک کام کر گزرو، کیونکہ کچھ پتہ نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں کون سا عمل کس وقت قبول ہو جائے، اور وہ انسان کی مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔

اللہ کا قانون اور، رحمت اور ہے

ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ اس قسم کے واقعات سے اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ دیکھو بھئی فلاں شخص نے کتے کو پانی پلا دیا تھا، اللہ میاں نے اسکے سارے گناہ معاف کر دیئے، میں بھی کتے کو پانی پلا دوں، اور گناہ خوب کرتا رہوں تو میری

مغفرت بھی اسی طرح ہو جائے گی، تو یہ دوسرا شیطانی دھوکہ ہے، یہ خیال دماغ میں نہ آنا چاہیے، کیونکہ ایک تو ہے اللہ تعالیٰ کا قانون، اور ایک ہے اللہ کی رحمت، اللہ کا قانون یہ ہے کہ جو بھی برا کام کروگے اس کی جزا ملے گی، قرآن نے کہہ دیا کہ:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ

(سورۃ الزلزال)

کوئی آدمی ایک ذرہ کے برابر نیکی کرے گا، اس کا انجام بھی دیکھے گا، اور ایک ذرہ کے برابر برائی کرے گا، اس کا انجام بھی دیکھے گا۔ یہ قرآن نے بیان کیا ہے، قانون تو یہ ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کسی قانون کی پابند نہیں ہے، وہ اگر چاہے کسی اپنے بندے کو چھوٹے سے عمل کے اوپر نواز دے، اور اس کی وجہ سے اس کے گناہ بخش دے، لیکن بندے کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں نے فلاں چھوٹا سا کام کیا تھا، لہٰذا میرے سارے گناہ ضرور بخشو، بندہ یہ مطالبہ اللہ میاں سے نہیں کرسکتا، تو بعض اوقات اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے کسی بندے کو نواز دیتے ہیں، تو یہ ان کا کرم ہے، ان کی رحمت ہے، تمہیں کیا پتہ تمہارے کس عمل کے اوپر نوازیں گے یا نہیں نوازیں گے، تمہارا کام یہ ہے کے قانون کی اتباع کرو۔

گالی دینے پر وظیفہ جاری کر دینا

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ نے اس کی ایک بڑی اچھی مثال دی کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کو غلط کام پہ بھی انعام مل جاتا ہے، اگر آدمی نافرمان ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو بھی بعض اوقات نواز دیتی ہے، تو

اس کی مثال حضرت نے یوں دی کہ جیسے حیدر آباد دکن کے نواب نظام حیدر آباد مشہور نواب تھے، تو ان کے ایک وزیر صاحب تھے، ایک مرتبہ وزیر نے اپنے گھر میں نواب نظام حیدر آباد کی دعوت کی، نظام حیدر آباد ان کے گھر میں آئے تو وزیر صاحب کا ایک چھوٹا بچہ تھا، وہ کھیل رہا تھا، نظام حیدر آباد نے اس بچے کو چھیڑ دیا، جیسے چھوٹے بچوں کے ساتھ چھیڑ خانی لوگ کرتے ہیں، وہ بچہ کیا جانے کون نواب ہے؟ کون بادشاہ ہے؟ اس نے چھوٹتے ہی نواب صاحب کو گالی دیدی، اب وزیر صاحب لرز اٹھے کہ بادشاہ سلامت کے سامنے میرے بچے نے گالی دے دی ہے، اب پتہ نہیں میرا کیا انجام ہوگا، انہوں نے اپنی وفاداری کے اظہار کے لئے نواب صاحب سے کہا کہ جہاں پناہ اس نے بڑی گستاخی کی ہے، میں ابھی اس کا سر قلم کردوں گا، نظام نے کہا کہ نہیں بھئی بچہ ہے، اس کو کیا پتہ اس نے بچپنے میں یہ بات کہہ دی، اس پر کیا غصہ کرنا، لیکن بچہ ذہین معلوم ہوتا ہے، اور خوددار معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آدمی چھیڑے تو جواب دیتا ہے، اس کے اندر ذہانت ہے، اور ہوشیار بچہ ہے، آج سے اس کا وظیفہ جاری کرتے ہیں، اور اس کا وظیفہ جاری کر دیا، اس وظیفے کا نام تھا ''وظیفۂ دوشنام'' یعنی گالی دینے کا وظیفہ جاری کر دیا، اور ساری عمر اس بچے کو ملتا رہا۔

اگر گالی دو گے تو جیل جاؤ گے

حضرت فرماتے ہیں کہ اس بچے کو گالی دینے کا وظیفہ مل گیا، اس وقت کی خاص حالت کے اعتبار سے نواب نے جاری کر دیا، تم بھی سوچو کہ میں بھی نواب

صاحب کوگالی دوں اور جس طرح اس کا وظیفہ جاری ہوا تھا میں بھی جاری کرواؤں، یہ طریقہ اختیار کیا تو یہ حماقت اور بے وقوفی ہوگی، تم کروگے تو جیل میں بند کردیئے جاؤگے، اسی طرح اللہ جل جلالہ کا ایک قانون ہے، اور ایک رحمت ہے تو بندہ اس بات کا مکلّف ہے کہ قانون کے مطابق عمل کرے، جس کو اللہ نے حلال کیا ہے وہ حلال کرے، جس کو حرام قرار دیا، اس سے بچے، جو واجبات وفرائض ہیں ان کو ادا کرے، اور پھر اللہ کی رحمت کا امیدوار ہو، لیکن یہ سوچنا کہ چلو گناہ کرتے رہو، کوئی ایک آدھ عمل ایسا ہوگا جس کے نتیجے میں بخشش ہو ہی جائے گی، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ یہ ''وظیفۂ دوشنام'' میں بھی جاری کرواؤں۔

چھوٹے گناہ پر پکڑ

جس طرح یہ بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی چھوٹے عمل پر بعض اوقات اپنی رحمت سے مغفرت فرمادیتے ہیں، اسی طرح یہ بات بھی ہے کہ بعض اوقات کوئی گستاخی کا عمل ایسا ہوتا ہے کہ اسی پر پکڑ ہو جاتی ہے، لہٰذا انسان سے اگر غلطی ہو جائے تو بجائے سینہ زوری کرنے کے اللہ تبارک وتعالیٰ سے معافی مانگے، توبہ کرے استغفار کرے، اللہ تعالیٰ کے سامنے اقراری مجرم بن کر حاضر ہو جائے، بس یہ کام کرے تو باقی ہر عمل جن کے اوپر احادیث میں مغفرت کے وعدے آئے ہیں، ان اعمال کو بے شک انجام دیتا رہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے کس بات پہ نواز دیں، اس واسطے اگر کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی نیکی کا نظر آئے، اس کو حقیر سمجھ کر نظر انداز نہ کریں، اور اسی طرح کسی گناہ کو چاہے وہ چھوٹے سے چھوٹا نظر آرہا ہو،

چھوٹا سمجھ کر اختیار نہ کرلے، کہ بھئی یہ تو چھوٹا سا گناہ ہے چلو کرلو، کیونکہ گناہ کی خاصیت یہ ہے کہ آدمی ایک گناہ کر کے بسا اوقات دوسرے گناہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے، یعنی ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچتا ہے۔

گناہ صغیرہ اور گناہ کبیرہ کا دھوکہ

بعض اوقات شیطان یہ دھوکہ بھی پیدا کرتا ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے کہ صغیرہ ہے، یہ مسئلہ بہت لوگ پوچھتے ہیں، اور اگر یہ کہیں کہ بھئی ناجائز ہے تو کہتے ہیں کہ ناجائز ہے یا حرام ہے؟ مطلب یہ ہے کہ حرام ہو تو بچیں، ناجائز ہو تو چلو کوئی بات نہیں، اور اگر گناہ کبیرہ ہو تو تھوڑی بہت رعایت کرلیں، اور اگر صغیرہ ہو تو چلو کوئی بات نہیں کر گزریں، یہ تحقیق اکثر لوگوں کو میں نے کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو ہمارے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ صغیرہ اور کبیرہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بڑا سا شعلہ اور ایک چھوٹی سی چنگاری دونوں آگ ہیں، لیکن وہ بڑا شعلہ ہے وہ چھوٹی چنگاری ہے کوئی آدمی آپ نے ایسا دیکھا کہ بڑا انگارا تو اپنی الماری میں نہ رکھے، اور چھوٹی چنگاری ہو تو بولے کہ چلو چھوٹی چنگاری ہے، کپڑوں کی الماری میں رکھ دوں، تو کوئی بھی ایسا نہیں کرے گا، اس واسطے کہ جانتا ہے کہ یہ ہے تو چھوٹی چنگاری، لیکن یہی چنگاری بڑھ کر شعلہ بن سکتی ہے، پورے گھر کو تباہ کر سکتی ہے، اسی طرح گناہ کبیرہ اور صغیرہ ہیں، صغیرہ اگرچہ دیکھنے میں چھوٹا نظر آرہا ہے، لیکن اگر بے پرواہی کے ساتھ انسان اس کا ارتکاب کرے گا تو وہ بڑھتے بڑھتے کبیرہ بن جائے گا۔

گناہ صغیرہ کبیرہ بن جاتا ہے

اسی واسطے بزرگوں نے فرمایا کہ کسی صغیرہ گناہ کو معمولی سمجھ کر کر گزرنا خود کبیرہ ہے، کیونکہ نافرمانی تو دونوں ہیں، نافرمانی کبیرہ میں بھی ہے، اور صغیرہ میں بھی ہے، اللہ نے کہا کہ صغیرہ سے بھی بچو، اور کبیرہ سے بھی بچو، جب اللہ تعالیٰ کسی سے بچنے کو فرمارہے ہیں تو وہ کام نافرمانی کا ہے، البتہ اس نافرمانی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو درجے رکھ دیئے ہیں، مگر ہیں دونوں نافرمانی، اب کوئی آدمی یہ سمجھے کہ صغیرہ ہونے کی وجہ سے میں پرواہ نہیں کرتا، تو لاپرواہ ہو جانا اللہ کی نافرمانی سے یہ خود کبیرہ بنا دیتا ہے، اسی طرح صغائر پر اصرار کرنا کبیرہ بن جاتا ہے، یعنی صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا کہ مسلسل وہ صغیرہ گناہ کیے ہی چلا جارہا ہے، کبھی چھوڑنے کی فکر نہیں کرتا، مسلسل کیے چلا جارہا ہے تو وہ صغائر کا اصرار بھی انسان کو کبیرہ کے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے، لہٰذا اس فکر میں نہ پڑو کہ یہ صغیرہ ہے یا کبیرہ ہے، جو بھی ہے گناہ ہے، اللہ جل جلالہ نے اس سے منع فرمایا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سے منع فرمایا ہے، اس سے بچو۔

گناہ گناہ کو کھینچتا ہے

اور جیسا میں نے ابھی عرض کیا تھا کہ نیکی کی خاصیت یہ ہے کہ نیکی نیکی کو کھینچتی ہے، اسی طرح گناہ گناہ کو کھینچتا ہے، آج تم نے ایک گناہ یہ سوچ کر کیا کہ چلو چھوٹا سا ہے کر گزروں، جب وہ کر لو گے تو گناہ کرنے کی جرات پیدا ہوگی، اور جرات پیدا ہونے کے نتیجے میں وہ گناہ اور دوسرے گناہ کی طرف لے جائے گا، یہ تو

ایک لامتناہی سلسلہ ہے، دو گناہ کروگے تیسرے کی طرف لے جائے گا، تیسرا کروگے چوتھے کی طرف لے جائے گا، اس کے برخلاف ایک نیکی کروگے وہ دوسری کی طرف لے جائے گی دوسری کروگے تیسری کی طرف لے جائے گی، تو یہ دو لائنیں ہیں جو پھٹ رہی ہیں، ایک فرمانبرداری کی لائن ہے، اور ایک نافرمانی کی لائن ہے، تو نافرمانی کی لائن سے بچو، اور فرمانبرداری لائن پر آجاؤ تو وہ رفتہ رفتہ تمہیں انشاء اللہ منزل تک پہنچادے گی۔

ذبح کرنے میں جانور کی رعایت

خلاصہ یہ ہے کہ دونوں واقعات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیئے، اور ان واقعات سے یہ بات بتادی کہ صرف انسانوں ہی کے ساتھ نہیں، بلکہ جانوروں کے ساتھ بھی رحم کا برتاؤ کرنا ضروری ہے، اسی واسطے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی جانور کو ذبح بھی کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذبح کرنے اجازت دیدی ہے، تمہارے لئے ہی یہ جانور پیدا کیے گئے، لیکن ساتھ یہ بھی فرمایا کہ:

اِذَاقَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوْا الْقَتْلَ . وَاِذَاذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوْا الذِّبْحَ

فرمایا کہ جب کسی جانور کو ذبح کرنا تو اچھی طرح ذبح کرو، تاکہ اس کو کم سے کم تکلیف ہو، فرمایا اپنی چھری تیز کرلو اور اس کو آرام پہنچانے کا انتظام کرو، تو شریعت نے جانور کو ذبح کرنے کا وہ طریقہ ایجاد فرمایا ہے کہ جس میں جانور کو کم سے کم تکلیف ہوتی ہے، ذبح کرتے وقت گلے کی رگیں کاٹ دنیا اس سے زیادہ

موت واقع کرنے کا آسان طریقہ کوئی دریافت نہیں ہوا، اور جو دوسرے طریقے جو آج کل رائج ہیں ان میں تکلیف بہت ہوتی ہے، تو شریعت نے فرمایا کہ ذبح کرو تو اس طرح کرو کہ جس میں کم سے کم تکلیف ہو، اور جب زندگی کے اندر جانوروں کے ساتھ برتاؤ کرو ایسا کہ ان کو بلاوجہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔

پرندے اور جانور پالنے کا حکم

یہ جو پرندے وغیرہ لوگ پالتے ہیں اگرچہ شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ پرندے یا کوئی اور جانور بھی آپ پال سکتے ہیں، لیکن اس میں دو چیزوں کا لحاظ ضروری ہے وہ اگر نہ کیا جائے تو گناہ ہے، ایک یہ کہ اس کے کھانے پینے کا مناسب انتظام ہو، دوسرا یہ کہ اس کو ایسے ماحول میں نہ رکھا جائے جس میں وہ تنگی محسوس کرے، جیسے چھوٹا سا پنجرہ بنا دیا، جس میں وہ تنگی محسوس کرتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے، بڑا پنجرہ ہو، یا بڑی جگہ ہو جس میں وہ کھلا رہ سکے، ایسی جگہ میں اس کو رکھنا ضروری ہے، اور اس کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہ کیا جائے جو اس کے لئے تکلیف کا باعث ہو، حضرت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ نے اس موضوع پر پورا ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے (**ارشاد الھائم فی حقوق البھائم**) جانوروں کے جو حقوق شریعت نے مقرر فرمائے ہیں، ان کو اس رسالے میں بیان فرمایا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی شریعت عطا فرمائی ہے کہ جس میں ہر پہلو کی رعایت کی ہے، تو جانوروں کے حقوق کی بھی رعایت فرمائی ہے۔

چڑیا کے انڈے کا واقعہ

حدیث میں ایک صحابی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم کہیں جارہے تھے، راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، وہاں ایک درخت کے اوپر کسی چڑیا نے انڈے دے رکھے تھے تو کوئی صاحب وہاں سے اس کا انڈہ اٹھالائے اچانک چڑیا آ کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے اوپر چکر لگانے لگی، اور بار بار بول بھی رہی ہے، گویا ایک طرح سے شکایت کررہی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ چڑیا ایسے چکر لگا رہی ہے، تو آپ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ ایسا لگتا ہے کہ کسی نے اس چڑیا کا انڈہ کہیں سے لے لیا ہے، تو اگر ایسا کسی نے کیا ہے تو بہت غلط کام کیا ہے، واپس رکھ کر آؤ، تو ایک صحابی جنہوں نے لیا تھا وہ کھڑے ہوگئے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں نے لیا تھا مجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے، فرمایا کہ فوراً لے کے جاؤ، اور اسی جگہ پر رکھ کے آؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کے تمہارے اوپر حقوق رکھے ہیں، ان کے ساتھ بھی کوئی ایسا برتاؤ کرنا کہ جس سے ان کو تکلیف پہنچے، یہ تمہارے لئے بہت سخت گناہ ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک عمل میں اس طرح تعلیم دی ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ نکلا کہ رحم کرنا صرف انسانوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہمیں جانوروں کے ساتھ بھی رحم کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

دین کا محافظ اللہ ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی : جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

دین کا محافظ اللہ ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَاوَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَهَادِیَ لَهٗ، وَاَشْهَدُاَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ، وَاَشْهَدُاَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٭ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٭ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ٭ آمنت باللّٰه صدق اللّٰه مولا نا العظيم. و صدق رسوله النبی الكريم. و نحن على ذلک من الشٰهدين و الشٰكرين والحمد للّٰه رب العٰلمين .

تمہید

میرے محترم بزرگ مولانا عبدالرحمٰن صاحب اور حضرات علماء کرام اور

میرے معزز طالب علم ساتھیو!.......... میں اپنے الفاظ سے اس مسرت کا اظہار کرنے سے قاصر ہوں، جو اپنے مسلمان بھائیوں سے جو اس علاقے میں مقیم ہیں، ملاقات کرنے اور زیارت کرنے سے حاصل ہوئی، اور جس محبت وخلوص کے ساتھ مجھ ناکارہ کی مہمانی کی گئی، اس کا شکریہ ادا کرنے سے بھی قاصر ہوں، دعا کرتا ہوں، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنے فضل وکرم سے جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔ اور میں اس پر بھی شرمندہ ہوں کہ آپ حضرات سے آپ کی اپنی فارسی زبان میں بات کرنے سے قاصر ہوں اور مجھے اردو میں خطاب کرنا پڑ رہا ہے، وقت بہت ہو چکا ہے، دو بج رہے ہیں اور نماز بھی پڑھنی ہے اور جو کچھ میں عرض کروں گا شاید اس کا ترجمہ بھی کیا جائے گا، لہٰذا کسی تفصیلی خطاب یا تقریر کا وقت باقی نہیں ہے، البتہ ایک آیت کریمہ میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، اس کی کچھ تھوڑی سی تشریح مختصر وقت میں کرنے کی کوشش کروں گا، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رضا کے مطابق اس کو بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ

یہ آیت کریمہ تقریباً ہر مسلمان کو معلوم ہوگی کہ باری تعالیٰ نے قرآن کے بارے میں یہ فرمایا:

اِنَّا نَحنُ نَزَّلْنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحافِظُوْنَ (القرآن)

''ہم نے ہی قرآن اتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''

قرآن اتارنے والے بھی ہم ہیں، اور اس کی حفاظت کرنے والے بھی ہم

ہیں، یعنی قرآن کریم سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مختلف کتابیں انبیاء علیہم السلام کے اوپر نازل فرمائیں، بہت سے صحیفے مختلف انبیاء کرام کے اوپر نازل ہوئے، لیکن ان میں سے کسی بھی صحیفے یا کتاب کے بارے میں اللہ جل جلالہ نے یہ گارنٹی نہیں دی تھی کہ یہ قیامت تک باقی رہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک کے لئے ہے

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جتنے انبیاء کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تشریف لائے، وہ مخصوص زمانے کیلئے آئے، مخصوص جگہ کے لئے آئے، لیکن جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا (سورۃ السبا: ۲۸)

''آپ کو تمام انسانیت کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے'' آپ خاتم الرسل ہیں اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب خاتم الکتاب ہے، لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ضمانت دی کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے، یہ ضمانت اس وقت دی جارہی ہے، جب پریس کا زمانہ نہیں تھا، کتابیں چھپتی نہیں تھیں، لکھنا بھی آسان نہیں ہے، اور لکھی ہوئی کتابوں کا محفوظ رکھنا بھی آسان نہیں، اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ گارنٹی دی کہ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

بائبل کی موجودہ حالت

اور دوسری آسمانی کتابوں میں سے آپ بائبل لے لیجئے، آج بائبل تقریباً چالیس سے زیادہ صحیفوں کا مجموعہ ہے، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مختلف

انبیاء کرام کے اوپر نازل ہوئیں، لیکن اگر کسی سے پوچھو کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے اس بات کی کہ یہ تورات واقعی وہ تورات ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اوپر نازل ہوئی تھی؟ کوئی بھی بڑے سے بڑا عالم اس کی کوئی سند پیش نہیں کرسکتا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

انجیل کے صحیح اور غلط ہونے کا عجیب فیصلہ

انجیل کا حال اس سے بھی بدتر ہے، چار انجیلیں دنیا میں مشہور ہیں، اور اکیسویں صدی میں ان کو اصلی انجیل قرار دیا گیا ہے اور اس طرح قرار دیا گیا کہ اکیسویں صدی کے شروع تک بیسیوں کتابیں انجیل کے نام سے مشہور ہو چکی تھیں، ہر ایک کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ انجیل ہے، لیکن فیصلہ کرنے کے لئے کہ کونسی انجیل سچی ہے اور کونسی سچی نہیں ہے؟ شہر میں ایک کونسل عیسائی علماء کی بلائی گئی، سارے عیسائی علماء جمع ہوئے، بحث مباحثہ ہوتا رہا، کوئی کہتا کہ یہ انجیل صحیح ہے، یہ انجیل صحیح ہے، آپس میں بحث مباحثہ کا بازار گرم رہا، آخر کار جب کوئی فیصلہ نہیں ہو رہا تھا تو ایک شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ کونسی انجیل صحیح ہے کونسی نہیں ہے؟ اللہ میاں کے اوپر چھوڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اوپر چھوڑنا چاہیے کہ وہ فیصلہ کریں کہ کونسی انجیل صحیح ہے اور کونسی نہیں ہے؟ اب اللہ تعالیٰ سے کیسے پوچھیں تو اس نے یہ ترکیب پیش کی کہ جتنی کتابیں ہیں وہ ایک منبر کے اوپر جمع کردو اور منبر کو ایک کمرے میں بند کردو، اس کو تالا لگا دو، اور ساری رات جتنے بھی علماء ساری دنیا سے آئے ہوئے ہیں وہ سب سجدے میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے یہ مانگتے رہیں کہ یا اللہ! ان میں سے جو جھوٹی ہو وہ منبر سے گر جائے

جو سچی ہو وہ باقی رہ جائے، ساری رات سب مل کر یہ دعائیں مانگو، اور صبح کو جا کر دیکھیں گے جو منبر پر رکھی ہوگی وہ اصلی ہوگی، چنانچہ جتنی کتابیں تھیں سب منبر کے اوپر رکھ دی گئیں اور دروازہ کو تالا لگا دیا گیا، اور سب سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے کہ یا اللہ! جو جھوٹی ہو وہ منبر سے گر جائے، صبح کو جا کر دیکھا تو ساری انجیلیں گری ہوئی تھیں، صرف چار انجیلیں منبر پر باقی تھیں سب نے یہ فیصلہ مان لیا کہ چار انجیلیں صحیح ہیں، باقی غلط ہیں، جس نے یہ واقعہ بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ کسی نے اس بات کی تحقیق نہیں کی کہ اس رات اس کمرے کے تالے کی چابی کس کے پاس تھی؟ یہ تحقیق کسی نے کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی، اور واقعہ یہ تھا کہ انصار سیف ایک آدمی تھا، چابی اس کے پاس تھی، اور اسی نے یہ سارا ڈرامہ کر کے چار انجیلوں کو معتبر اور مستند قرار دے دیا۔ یہ داستان ہے اس کتاب کی جس کے بارے میں دعویٰ یہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی ہے، اس کے فرشتے نے نازل کی ہے، اور باتیں تو درکنار جس کو اللہ کی کتاب کہا جا رہا ہے اس کا معیار یہ ہے، اور آج تک کوئی سند متصل نہیں پیش کی گئی۔

الفاظ اور معانی دونوں محفوظ ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو یہ فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ (القرآن)

''کہ ہم نے یہ قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے'' تو قرآن سے مراد صرف الفاظ نہیں ہیں، قرآن صرف الفاظ کا نام نہیں ہے، بلکہ تو

قرآن الفاظ کا بھی نام ہے اور معنی کا بھی نام ہے، اللہ تعالیٰ نے جو گارنٹی دی تھی وہ الفاظ کو محفوظ رکھنے کی تھی اور معانی کو محفوظ رکھنے کی تھی تو صرف یہ نہیں کہا کہ اس کے الفاظ محفوظ رہیں گے بلکہ جو اسکے صحیح معنی ہیں، وہ بھی قیامت تک محفوظ رہیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا محفوظ ہے

قرآن تو بہت اونچی بات ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ایک ایک ادا احادیث میں محفوظ ہے، آج یہ اعزاز سوائے مسلمان قوم کے کسی اور کو حاصل نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا اس طرح محفوظ ہے کہ الحمدللہ ہم سینہ تان کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سند متصل موجود ہے اور اس سند کے اندر جتنے راوی آتے ہیں، ان میں کسی پر بھی انگلی رکھ دو، اس کا پورا کچا چٹھا اسماء الرجال کی کتابوں میں موجود ہے، جس سے آپ پتہ لگا سکتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس طرف حفاظت فرمائی کہ میں نے عرض کیا کہ قرآن نام ہے الفاظ کا اور معانی کا۔

الفاظ و معانی کی حفاظت کا طریقہ

الفاظ کی حفاظت اللہ نے چھوٹے چھوٹے بچوں سے کرائی، ساڑھے سات سال کے بچے، دس سال کے بچے، ان کے سینوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کا خزانہ بنا دیا، اور معانی کی حفاظت اللہ تبارک وتعالیٰ نے علماء کرام کے ذریعے کرائی، جنہوں نے علم قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، عقائد کے ذریعے علوم کو سینے سے لگا کر محفوظ رکھا اور الحمدللہ ان حضرات کی جدوجہد کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بڑے

اعتماد کے ساتھ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ بھی اسی طرح محفوظ ہیں کہ ایک ذرہ برابر اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور قرآن کے معانی بھی اسی طرح محفوظ ہیں کہ اس کے معانی کے اندر کوئی بڑے سے بڑا آدمی تحریف کرنا چاہے تو تحریف اس کی چل نہیں سکتی، وہ تحریف ہمیشہ جھوٹی رہے گی، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ذمہ تو لیا تھا اللہ نے، کہ ہم حفاظت کریں گے۔

علماء اور طلباء کے ذریعہ ذمہ داری پوری فرما رہے ہیں

جو ذمہ داری اللہ نے اپنے سر لی تھی اس کو پورا کرایا حفاظ سے، اس کو پورا کرایا علماء کرام سے، گویا کہ اللہ نے جو کام اپنے ذمے لیا تھا وہ ان بچوں سے کرایا جا رہا ہے، اور ان طلباء سے کرایا جا رہا ہے جو علم دین حاصل کر رہے ہیں تو جہاں دینی مدارس میں اور علمی جامعات میں قرآن کریم کے الفاظ کی تعلیم دی جا رہی ہے، ان کے پڑھنے کا طریقہ بھی بتایا جا رہا ہے، اسکے ساتھ ساتھ اس کے معانی، اور علوم اور اس سے نکلنے والے احکام کی تعلیم بھی دی جا رہی ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ روئے زمین پر ان سے زیادہ سعادت مند مخلوق کوئی اور نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا کام انجام دینے کیلئے ان کو منتخب فرمایا، جو کام میں نے اپنے ذمے لیا میں طالب علموں سے کرا رہا ہوں، علماء کرام سے کرا رہا ہوں اور ان بوریہ نشینوں سے کرا رہا ہوں۔

دینی مدارس کو ختم نہیں کیا جا سکتا

آج اتفاق سے ساری دنیا نے اپنی ملامت، طنز و طعنہ اور اعتراضات کا نشانہ ان بوریہ نشینوں کو بنایا ہوا ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ مدارس دہشت گرد ہیں، یہ بدی

کے مراکز ہیں، اور ان کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے، لیکن یہ سارا پروپیگنڈہ اس لئے ہے کہ ان کے یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ اس دین کی حفاظت کے لئے اللہ نے اس طبقہ کو منتخب کیا ہوا ہے، لہٰذا وہ چاہتے ہیں کہ یہ قوت ٹوٹ جائے، یہ معاملہ ختم ہوجائے، اور ہمارے لئے میدان صاف ہوجائے، لیکن یہ یاد رکھو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کا ذمہ اپنے ذمے لیا ہے، کوئی مخلوق اس کام کے راستے میں روڑا نہیں اٹکا سکتی، کوئی اس کام کو ختم نہیں کرسکتی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ لیا ہے، یہ دین انشاء اللہ اپنے الفاظ کے ساتھ بھی اور اپنے معانی کے ساتھ قائم رہے گا۔

اللہ کا نور بجھایا نہیں جاسکتا

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ (القران)

ترجمہ: لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مارکر) بجھادیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کماں تک پہنچا کر رہے گا، گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔ (بیان القرآن)

اور اس لحاظ سے دینی مدارس جو خدمت انجام دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اپنے لئے ہوئے کام کو انہوں نے اپنی زندگی کا مشن بنایا ہوا ہے، یہ قابل صد مبارک باد ہیں، قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جو اس کام کا انتظام کررہے ہیں، قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جو ان اداروں کے ساتھ جانی اور مالی تعاون کررہے

ہیں اور جو کوئی یہ کام کر رہا ہے وہ کسی پر احسان نہیں کر رہا، نہ دین پر احسان کر رہا ہے، نہ اسلام پر احسان کر رہا ہے، نہ اللہ پر احسان کر رہا ہے، یہ خود اس کی سعادت مندی ہے کہ اللہ پاک نے اس کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا ہے بس شرط یہ ہے کہ ہم صدق سے، اخلاص سے، اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے یہ کام کریں اور اس کے لئے اپنی زندگی وقف کرلیں، تاکہ دین و دنیا کی فلاح حاصل ہو۔

عام مسلمانوں کو پیغام

اور عام مسلمانوں کو میرا پیغام یہ ہے کہ وہ ان دینی مدارس کی اہمیت کو سمجھیں اور انہوں نے جو خدمات انجام دی ہیں، اس کا اعتراف کریں، اور اپنی اولاد کو، اپنے بچوں کو، ان اداروں کے ذریعے دین کا خادم بنائیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس میں ہماری اولاد کو بھی شامل فرمائے جن کو اپنے دین کی حفاظت کے لئے منتخب فرمایا ہے، اور اپنے بچوں کو یہ تعلیم دینے کی فکر کریں نیز یہ فکر کریں کہ ان اداروں کے ساتھ جس قسم کا بھی تعاون ممکن ہو، اس سے گریز نہ کریں اور اس کو اپنے لئے سعادت عظمیٰ سمجھیں۔

مسلمان اس وقت عام مصیبت کا شکار ہیں، جو مظلومیت کا شکار ہیں، اس کا بھی علاج سوچنے کی ضرورت ہے، سنجیدگی کے ساتھ اس معاملہ پر غور رکھیں کہ اس کے حل کی فکر کریں اور ان حضرات علماء کرام کو اس طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے،

اور اخلاص کے ساتھ اس کے تحفظ اور بقا کے لئے جو کچھ سوچا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوتی ہے، اور انشاء اللہ اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی،

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (محمد: ۷)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔ (بیان القرآن)

اللہ کی مدد نہیں آرہی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تنصر الله کی شرط مقصود ہے، اس کے اندر کمی ہے، وہ کس طرح پوری کریں؟ اس پر غور وفکر کی ضرورت ہے، یہ ہماری زندگی کا اس وقت کا مسئلہ بنا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، میں شکرگزار ہوں آپ حضرات کا، کہ آپ اپنے گھروں سے یہاں تشریف لائے اور میری گزارشات کو توجہ کے ساتھ سنا، اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کی کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمین

ووٹ کس کو دیں؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱، لیاقت آباد نمبر ۱۔ کراچی ۱۹

مقام خطاب	:	جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی
تاریخ خطاب	:	04th-Oct-2002
وقت خطاب	:	قبل از نماز جمعہ
خطبات عثمانی	:	جلد نمبر ۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ووٹ کس کو دیں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَاوَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ .(سورۃ النسآء: ۱۳۵)

آمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلٰنَا الْعَظِیْم ، وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمِ، وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

تمہید

بزرگان محترم اور برادران عزیز! جیسا کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اس

ہفتے میں ملک میں عام انتخابات ہونے والے ہیں، اور اس بارے میں مسلمانوں کی طرف سے بکثرت یہ سوال پوچھا جاتا رہتا ہے کہ انتخابات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور مسلمانوں کو شرعی اعتبار سے ان انتخابات میں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

انتخابات کے بارے میں مختلف خیالات

صورت حال کچھ ایسی ہے کہ گذشتہ پچاس سال یا اس بھی زیادہ کی مدت میں یہ قوم انتخابات کے نتیجے میں اتنی مرتبہ زخم کھا چکی ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ انتخابات کے نتائج سے مایوس ہوکر بہت سے لوگ تو اس کو ایک بیکار چیز تصور کرتے ہیں، بہت سے لوگ وہ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک گندہ تالاب ہے، جس میں کسی شریف آدمی کو داخل نہیں ہونا چاہیے، اس وجہ سے ایسے لوگ کسی بھی حیثیت سے ان انتخابات میں حصہ لینے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ بعض لوگ وہ ہیں جنہوں نے انتخابات ہی کو اپنے دین و دنیا کا محور قرار دیا ہوا ہے، ان کی دن رات کی دوڑ دھوپ اسی کے بارے میں ہورہی ہے۔ لہٰذا یہ جاننا ضروری ہے کہ ان انتخابات کے بارے میں ہماری شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور کیا تعلیم ہے۔

انتخابی نظام کی پہلی خرابی

جہاں تک انتخابات کے موجودہ نظام کا تعلق ہے جو اس وقت ملک میں نافذ اور رائج ہے، وہ نظام درحقیقت قرآن و سنت کی تعلیم کے مطابق نہیں، اس نظام میں دو بڑی خرابیاں ہیں، ایک خرابی یہ ہے کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جو مغرب سے

ہمارے پاس آیا ہے، اور اس میں جو شخص امیدوار ہوتا ہے، وہ خود لوگوں سے ووٹوں کی بھیک مانگتا ہے، اور لوگوں سے ووٹ لینے کے لئے اپنی تعریف، اپنے فضائل و مناقب بیان کرتا ہے، اور طرح طرح کے وعدے اور طرح طرح کے سبز باغ عوام کو دکھاتا ہے، اور صرف اپنی تعریف پر اکتفا نہیں کیا جاتا، بلکہ اپنے مقابل کی برائیاں، اس کے عیوب، اور اس کے اوپر بہتان طرازیاں، اور طرح طرح کے طعنوں سے نوازا جاتا ہے، جس نظام کی بنیاد ہی اس بات پر ہو کہ میں اچھا ہوں، اور دوسرے سب برے ہیں، اور جس نظام کی بنیاد اس بات پر ہو کہ میں اس عہدے اور منصب کا مستحق ہوں، اور جو میرے مدمقابل ہیں وہ اس عہدے کے مستحق نہیں ہیں، ایسا نظام کبھی شریعت کی تعلیم کے مطابق نہیں ہوسکتا۔

عہدہ خود سے طلب مت کرو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص کوئی عہدہ یا منصب طلب کرے، ہم اس کو عہدہ دینے پر تیار نہیں۔ اور ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنْ اَتَتْکَ عَنْ مَسْئَلَۃٍ وُکِلْتَ اِلَیْھَاوَاِنْ اَتَتْکَ عَنْ غَیْرِ مَسْئَلَۃٍ اُعِنْتَ عَلَیْھَا ۔ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ.

یعنی یہ اقتدار ایسی چیز ہے کہ اگر تم اس اقتدار کو حاصل کرنے کے لئے اس کو طلب کرو گے، دوڑ دھوپ کرو گے، محنت اور جد و جہد کرو گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری کوئی مدد نہیں ہوگی، پھر وہ عہدہ تمہارے حوالے کر دیا جائے گا، تم

جانو تمہارا کام جانے، ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کریں گے، لیکن اگر یہ اقتدار بغیر طلب کے مل جائے، آدمی نے اس کے لئے دوڑ دھوپ نہیں کی تھی، اور پھر وہ عہدہ اس کے پاس آجائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد ہوگی۔ بہر حال! اس نظام کی ایک خرابی تو یہ ہے۔

ووٹ تعلقات کی بنیاد پر دیے جاتے ہیں

دوسری خرابی اس نظام میں وہ ہے، جو ہمارے سماجی نظام کا حصہ ہے، وہ یہ کہ جب لوگ ووٹ ڈالتے ہیں تو ووٹ ڈالتے وقت اکثر و بیشتر لوگ اس طرف نہیں دیکھتے کہ کون عہدہ کا اہل ہے؟ اور کون اس عہدہ کا اہل نہیں؟ بلکہ برادری کی بنیاد پر، خاندانوں کی بنیاد پر، ذاتی تعلقات کی بنیاد پر ووٹ ڈالے جاتے ہیں، فلاں شخص چونکہ میری برادری کا آدمی ہے، لہٰذا مجھے اس کو ووٹ دینا ہے، فلاں شخص میرے قبیلے کا ہے لہذا اس کو ووٹ دینا ہے، فلاں میرا دوست ہے، یا میرا قریبی عزیز ہے، اس کو ووٹ دینا ہے، اس سے کوئی بحث نہیں کہ وہ آدمی دیانتدار ہے یا نہیں؟ وہ آدمی امانتدار ہے یا نہیں؟ بس چونکہ وہ میری زبان والا ہے، لہٰذا اس کو ووٹ دینا ہے، وہ میرے شہر کا باشندہ ہے، لہٰذا اس کو ووٹ دینا ہے، یہ خیالات جو لوگوں کے اندر پیدا ہوگئے ہیں، یہ دوسری بڑی خرابی ہے، جس نے اس نظام کو خراب کر دیا ہے۔

انتخابات ایک سرمایہ کاری

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کے اندر صورت حال یہ ہے کہ آج

نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ اس ملک کو وجود میں آئے ہوئے ہو چکا ہے، اور ہر مرتبہ انتخابات کے موقع پر لوگ وعدوں کی گرم بازاری دیکھتے ہیں، ہر شخص جو کھڑا ہوتا ہے وہ یہ وعدہ کرتا ہے کہ میں یہ کر دوں گا، میں یہ فائدہ عوام کو پہنچاؤں گا، لیکن جب وہ شخص برسر اقتدار آجاتا ہے تو دونوں ہاتھوں سے عوام کو لوٹتا ہے۔ اب صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ یہ انتخابات سرمایہ کاری کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں کہ آدمی نے انتخابات میں سیٹ حاصل کرنے کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کیا ہے، یہ اس لئے خرچ کیا ہے تاکہ مجھے کوئی عہدہ یا منصب مل جائے۔ اب ظاہر ہے کہ جو آدمی ذاتی طور پر لاکھوں روپے خرچ کر رہا ہے، وہ جب کسی منصب پر پہنچے گا تو کیا وہ ان لاکھوں روپوں کو بھول جائے گا؟ کیا وہ لاکھوں روپے اس نے اللہ کے لئے خرچ کئے تھے؟ بلکہ وہ منصب پر پہنچ کو اس سے دوگنا اور تین گنا وصول کرنے کی کوشش کرے گا، چاہے اس کے لئے قانون توڑنا پڑے، چاہے رشوت لینی پڑے، لیکن وہ اپنا لگایا ہوا سرمایہ نفع کے ساتھ واپس لینے کی کوشش کرے گا۔ یہ صورت حال ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں، اور اس کے نتیجے میں قوم زخم کھائے بیٹھی ہے۔

ہمارے لئے راہ عمل

لیکن سوال یہ ہے کہ باوجود اس نظام کی خرابی کے ہمارا فرض کیا بنتا ہے؟ کیا ہم خاموش ہو کر بیٹھ جائیں؟ یا اپنا کوئی حصہ برائی کو کم کرنے کا ہماری قدرت میں ہو، ہم اس کو اختیار کریں؟ اس کے بارے میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور اصول بیان فرمایا، یہ اصول ہر جگہ کارآمد ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

اِذَا ابْتُلِيْتَ بِبَلِيَّتَيْنِ فَاخْتَرْ اَهْوَنَهُمَا، اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ .

فرمایا کہ جب تم دو بلاؤں میں گرفتار ہو جاؤ، یعنی تمہارے سامنے دو راستے ہیں، اور دونوں ہی راستے برے ہیں، دونوں میں خرابیاں ہیں، تو جس راستے میں خرابی کم ہو اس کو اختیار کرلو۔

انتخابات سے الگ ہو کر بیٹھنے کا نتیجہ

لہٰذا اس گندے نظام میں جو ہمارے معاشرے میں پھیلا ہوا ہے، جس میں ہم مبتلا ہیں، اس میں ہمارے پاس دو راستے ہیں، ایک راستہ تو یہ ہے کہ جتنے شریف اور دیانتدار اور امانت دار لوگ ہیں، وہ تو اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں، اور اس گندے نظام میں کسی قسم کا حصہ نہ لیں، اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ جو شریف دیانتدار اور امانتدار لوگ ہیں، وہ اپنی حد تک کوشش کریں کہ جتنا کوئی بہتر سے بہتر آدمی منتخب کر سکتے ہوں، اس کو منتخب کرلیں، تاکہ اگر پہلے سو فیصد برائی تھی تو اب ننانوے فیصد ہو جائے، اگر پہلے برائی ننانوے فیصد تھی تو اب اٹھانوے فیصد ہو جائے، اس برائی کے اندر تھوڑی کمی آجائے، ان دونوں راستوں میں سے اگر پہلے راستے کو اختیار کیا جائے، وہ یہ کہ سارے دیانتدار، امانتدار اور محبّ وطن لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں، اور اس گندے نظام میں کسی قسم کا حصہ نہ لیں، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ پورا سیاست کا میدان ان لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا جائے جو ملک کو تباہی کی طرف لے جانے والے ہیں، لیکن اس پہلے راستے کی خرابی زیادہ

بڑی ہے۔

انتخابات میں حصہ لینا چاہیے

اس کے برخلاف اگر دیانتدار اور امانتدار لوگ اس میں حصہ لیں، اور اس نیت سے حصہ لیں کہ جتنی برائی کم کرنا ان کی قدرت میں ہوگا، اتنی برائی کم کردیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نظام ایسا بنایا ہے کہ اگر تھوڑی سی برائی کم ہوجائے گی تو اس کی برکت سے اور برائی کم کردیں گے، اور اس نظام میں کچھ بہتری آجائے گی، اس لحاظ سے ہمارے علماء کرام نے ہمارے ملک میں مختلف انتخابی زمانوں میں یہ فتویٰ دیا ہے کہ "باوجود اس نظام کی خرابی کے ہمارے دیانتدار اور امانتدار لوگوں کو اس میں حصہ لینا چاہیے" اور حصہ لینے کے لئے عام آدمی کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے حلقہ انتخاب میں جس آدمی کو ملک وملت کے لئے واقعۃً دیانتداری کے ساتھ زیادہ بہتر سمجھتا ہو، اس کو کم از کم اپنا ووٹ دے۔

ووٹ کی شرعی حیثیت

ووٹ کیا ہے؟ جب آپ کسی امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں تو شرعی اعتبار سے اس کے اندر دو پہلو ہیں، ایک پہلو اس میں شہادت کا ہے کہ یہ ووٹ ایک گواہی ہے، آپ اس امیدوار کے حق میں گواہی دے رہے ہیں کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ امیدوار میری نظر میں دوسرے امیدواروں کے مقابلے میں بہتر ہے، اور قرآن کریم نے گواہی کے بارے میں اس آیت میں یہ اصول بیان فرمایا کہ:

يَاأَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ . (سورة النسآء: ۱۳۵)

اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے بنو، اور اللہ کے واسطے گواہی دینے والے بنو، جو گواہی دو، وہ اللہ کے واسطے ہونی چاہئے، اس میں اپنا ذاتی مفاد، ذاتی تعلقات، ذاتی ترجیحات کا اثر نہیں ہونا چاہیے، بلکہ یہ دیکھو کہ اللہ کے سامنے مجھے جواب دینا ہے، کہ میں نے فلاں شخص کے حق میں گواہی دی تھی، وہ میں نے واقعۃً دیانتداری کے ساتھ دی تھی، یا اپنے ذاتی مفاد کی خاطر دی تھی، چاہے وہ تمہارے اپنے خلاف پڑ رہی ہو، اور اس گواہی کے نتیجے میں تمہیں ذاتی طور پر نقصان پہنچ رہا ہو، لیکن سچی گواہی دینا تمہارا فرض ہے، یہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

اس صورت میں گواہی چھپانا جائز نہیں

اور قرآن کریم نے یہ بھی فرمایا کہ گواہی کو چھپاؤ نہیں، فرمایا کہ:

وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (البقرة: ۲۸۳)

جو آدمی گواہی کو چھپائے، اس کا دل گنہگار ہے۔ بہر حال! یہ ایک گواہی ہے، اور آپ سے یہ پوچھا جا رہا ہے کہ آپ کے حلقہ انتخاب میں جتنے امیدوار ہیں، ان میں آپ کی نظر میں دیانت کے اعتبار سے، امانت کے اعتبار سے، صلاحیت کے اعتبار سے اور ملک وملت کی بہتری کے لحاظ سے کون شخص ان میں سے زیادہ بہتر ہے؟ اس کے لئے آپ کو تحقیق کرنی چاہئے، اور حالات معلوم کرنے چاہئیں کہ ہمارے حلقہ انتخاب میں جو لوگ امیدوار ہیں، ان میں سے کون ملک وملت کے

لئے بہتر ہے؟ اگر آپ یہ فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہیں تو پھر گواہی چھپانا بھی جائز نہیں، پھر ووٹ دینا ضروری ہوگا۔

ایسے شخص کو ووٹ دینا جائز نہیں

اور اس گواہی کو کسی نا اہل کے حق میں استعمال کرنا بھی حرام ہے، ایسا نا اہل جس کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ یہ جا کر لوٹ کھسوٹ مچائے گا، یا یہ بے دینی پھیلائے گا، یہ ملک وملت کو غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کرے گا، ایسے شخص کے حق میں ووٹ دینا شرعاً جائز نہیں، یہ جھوٹی گواہی ہے، اور جھوٹی گواہی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے برابر قرار دیا ہے، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما تھے، آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اکبر الکبائر کیا کیا ہیں؟ یعنی سارے کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے کبیرہ گناہ کون کون سے ہیں؟ صحابہ کرام نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! ضرور بتایئے تاکہ ہم ان سے محفوظ رہیں، آپ نے فرمایا:

اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ

سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، اور دوسرے نمبر پر والدین کی نافرمانی، یہ بھی بڑے گناہوں میں سے ہے، جس وقت آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی، اس وقت آپ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، تیسرا گناہ بیان کرتے وقت آگے کی طرف جھکے، اور پھر فرمایا:

وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ

اور جھوٹی گواہی، اور یہ لفظ آپ نے بار بار دوہرایا، اور فرمایا: وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْر. تین مرتبہ فرمایا، اور اسکے ذریعہ اس طرف بھی اشارہ کیا کہ ان اکبر الکبائر میں جھوٹی گواہی بہت ہی خطرناک چیز ہے، اور اس کا گناہ اور گناہوں سے کہیں زیادہ ہے، اس لئے کہ جھوٹی گواہی کا اثر پورے معاشرے پر پڑتا ہے، اور اس کے نتیجے میں سارا معاشرہ خراب ہوتا ہے، اور اس سے پوری امت کو اور پوری ملت کو نقصان پہنچتا ہے، اس لئے آپ نے اس کو اکبر الکبائر میں بھی بہت اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا، لہٰذا کسی غلط آدمی کو ووٹ دینا جس کے بارے میں آپ جانتے ہیں کہ یہ آدمی صحیح نہیں، چاہے اس کو ذاتی تعلقات کی بنیاد پر ووٹ دے رہے ہیں، چاہے دوستی کی بنیاد پر، چاہے برادری کی بنیاد پر، چاہے لسانی عصبیت کی بنیاد پر کہ چونکہ یہ میری زبان بولنے والا ہے لہٰذا میں اس کو ووٹ دوں گا، اس صورت میں یہ اکبر الکبائر میں سے ہے، اور بہت بڑا گناہ ہے۔

ایسے شخص کو ووٹ دیدیا جائے

لہٰذا مسلمان کا فرض یہ ہے کہ وہ حالات کی تحقیق کرے، اور تحقیق کرنے کے بعد جس شخص یا جماعت کے بارے میں اس کو اس بات کی زیادہ توقع ہو کہ یہ کچھ بہتر ثابت ہوگا، اس کو ووٹ دیدیا جائے، آج کل سو فیصد بہتر آدمی ملنا تقریباً محال جیسا ہے، ایسا شخص یا ایسی جماعت کہ جس کے بارے میں کہا جاسکے کہ یہ واقعی بڑا پارسا آدمی ہے، یا یہ جماعت بڑی پارسا ہے، یہ کہنا تو آج کل کے حالات میں

بڑا مشکل ہے، لیکن دوسروں کے مقابلے میں آپ کسی کو ترجیح دے سکتے ہوں کہ ہاں ان میں یہ بہتر ہے، اس کو ووٹ دیدیا جائے، اس لئے کہ یہاں وہی اصول کارفرما ہوگا کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا:

اِذَا ابْتُلِیْتَ بِبَلِیَّتَیْنِ فَاخْتَرْ اَھْوَنَھُمَا، اَوْ كَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ .

کہ جب دو برائیاں تمہارے سامنے ہوں تو ان میں سے جو ہلکی برائی ہو، اس کو اختیار کرلو، لہٰذا اگر سارے امیدوار خراب ہیں، لیکن ان میں سے کوئی ایک ایسا ہے جو دوسروں کے نسبتاً کم خراب ہے، اس صورت میں بھی انسان اپنا ووٹ اس شخص کے حق میں استعمال کرلے۔

ایسی صورت میں ووٹ نہ دینے کی گنجائش ہے

ہاں! اگر کسی جگہ صورت حال ایسی ہے کہ آدمی فیصلہ ہی نہیں کرپارہا ہے، سب امیدوار برابر ہیں، کوئی بھی ان میں اہل نظر نہیں آرہا ہے، اور کسی امیدوار کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی، اور یہ فیصلہ بھی نہیں کرسکتے کہ ان میں سے کون کم برا ہے، بلکہ سب برابر نظر آتے ہیں، اس صورت میں اگر کوئی آدمی ووٹ نہ دے تو اس کی گنجائش ہے، اس لئے کہ وہ فیصلہ ہی نہیں کرپارہا ہے کہ کون آدمی بہتر ہے۔

شرعی حکم

بہر حال! شرعی حکم یہ ہے کہ اگر آپ کسی کو اہل سمجھتے ہیں تو پھر آپ کے لئے

گواہی چھپانا جائز نہیں، اور اگر سب میں برائی ہے، لیکن کسی کی برائی کم ہے، اور اس کو دوسروں سے نسبتاً بہتر سمجھتے ہیں تب بھی اس کے حق میں ووٹ ڈالنا چاہیے، یہ ہے ووٹ دینے کا شرعی حکم۔

ووٹ کے ذریعہ اپنا نمائندہ بنا رہے ہیں

ووٹ کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ یہ ایک طرح کی وکالت ہے، یعنی آپ جس شخص کو ووٹ دے رہے ہیں، وہ اگر اسمبلی میں جائے گا تو آپ کا نمائندہ بن کر جائے گا، گویا کہ ووٹ دیکر آپ اس کو اپنا نمائندہ بنا رہے ہیں، اور جب آدمی کسی کو نمائندہ بنائے تو دیکھ بھال کر بنانا چاہیے، اگر آپ دنیا کے عام کاروبار میں کسی کو اپنا نمائندہ بنائیں گے تو اس کو نمائندہ بنانے سے پہلے خوب اچھی طرح اس کی جانچ پڑتال کرتے ہیں کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ مجھے بعد میں نقصان پہنچا دے، تو اس ووٹ دینے میں نمائندگی کا بھی ایک پہلو ہے، لہٰذا بہت احتیاط کے ساتھ اس امانت کو استعمال کرنا چاہیے۔

آپ نے ہی تو اس کو ووٹ دیے تھے

آج ہم لوگ اس بات کا رونا تو روتے ہیں کہ پورے ملک میں کرپشن پھیل گیا ہے، حکمران خراب ہیں، حکمران لوٹ کر کھا رہے ہیں، لیکن یہ تو دیکھو کہ ان حکمرانوں کو اقتدار تک کس نے پہنچایا؟ ان کے ہاتھوں میں زمام اقتدار کس نے

دی؟ ظاہر ہے کہ ان کو اقتدار تک پہنچانے والے عوام ہی ہیں، جنہوں نے اپنے ووٹوں کے ذریعہ ان کو وہاں تک پہنچایا، جب ووٹ دینے کا وقت آتا ہے اس وقت ذہن سے یہ سوال مٹ جاتا ہے کہ کون ان میں سے اہل ہے؟ اور کون اہل نہیں، بلکہ اس کے بجائے لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ کون سا امیدوار ووٹ کے بدلے زیادہ پیسے دے رہا ہے، ووٹ خریدے جاتے ہیں، اور فروخت کیے جاتے ہیں، اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون سا امیدوار ہماری برادری کا ہے؟ کون ہمارے قبیلے کا ہے؟ بس اس سے آگے نہیں دیکھتے، لہٰذا ساری مصیبتوں کی وجہ وہ شخص ہے جو اس ووٹ کو غلط استعمال کر رہا ہے۔ میرے بھائی، یہ مرحلہ اب آنے والا ہے، ہر مسلمان کو اپنی قبر اور اپنی آخرت کو پیش نظر رکھ کر، اور تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کو پیش نظر رکھ کر، امانت کے ساتھ اور دیانت کے ساتھ اپنا ووٹ استعمال کرنا چاہیے۔

ایسے لوگوں کا ساتھ دیں

آپ حضرات جانتے ہیں کہ یہ ملک پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا، اور اب نصف صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے، ہم اسلام کا نام تو لیتے رہے، اور اسلام کے ساتھ مذاق کرتے رہے، اور اسلام کی دھجیاں اڑاتے رہے، اور اب پھر ایسا مرحلہ آرہا ہے کہ ایسی طاقتیں بھی میدان کے اندر ہیں جو اس ملک کو اغیار کے ہاتھوں غلام بنا دینا چاہتی ہیں، اور امریکہ کے ہاتھوں میں رہن رکھوانا چاہتی ہیں، اور ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی سی کوشش اس بات کی کر رہے ہیں کہ کسی طرح اس

ملک میں اسلامی حیثیت برقرار رہے، تو مسلمانوں کا فریضہ یہ ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے ساتھ تعاون کریں، اور حتی الامکان اپنی استطاعت کی حد تک ان کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے ہم سب کو اس امانت کو صحیح طریقے سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین